

آرک و کلاسیک

# دیوانِ غالب

منظوم پنجابی ترجمہ

از  
اسیر عابد

نظر ثانی شدہ ایڈیشن  
مجلسِ ترقی ادب، لاہور

# دیوانِ غالب

منظوم پنجابی ترجمہ

# دیوانِ غالب

اصل متن دے نال دیوانِ غالب دا منظوم پنجابی ترجمہ

از

اسیر عابد



مجلس ترقی ادب  
لاہور

جملہ حقوق محفوظ

طبع دوم: جون ۱۹۹۷ء

تعداد : ۵۰۰

ناشر : احمد نعیم قاسمی

عالم مجلس ترقی ادب، لاہور

مطبع : سعادت آرٹ پریس، ۸-۱۹ ایبٹ روڈ، لاہور

طابع : توفیق الرحمن

قیمت : ۱۳۵ روپے

اپنے جنت ورگے ماں باپ  
تے

مہربان اُستاداں دے ناں

— امتیر عابد

# فہرست

ترجے کا اعجاز

پیشہ

احمد ندیم قاسمی ، ۱۶

امیر غالب ، ۲۵

روایت (الف)

۱۔ نقش فریادی ہے کس کی شوقی تحریر کا ، ۳۲

۲۔ جہاں ست تحفہ ، اللہ اس درمیان ، داغ بیگرہ پر ، ۳۲

۳۔ جڑ قیس اور کوئی نہ آیا ہر دے کار ، ۳۲

۴۔ کہتے ہو نہ دیں گے ہم دل اگر پڑ پایا ، ۳۶

۵۔ دل مرا سونہ نہاں سے بے محابا جل گیا ، ۳۸

۶۔ شوق ہر رنگ و قیہ سر و سامان نکلا ، ۳۸

۷۔ دھمکی میں مر گیا جو نہ باب نہر تھا ، ۴۲

۸۔ شہا و سحر مر غیب بہت مشکل پسند آیا ، ۴۴

۹۔ دہر میں نقش و خاد جبر تسلی نہ ہوا ، ۴۶

۱۰۔ ستائش کر رہے نہاد اس تعداد جس باغ و ضواں کا ، ۴۸

۱۱۔ نہ ہو گا یک بیاباں ماندگی سے فوق کم میرا ، ۵۰

۱۲۔ سراپا رہی عشق و ناگزیر لغت ہستی ، ۵۰

۱۳۔ محرم نہیں ہے تو ہی نواہتے ناز کا ، ۵۲

۱۴۔ بزم شاہنشاہ میں اشعار کا دفتر کھلا ، ۵۴

۱۵۔ شب کہ برق سونہ دل سے نہرۂ امراپ تھا ، ۵۶

۱۶۔ نالاز دل میں شب انداز اثر نایاب تھا ، ۵۸

۱۷۔ اک ایک قطرے کا مجھے دینا پٹا حساب ، ۶۰

۱۸۔ بسکہ و خواہے ہر کام کا آسان ہونا ، ۶۲

- ۱۹ — شبِ ثمارِ شوقِ ساقی دستخیز اندازہ تھا ، ۹۳
- ۲۰ — دوستِ غمِ خواری میں میری سسلی فرمائیں گے کیا ، ۹۶
- ۲۱ — ہوس کو ہے نشاطِ کار کیا کیا ، ۹۸
- ۲۲ — یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وہاں یار ہوتا ، ۹۹
- ۲۳ — دو خورِ نبردِ غضب جب کوئی ہم ساز ہوا ، ۹۲
- ۲۴ — پے نذرِ کرمِ تھنہ ہے شرمِ نارسائی کا ، ۹۳
- ۲۵ — گردِ اندوہِ شبِ فرقت بیاں ہو جائے گا ، ۹۶
- ۲۶ — دردِ منت کشِ دوا نہ ہوا ، ۹۸
- ۲۷ — بگڑے شوقِ کدول میں ہی تنگی تھا کا ، ۱۰۰
- ۲۸ — قطرہ نے بسکہ حیرت سے نفس پرورد ہوا ، ۱۰۲
- ۲۹ — جب بتقریبِ سفر یاد نے عمل باندھا ، ۱۰۲
- ۳۰ — میں اور بزمِ ناز سے یوں تشنہ کام آؤں ، ۱۰۳
- ۳۱ — گھر سہارا جو نہ دوتے بھی تو دیراں ہوتا ، ۱۰۳
- ۳۲ — نہ تھا کچھ تو خدا تھا ، کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا ، ۱۰۶
- ۳۳ — یک قدمِ زمیں نہیں بے کار باغ کا ، ۱۰۸
- ۳۴ — وہ مری چہیں تجس سے غم نہاں سمجھا ، ۱۰۹
- ۳۵ — پھر مجھے دیدہ تر یاد آیا ، ۱۱۰
- ۳۶ — ہوئی تاخیر تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا ، ۱۱۲
- ۳۷ — لبِ خشکِ درِ مشکلی مُردگان کا ، ۱۱۶
- ۳۸ — تو دوست کسی کا بھی جہنگ نہ ہوا تھا ، ۱۱۶
- ۳۹ — شبِ کدوہ مجلسِ فروغِ خلوتِ ناموس تھا ، ۱۱۸
- ۴۰ — آئینہ دیکھ اپنا ساتھ لے کے وہ گئے ، ۱۱۸
- ۴۱ — عرضِ نیازِ عشق کے قابل نہیں رہا ، ۱۰۰
- ۴۲ — رشک کہتا ہے کہ اس کا غیر سے اخلاص حیف ، ۱۰۲
- ۴۳ — ذکرِ اُس پر ہی دُش کا اورد پھر بیاں اپنا ، ۱۰۳
- ۴۴ — مَرُوئےِ معصیتِ نظرِ مہل مری قیمت یہ ہے ، ۱۰۶
- ۴۵ — غافلِ بوجہم نازِ خود آ رہا ہے ، ورنہ بیاں ، ۱۰۶

۳۶۔ جود سے باز آئے پر باز آئیں کیا ، ۱۰۸

۳۷۔ لطافت ہے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی ، ۱۰۸

۳۸۔ عشرتِ قفر ہے دریا میں فنا ہو جانا ، ۱۱۰

روایف (ب)

۳۹۔ پھر ہوا وقت کہ ہر بال کشا مویج شراب ، ۱۱۲

روایف (ت)

۵۰۔ افسوس کہ دیداں کا کیا رذق فلک نے ، ۱۱۳

۵۱۔ رہا گر کوئی تا قیامت سلامت ، ۱۱۶

۵۲۔ مند گشتیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں غالب ، ۱۱۶

۵۳۔ آمدِ خط سے ہوا ہے سرور ہا زاد دوست ، ۱۱۸

روایف (ج)

۵۴۔ گلشن میں بندوبست ہر گنگ و گرسے آج ، ۱۲۰

۵۵۔ لوہم مرینہ عشق کے تیمار دار ہیں ، ۱۲۰

روایف (ج)

۵۶۔ نفس نہ انجمنِ آذو سے باہر کیج ، ۱۲۲

روایف (د)

۵۷۔ حسنِ غریب کی کشاکش سے چٹا میرے بعد ، ۱۲۳

روایف (س)

۵۸۔ جلا سے ہیں جویہ پیشی نقر درو دیوار ، ۱۲۶

۵۹۔ گھر جب بنایا تو بے در پر کے بغیر ، ۱۲۸

۶۰۔ کیوں جل گیا نہ تابِ رُخ یار دیکھ کر ، ۱۳۰

۶۱۔ لہذا ہے مراد دل زحمتِ ہر درخشاں پر ، ۱۳۲

۶۲۔ ہے بسکہ ہر اک آنی کے اشارے میں نشان اور ، ۱۳۳

۶۳۔ صفائے حیرت آئینہ ہے ساراں رنگِ آخر ، ۱۳۶

۶۴۔ ستم کشِ مصلحت سے ہوں کہ خراباں تجھ پہ عاشق ہیں ، ۱۳۶

۶۵۔ جنوں کی دستگیری کس سے ہو گر نہ عربانی ، ۱۳۸

۶۶۔ لازم تھا کہ دیکھو مراد سا کوئی دن اور ، ۱۴۰



### روایف (ن)

- ۶۷۔ فارغ مجھے نہ جان کہ مانند صبح ہر ، ۱۳۲  
 ۶۸۔ حریفِ مطلب مشکل نہیں نسوئی نیاز ، ۱۳۲  
 ۶۹۔ وسعتِ سخی گرم دیکھو کہ سرتاسر خاک ، ۱۳۲  
 ۷۰۔ کیونکر اس بت سے رکھوں جان عزیز ، ۱۳۳  
 ۷۱۔ نے گلِ نغمہ میں نہ پردہ ساز ، ۱۳۶

### روایف (س)

- ۷۲۔ 'خردہ اسے ذوقِ اسیری کہ نگر آتا ہے ، ۱۳۸

### روایف (ش)

- ۷۳۔ نہ لیوے گر خوبی جو ہر طراوت سبزہ خط سے ، ۱۵۰

### روایف (ع)

- ۷۴۔ جادۂ رہ ، خور کو وقتِ شام ہے تارِ شعاع ، ۱۵۰  
 ۷۵۔ 'برخِ انگار سے ہے سوزِ جادہائی شمع ، ۱۵۲

### روایف (ف)

- ۷۶۔ بیمِ رقیب سے نہیں کرتے وداع ہر ش ، ۱۵۲

### روایف (ک)

- ۷۷۔ زخم پر چھڑکیں کہاں طفلانِ بے پروا تک ، ۱۵۶  
 ۷۸۔ آہ کو چاہئے اک عمر اثر ہر نے تک ، ۱۵۸

### روایف (گ)

- ۷۹۔ گر تجھ کو ہے یقین اجابت دُعا نہ مانگ ، ۱۶۰

### روایف (ل)

- ۸۰۔ ہے کس قدر ہلک فریبِ وفا کے گل ، ۱۶۲

### روایف (م)

- ۸۱۔ غم نہیں ہوتا ہے آنکھوں کو بیش از یک نفس ، ۱۶۳

- ۸۲۔ بہ نالہ حاصلِ دلہنگی فراہم کر ، ۱۶۶

- ۸۳۔ مجھ کو دیا بغیر میں مانا دمن سے فور ، ۱۶۶

### ردیف (ن)

- ۸۳ — توں دام بختِ خفتہ سے یک خوابِ خوش دے ، ۱۶۸
- ۸۵ — وہ فراق اور وہ وصل کہاں ، ۱۶۸
- ۸۶ — کی وفا ہم سے تو غیر اس کو جفا کہتے ہیں ، ۱۷۰
- ۸۷ — آبرو کیا خاک اس گل کی کر گلشن میں نہیں ، ۱۷۲
- ۸۸ — آنسو کہوں کہ آہ سوار ہوا کہوں ، ۱۷۳
- ۸۹ — مہرباں ہر کے بلالو مجھے ، چاہر جس وقت ، ۱۷۶
- ۹۰ — ہم سے کھل جاؤ بوقتِ بے پرستی ایک دن ، ۱۷۸
- ۹۱ — ہم پر جفا سے ترکِ وفا کا لگاں نہیں ، ۱۸۰
- ۹۲ — مانعِ دشتِ نوردی کوئی تدبیر نہیں ، ۱۸۲
- ۹۳ — مت مردکب دیدہ میں سمجھو یہ نگاہیں ، ۱۸۴
- ۹۴ — برشکالِ گریہ عاشق ہے دیکھا چاہتے ، ۱۸۴
- ۹۵ — عشقِ تاثیر سے نومید نہیں ، ۱۸۶
- ۹۶ — جہاں تیرا نقش قدم دیکھتے ہیں ، ۱۸۸
- ۹۷ — طبع ہے خوشے یار سے نارِ التهاب میں ، ۱۹۰
- ۹۸ — کل کے لئے کر آج زنجستِ شراب میں ، ۱۹۲
- ۹۹ — حیراں ہیں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں ، ۱۹۶
- ۱۰۰ — ذکرِ میرا بہ بدی بھی اُسے منظور نہیں ، ۱۹۸
- ۱۰۱ — نالہ جزِ حشرِ طلب اے ستم ایجاد نہیں ، ۲۰۰
- ۱۰۲ — دونوں جہان دے کے وہ تجھے یہ خوش دلا ، ۲۰۲
- ۱۰۳ — ہو گئی ہے خیر کی خیر ہی بیانی کا رگر ، ۲۰۲
- ۱۰۴ — قیامت ہے کہ سن لیل کا دشتِ قیس میں آنا ، ۲۰۳
- ۱۰۵ — دل لگا کر لگ گیا اُن کو بھی تنہا بیخدا ، ۲۰۴
- ۱۰۶ — یہ ہم جو ہجر میں دیرِ بعد کو دیکھتے ہیں ، ۲۰۶
- ۱۰۷ — نہیں کہ لہر کو قیامت کا اعتقاد نہیں ، ۲۰۸
- ۱۰۸ — تیرے قوس کو صبا باندھتے ہیں ، ۲۱۰
- ۱۰۹ — زمانہ سخت کم آزار ہے بجاں اسد ، ۲۱۰

- ۱۱۰۔ دائم پڑا ہوا ترسے در پر نہیں ہوں میں ، ۲۱۲  
 ۱۱۱۔ سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں ، ۲۱۳  
 ۱۱۲۔ دیوانگی سے دوش پر نہ تار بھی نہیں ، ۲۱۵  
 ۱۱۳۔ نہیں ہے زخم کوئی بخنے کے دردِ عمر سے تھی میں ، ۲۲۰  
 ۱۱۴۔ مڑے جہان کے اپنی نظر میں خاک نہیں ، ۲۲۲  
 ۱۱۵۔ دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھرنے آئے کیوں ، ۲۲۴  
 ۱۱۶۔ غنچہٴ ناشگفتہ کو درد سے مت دکھا کہ تیرے ، ۲۲۶  
 ۱۱۷۔ اپنا احوالِ دلِ زار کہوں یا نہ کہوں ، ۲۲۸

### ردیف (ق)

- ۱۱۸۔ حسد سے دل اگر افسردہ ہے گرم تما شاہو ، ۲۳۰  
 ۱۱۹۔ کعبے میں جا رہا ، تو نہ دو طعنہ کیا کہیں ، ۲۳۰  
 ۱۲۰۔ وار سے اس سے ہیں کہ محبت ہی کیوں نہ ہو ، ۲۳۲  
 ۱۲۱۔ قفس میں ہوں گرا چھا بھی نہ جانیں میرے خوبی کو ، ۲۳۴  
 ۱۲۲۔ دھرتا ہوں جب میں پیئے کو اس یسمن کے پاؤں ، ۲۳۶  
 ۱۲۳۔ داں اس کو ہوا دل ہے تو یاں میں ہوں شرمسار ، ۲۳۶  
 ۱۲۴۔ داں پہن کر جوشِ آتا ہے ہم ہے ہم کو ، ۲۳۸  
 ۱۲۵۔ تم جانو تم کو غیر سے جو رسمِ وراہ ہو ، ۲۴۰  
 ۱۲۶۔ گئی وہ بات کہ ہر گفتگو تو کیر نکر ہو ، ۲۴۲  
 ۱۲۷۔ کسی کو دے کے دل کوئی فراموشی نہاں کیوں ہو ، ۲۴۴  
 ۱۲۸۔ رہتے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو ، ۲۴۶

### ردیف (ک)

- ۱۲۹۔ از مہر تابہ تیرہ دل و دل ہے آئینہ ، ۲۴۸  
 ۱۳۰۔ ہے سبزہ زار ہر درو دیارِ حلقہ ، ۲۴۸

### ردیف (ج)

- ۱۳۱۔ صد جلدہ زوہر دے جو مژگاں اٹھائے ، ۲۵۰  
 ۱۳۲۔ مسجد کے زیر سایہ غرائب چاہتے ، ۲۵۲  
 ۱۳۳۔ بساؤ تجھ میں قضا یک دن ، یک قطرہ غم وہ بھی ، ۲۵۴

- ۱۳۲۔ ہے بزمِ تجاں میں سخی آزد و لہجوں سے ، ۲۵۶
- ۱۳۵۔ تا ہم کوشکایت کی بھی باقی نہ رہے جا ، ۲۵۸
- ۱۳۶۔ گھر میں تھا کیا کہ تراجم اسے غارت کرتا ، ۲۵۸
- ۱۳۷۔ غم نہ نیا سے گر باقی بھی فرصت سراٹھانے کی ، ۲۶۰
- ۱۳۸۔ حاصل سے ہاتھ دھو بیٹھ اسے آزد و خرامی ، ۲۶۰
- ۱۳۹۔ کیا تنگ ہم ستم زندگان کا مکان ہے ، ۲۶۲
- ۱۴۰۔ درد سے میرے ہے تجھ کو بے قراری ہائے ہائے ، ۲۶۳
- ۱۴۱۔ سرکشگی میں عالم ہستی سے یاس ہے ، ۲۶۶
- ۱۴۲۔ گر خامشی سے فائدہ اخلائے راز ہے ، ۲۶۸
- ۱۴۳۔ تم اپنے شکوے کی باتیں نہ کھو دکھو کے پوچھو ، ۲۶۸
- ۱۴۴۔ ایک جا حروب و فاکھیا تھا وہ بھی مٹ گیا ، ۲۷۰
- ۱۴۵۔ ہنس میں گزرتے ہیں جو کوچے سے وہ میرے ، ۲۷۰
- ۱۴۶۔ مری ہستی فضائے حیرت آباد ترسا ہے ، ۲۷۲
- ۱۴۷۔ رحم کو ظالم کو کیا بڑو چراغِ کشتہ ہے ، ۲۷۴
- ۱۴۸۔ چشمِ خراباں خامشی میں بھی نوا بہ دلا ہے ، ۲۷۴
- ۱۴۹۔ عشقِ مجبور کو نہیں وحشت ہی سہی ، ۲۷۶
- ۱۵۰۔ ہے آرمیدگی میں مگوہش بجا مجھے ، ۲۷۸
- ۱۵۱۔ زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالب ، ۲۷۸
- ۱۵۲۔ اس بزم میں مجھے نہیں جنتی حیا کہتے ، ۲۸۰
- ۱۵۳۔ رفتارِ عمر قطعِ رو اضطراب ہے ، ۲۸۲
- ۱۵۴۔ دیکھنا قسمت کو آپ اپنے پر رنگ آجاتے ہے ، ۲۸۳
- ۱۵۵۔ گرمِ قریا دکھا ، شکلِ نہال نے مجھے ، ۲۸۶
- ۱۵۶۔ کارِ گاہِ ہستی میں لالہ دماغِ سلاں ہے ، ۲۸۸
- ۱۵۷۔ آگ رہا ہے درودِ یار پر سبزِ غالب ، ۲۸۸
- ۱۵۸۔ سادگی پر اس کی مر جانے کی حسرتِ دل میں ہے ، ۲۹۰
- ۱۵۹۔ دل سے تری نگاہِ جگر تک آخر گئی ، ۲۹۳
- ۱۶۰۔ تسکین کو ہم نہ رو تیں جو ذوقِ نظر ہے ، ۲۹۳

- ۱۶۱۔ کوئی دن گر زندگانی اور ہے ، ۲۹۶
- ۱۶۲۔ کوئی امید پر نہیں آئی ، ۲۹۸
- ۱۶۳۔ دل نادان تجھے جہاں کیا ہے ، ۳۰۰
- ۱۶۴۔ کہتے تو جو تم سب کو بہت غالیہ مٹا گئے ، ۳۰۲
- ۱۶۵۔ پھر کچھ اک دل کو بے قراری ہے ، ۳۰۳
- ۱۶۶۔ جنوں شمت کش نسکین نہ ہو ، اگر شادمانی کی ، ۳۰۸
- ۱۶۷۔ نگویش ہے سزا فریادی بیدار دلبر کی ، ۳۱۰
- ۱۶۸۔ بے اعتدالیوں میں ٹپک سب سے ہم جہتے ، ۳۱۲
- ۱۶۹۔ جزہ نقد داغ دل کی کسے شعلہ پاسانی ، ۳۱۳
- ۱۷۰۔ ظلمت کدے میں میرے شبِ غم کا جوش ہے ، ۳۱۶
- ۱۷۱۔ نہ ہوئی گروے مرنے سے تسلی نہ سہی ، ۳۲۰
- ۱۷۲۔ میں ہوں شستاقی جفا مجھ پہ جفا اور سہی ، ۳۲۲
- ۱۷۳۔ آکر مری جان کو قرار نہیں ہے ، ۳۲۳
- ۱۷۴۔ ہجومِ غم سے یاں تک سرنگونی مجھ کو حاصل ہے ، ۳۲۶
- ۱۷۵۔ پا جاسم ہو رہا ہوں بسکہ میں مھرا نود ، ۳۲۶
- ۱۷۶۔ جس بزم میں تو ناز سے گفتار میں آوے ، ۳۲۸
- ۱۷۷۔ خنسی نہ گرچہ ہنگامِ کمال اچھا ہے ، ۳۳۲
- ۱۷۸۔ عجب نشاط سے جفا دے چلے ہیں ہم آگے ، ۳۳۳
- ۱۷۹۔ شکوے کے نام سے بے ہر خفا ہوتا ہے ، ۳۳۶
- ۱۸۰۔ ہر ایک بات پر کہتے ہو تم کو تو کیا ہے ، ۳۳۰
- ۱۸۱۔ میں انہیں چھریوں اور کچھ نہ کہیں ، ۳۳۲
- ۱۸۲۔ غیر لیں محفل میں بوسے جام کے ، ۳۳۳
- ۱۸۳۔ پھر اس انداز سے بھلا آئی ، ۳۳۶
- ۱۸۴۔ تفاعلِ دوست ہوں میرا داغِ عجز عالی ہے ، ۳۳۶
- ۱۸۵۔ کب وہ سفاک ہے کہانی ہے ، ۳۳۸
- ۱۸۶۔ نقشِ ناز بہت طناز بہ آغوشِ رقیب ، ۳۵۰
- ۱۸۷۔ گلشن کو خری صحبت از بسکہ خوش آئی ہے ، ۳۵۰

- ۱۸۸۔ جس زخم کی ہر سکتی ہو تدبیر دہی ، ۳۵۲
- ۱۸۹۔ سیلاب پشت گری آئینہ دے ہے ہم ، ۳۵۳
- ۱۹۰۔ ہے وصل ہجر ، عالم تمکین و ضیاء میں ، ۳۵۳
- ۱۹۱۔ چاہئے اجڑوں کو جتنا چاہئے ، ۳۵۶
- ۱۹۲۔ ہر قدم دلدلی منزل ہے نمایاں مجھ سے ، ۳۵۸
- ۱۹۳۔ نکلتے ہیں ہے غم دل اس کو ملتے نہ رہے ، ۳۶۲
- ۱۹۴۔ چاک کی خواہش اگر دشت پر غریبی کرے ، ۳۶۳
- ۱۹۵۔ وہ آکے خواب میں تسکین اضطراب تو دے ، ۳۶۶
- ۱۹۶۔ تپش سے میری وقف کشمکش ہر تابستر ہے ، ۳۶۸
- ۱۹۷۔ خطر ہے رشتہ الفت رگ گردی نہ ہر جاتے ، ۳۶۸
- ۱۹۸۔ فریادی کوئی لئے نہیں ہے ، ۳۷۰
- ۱۹۹۔ نہ کچھ فیض سر ہم جرات دل کا ، ۳۷۲
- ۲۰۰۔ ہم رنگ کو اپنے ہیں گواہ نہیں کرتے ، ۳۷۲
- ۲۰۱۔ کہے ہے بادہ ترے لب سے کسب رنگ فروغ ، ۳۷۳
- ۲۰۲۔ کیوں نہ جو چشم بیکار تجھ تغافل کیوں نہ ہو ، ۳۷۳
- ۲۰۳۔ دیا ہے دل اگر اس کو ، بشر ہے کیا کہئے ، ۳۷۶
- ۲۰۴۔ دیکھ کر وہ پردہ گرم دامن افشانی مجھے ، ۳۷۹
- ۲۰۵۔ یاد ہے شادی میں بھی جنگلات یارب مجھے ، ۳۸۰
- ۲۰۶۔ حضور شاہ میں اہل سخن کی آزمائش ہے ، ۳۸۲
- ۲۰۷۔ کبھی شک بھی اس کے پی میں گر آجاتے ہے مجھ سے ، ۳۸۳
- ۲۰۸۔ زبیک عشق تماشا جنوں علامت ہے ، ۳۸۶
- ۲۰۹۔ لاغر آتا ہوں کہ گر تو ہزم میں یاد ہے مجھے ، ۳۸۸
- ۲۱۰۔ بازیچہ اطفال ہے دنیا مرے آگے ، ۳۹۰
- ۲۱۱۔ کوئی جو حال تو کہتے ہو مدعا کہتے ، ۳۹۳
- ۲۱۲۔ رونے سے اور عشق میں بیباک ہو گئے ، ۳۹۸
- ۲۱۳۔ نشر و شاد لب رنگ و ساز ہا مستطرب ، ۴۰۰
- ۲۱۴۔ عرض ناز شوقی ونداں برائے خندہ ہے ، ۴۰۲

## قطعات

- گئے وہ دن کرنا دانستہ غیروں کی وفاداری ، ۳۹۰  
 — ہے جو صاحب کے کتب دست پر یہ چکنی ڈلی ، ۳۹۲  
 — منظور ہے گزارش احوال واقعی ، ۳۹۶  
 — اسے شنشاد آساں اورنگ ، ۵۰۰

## متفرقات

- اب رہا ہے کب میں خود و بشر کا امتیاز ، ۵۰۸  
 — پانی سے سگ گزیرہ ڈرے جس طرح اسد ، ۵۰۸  
 — اسد اٹھا قیامت کائناتوں کا وقتِ آراکش ، ۵۰۸  
 — دیدہ خوباں سے محبت سے دلے آج ندیم ، ۵۱۰  
 — ابرموتا ہے کہ ہزمِ طرب آمادہ کرو ، ۵۱۰  
 — کمالِ حسن اگر موقوف اندازِ تعاقب ہو ، ۵۱۰  
 — شکوہِ یاماں خیابانِ دل میں پنہاں کر دیا ، ۵۱۰

## ترجمے کا اعجاز

”تخلیق فنی کارنامے اپنی جگہ مگر ان کے بعد میرے نزدیک علم و فن کی دنیا میں دستور  
ترین کام، ایک زبان کی شاعری کا دوسری زبان میں منظوم ترجمہ ہے جو حضرات یورپی  
زبانوں پر قدرت رکھتے ہیں، کہتے ہیں کہ اگرچہ انگریزی، فرانسیسی، روسی، جرمن، اطالوی  
ہسپانی اور دیگر زبانوں کے افعال و مصلوہ کا معاملہ خاصی یکسانیت رکھتا ہے اور پھر  
یورپی ممالک کے تمدنوں میں بھی خاصی مماثلت پائی جاتی ہے، اس لئے ان زبانوں کے  
باہمی تراجم میں اتنی شدید دشواریاں حائل نہیں ہوتیں، تاہم یہ تراجم بھی اصل کی روح  
کو کما حقہ برقرار نہیں رکھ سکتے۔ اسی طرح شاعری کے غیر فانی شاہکاروں کا ترجمہ بشری  
شاہکاروں کے تراجم کے مقابلے میں کس زیادہ مشکل ہوتا ہے، بہر حال یہ طے ہے کہ  
شاعری کا شاعری میں ترجمہ اعلیٰ درجے کی شعر شناسی کے علاوہ بڑی محنت و مشقت  
اور شدید کد و کاوش کا بھی متقاضی ہے اور متعلقہ زبانوں پر استادانہ گرفت کا بھی۔

خود اپنی مثال پیش کرتا ہوں کہ ۱۹۵۹-۵۸ء کی نظر بندی کے دنوں میں جیل کے  
اندر مجھے انگریزی شاعری کا ایک انتخاب ہاتھ لگا۔ اس کے مطالعے کے دوران میں  
نے محسوس کیا کہ الزبتھ براؤننگ کے ”لوو سانیٹ“ (LOVE SONNETS)  
ہماری غزل کے بہت قریب ہیں۔ چنانچہ میں نے ان سانیٹس کو اردو شاعری میں منتقل  
کرنے کی کٹائی۔ کئی دن گزر گئے اور میں ایک سانیٹ کی ابتدائی چار پانچ لائنوں کا بھی  
سچا اور کھرا اور معیاری ترجمہ کرنے سے قاصر رہا۔ ترجمے کے طور پر جو مصرعے میرے ذہن



میں آتے وہ بجائے خود خوبصورت تو تھے مگر انہیں الزجہ کے مصرعوں کے دیانتدارانہ تراجم نہیں کہاجا سکتا تھا کیونکہ کسی مصرعے میں اصل کے مقابلے میں کچھ اضافہ ہو گیا تھا اور کسی مصرعے میں کچھ کمی رہ گئی تھی جہاں پختہ میں نے ترجمے کا ارادہ ترک کر دیا۔ پھر میں اثر نگہنری اور ہادی حسین وغیرہ کے انگریزی کے منکوم تراجم دیکھ چکا تھا اور میں ان تراجم میں ایک اور پچھلے اور بے دس ترجمے کا اضافہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

مگر جب چند برس بعد عزیزم خالد احمد نے مجھے بتایا کہ ایک پنجابی شاعر اسیر عابد نے ”دیوان غالب“ کو پنجابی شاعری میں منتقل کرنے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے تو مجھے مسرت کی بجائے خدشہ محسوس ہوا کہ پنجابی میں منتقل ہو کر کہیں مرزا غالب کے ساتھ زیادتی نہ ہو جائے۔ میں سوچتا تھا کہ اسیر عابد نے غالب کے مثلاً اس شعر کے ساتھ کیا سلوک کیا ہوگا :-

دل نہیں درد نہ دکھاتا تجھ کو داغوں کی بہار

اس چراغاں کا کردن کیا ، کار فرما جل گیا

کچھ عرصے کے بعد میں نے اسیر عابد کے تراجم میں سے اس شعر کا ترجمہ بطور خاص تلاش کیا ، اور جب یہ ترجمہ پڑھا تو دم بخود رہ گیا کہ مرزا غالب کے اس برے شعر کے مفہوم کو اسیر عابد نے کچھ اس طرح پنجابی کا جامہ پہنایا ہے کہ اگر غالب زندہ ہوتا اور اسے پنجابی سے بھی شدید ہوتی تو یہ ترجمہ سن کر وہ اسیر عابد کو سینے سے لگالیتا۔ ترجمہ یہ تھا :-

دل ہند اتے آپے تینوں جلد سے داغ دکھاندا

میں ایہ دیوے کتنے بالاں ، بالین والا بلیا

جب پورے ”دیوان غالب“ کا یہ پنجابی ترجمہ میرے ہاتھ لگا تو میں اپنے بعض پسندیدہ اشعار کے تراجم پر جھپٹا ، ایک شعر یہ تھا :-

تو اور سوتے غیسو، نظر پائے تیز تیز  
میں اور دکھ تری مژدہ ہائے دراز کا

اسیر عابد کا ترجمہ لیں تھا۔

اور صرتوں پایا دیکھیں غیروں دتے ڈوہنگی ڈوہنگی اکھ  
ایدھر مینوں کڑکا تیریاں کیتاں قیتاں پلکان دا

اسیر عابد کے اس طرح کے سچے اور اچھے تراجم سے میں مسحور ہو کر رہ گیا۔ میں سوچنے لگا کہ جس طرح شعر کا قدرت کی طرف سے دو بیت کی ہوائی قوتوں کا اظہار ہے، اسی طرح اچھے شعر کا اچھا ترجمہ بھی قدرت کی اس دو بیت خاص کے بغیر ممکن نہیں اور اسیر عابد اس دو بیت خاص سے پوری طرح آگاہ ہے۔

ہم میں سے بہت سے کوتاہ نظر لوگ غالب کو مشکل گو اور دشوار پسند اور مبہم اور نہ جاننے کا کیا کہتے نہیں تھکتے مگر ناقابل تردید حقیقت یہ ہے کہ غالب اردو کا عظیم ترین شاعر ہے۔ اس نے اردو غزل کو وقار بخشا ہے اور اردو شاعری کا سرسنا اور نچا کیا ہے کہ وہ دوسری ترقی یافتہ زبانوں کی شاعری کے ہمسر نظر آنے لگی ہے۔ ایسے شاعر کی تخلیقات کے ترجمے کے بارے میں سوچنے سے ہی لرزہ طاری ہو جاتا ہے مگر اسیر عابد کا ترجمہ دیکھئے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اس نے غالب کو پانی کی طرح پی لیا ہے اور اسے اپنے خون میں رواں کر لیا ہے۔ نتیجہ یہ کہ غالب کے اس طرح کے اشعار کو بھی اسیر عابد نے اپنے کمال فن سے ہموار کر لیا ہے جنہیں عام پسند اشعار میں شمار نہیں کیا جاتا۔

مثلاً :-

حسد سے دل اگر افسردہ ہے، گرم تماشا ہو  
کہ چشم تنگ شاید کثرتِ نظارہ سے داہر

بقدر حسرت دل چاہتے ذوقِ معاشی بھی  
بھروں یک گوشہ داسی، مگر آبِ ہفت دریا ہر  
اب اسیرِ غائب کا دیانت و ارادت اور فی کا رانہ ترجمہ دیکھتے :-

ساڑے پاروں سے دل بچھیا، مار لے جاتی نظراں دی  
خبر سے سوڑی اکھ، نظارے، کھینچ کر قبرِ تاس دی  
سدا چراغِ جیتی ترسیدہ دی ہو سے جہوت جہوں گناہوں دی  
میری چنڈ نہ گلی کر دی، چھپتی سنت سمندر اس دی  
غالب کا یہی مترجم جب غالب کی سلیس اور بظاہر سادہ اور ساتھ ہی قبلِ نما  
غزلوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو ایسے ایسے فنی معجزے نمود پذیر ہوتے ہیں :-

زندگی یوں بھی گزر ہی جاتی  
کیوں ترا دھگڑ یاد آیا  
کوئی دیرانی سی دیرانی ہے  
دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

ترجمہ :-

ایں یوں کیوں ننگہ حیاتِ جانی سی  
خبر سے کاہنوں تیرا لنگھا یاد آیا  
ات اباٹاں جیساں ات اباٹاں نہیں  
تھلاں بہتے ڈٹھیاں جھٹکا یاد آیا

دو اور اشعار :-

قطع کیجئے نہ تعلق ہم سے  
کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سے

ہم بھی تسلیم کی خُر ڈالیں گے  
بے نیازی قری عادت ہی سی

ترجمہ: —

ساڈے نالوں لگتے لگاتے تروڑیں نہ  
نچھ دی نہیں تے بھلیا ایت کھڑا سہی  
آسی کدی دی آگوں سر نہ چٹکاں گے  
بے پردا ہتیاں تیسرا لکھو ویسا سہی  
اب آخر میں غالب کی معروف اسلیس، غزل، دکوئی امید بر نہیں آتی، کے  
چند اشعار کا ترجمہ دیکھئے :-

سرت کا ایک دن مصیق ہے  
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی  
آگے آتی تھی حالِ دل پہ ہنسی  
اب کسی بات پر نہیں آتی  
جانتا ہوں ثوابِ طاعت و زہد  
پر طبیعت ادھر نہیں آتی  
اسیر عابد ان اشعار کی سادگی اور پُرکادی کو یوں اپنے تخلیقی ترجمے کی  
گرفت میں لاتا ہے :-

پکی گل اسے، مرنا اک دن مہتیا اسے  
نیند کا ہنوں راتیں بھلی آؤندی نہیں  
آگے دل دے حالوں ہاسٹر آؤندی سی  
ہوں کہے دی گھوں بغیر ہی آؤندی نہیں

منشیا، متھے ٹیکیاں، اجر و دھیرے میں  
ایسے پاسے طبع کینتی آؤندی نہیں

ان اشعار کے ترجمے میں ”جھٹی“ اور ”بجڑی“ اور کینتی کے اضافوں پر چونکہ  
نہیں چاہیے کہ ان الفاظ کے بر محل استعمال سے غالب کے شعر کا مفہوم اپنی  
انتہائی گہرائیوں تک واضح ہو جاتا ہے۔ اسیر عابد کے تراجم میں جہاں جہاں بھی  
اس طرح کے — بظاہر بے جا — اضافے وارد ہوئے ہیں، وہ محض ضرورت  
شعری یا وزن و بحر کے تحت وارد نہیں ہوئے بلکہ ان اضافوں نے غالب  
کے اشعار کی تفہیم میں اضافے کئے ہیں اور یہ اشعار پڑھنے والے پر آمینہ ہوتے  
چلے جاتے ہیں۔ یوں اسیر عابد نے کسی ایک مقام پر بھی غالب کے ساتھ زیادتی کا  
اوتکاب نہیں کیا اور دیوان غالب کا ایک ایسا منظم پنجابی ترجمہ وجود میں آیا جو  
آئندہ صدیوں تک ترجمے کا معیار قرار دیا جاتا رہے گا۔

مترجم کے لئے ان دونوں زبانوں پر کاغذ، حاوی ہونے کی ضرورت ہوتی ہے  
جس کا ترجمہ ہو دہا ہو اور جس میں ترجمہ ہو دہا ہو۔ اسیر عابد کے اس ترجمے نے  
دونوں روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ وہ اردو کی انتہائی گہری اور گہیر شاعری  
کی تفہیم و تحسین پر بھی حاوی ہے اور پنجابی تو بھیجے اس کے سامنے ہاتھ باندھے  
کھڑی ہے۔ ترجمے کا یہ معجزہ اسی لئے نمود پذیر ہوا ہے۔

احمد ندیم قاسمی

یکم مارچ ۱۹۸۷ء

## پینڈا

سن آئی سوچو نہ میں دیکھتا ہوں مشتری کیسی ادارے وچ ٹیچر ٹریننگ  
 مئی داخلہ دیا۔ اک سال دی ٹریننگ دودن استاد کچھ ایڈے دیا کو ہو گئے کراہن  
 مینوں ایسے ادارے وچ ملازمت دوان دی ہائی بھرتی۔ اپریل ۱۹۶۲ نوں  
 استاد محترم مولوی شہاب الدین مرحوم دے آنکھیں وکھیں تے پرنسپل ایم اے کیزو  
 ہوداں مینوں معلم اسلامیات دا تقرری نامہ دے وتا۔ مولوی شہاب الدین مرحوم  
 فاضل ادبیات ہوی دے مال مال قرآن، حدیث تے اسلامی تاریخ دے چنگے بھلے  
 عالم سن۔ ایسے مئی مسیحی ہندیاں دی سارے اونہاں نوں مولوی صاحب ای گہنے  
 سن۔ مولوی صاحب بزرگ ہستیاں وچوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ تے شاعری  
 وچ غالب دے بڑے مداح سن۔ گل گل تے غالب دا شعر پڑھ دیندے سن۔  
 غالب مال میری عقیدت دی اونہاں دی صحبت دافیعہ اے۔

سن آئی سوچو وچ فاضل اردو دا امتحان دی مئی میں پورا کر لیاں غالب  
 پہل وار پڑھیا۔ شرحاں دی پڑھیاں۔ پرجیوی احمد ندیم قاسمی ہوداں فرمایا اے  
 وہ جو شعروں میں ہے بلکہ تھے پس الفاظ ندیم  
 اُس کا الفاظ میں انہار نہیں ہو سکتا

برہتے شعراں دا مقدم شروع ہوتا نہ آؤندا اوشا۔ امتحان پاس کر کے غالب

دا پڑھنا تے ٹک گیا پر کدی کدی پڑھانا پئے جاندا رہیا۔ پڑھیاں پڑھائیاں قشریاں  
تے گھڑے گھڑائے جیلے ہول کے طالب علماں نوں تے ملتیں کر لیندا، پرمیرا دل  
آہندا، غالب جھوہاں نیکرا اپڑیا تیں۔ ہاں: جہوں کدی اپنی مادری زبان پنجابی  
واسدارائے کے غالب دے شعر تے گل بات کہیتی تے ارج لگتا ہئی آج مینوں وی  
سمجھ آگئی اسے تے پڑھا کو اک نوں وی۔ جون ۱۹۷۳ء دی اک رات نوں غالب ہی  
مشہور غزل ”یہ نہ تھی پہاری قسمت کہ وصال یار ہوتا“ ریڈیو توں سن کے او سے  
ویلے دیوان پھڑکے پنجابی ترجمہ کر چھڈی۔ سویرہ جوتی تے سنان نوں دل کا بلا پکے گیا۔  
پر یار دوست تے شام نوں ای ڈھیٹے پڑھدے سن۔ شام ہی تے سچھ تولد پٹلاں  
ہوئل جا بیٹھا۔ بہرام ساحل، پرویز فراد، رفیق آذر، فقیر کامل تے ایم۔ بی منہاس  
آکے بیٹھے ای سن تے میں اوہناں نوں ترجمہ سنا شروع کر دتا۔ اوہناں دا وی دلی  
تے ہمد ترجمے کرن لئی وی اکھیا۔ تے میں اوہناں دی گل سن لئی۔ ایہناں دنوں دوالے  
یاراں دل کے حلقہ ادب و ثقافت دی نیند رکھی تے میں سلتے وچ پڑھن لئی ہور ترجمے  
دی کہتے۔ میرے بٹے گئے سچن اجمل خاں اجمل ہواں ایہ ترجمے کسے اختیار، رسالے  
اندر چھپوان وی راستے دتی پر میرا تے لاہور وچ حالی کوئی اجیسا شاعر، صحافی جاتو  
نہیں سی جیسے راہیں ایہ کم ہندا۔ اوہناں دنوں وچ لاہور اک دن پرویز فراد جوں  
ریاض احمد شاد نال ملاقات کرائی۔ ریاض احمد شاد نے حلقہ ارباب غالب لاہور دے  
آؤن والے مشاعرے وچ ترجمے پڑھن لئی آکھیا۔ اتفاق نال ایہ مشاعرہ وی غالب  
دی برسی دے سلسلے وچ ہو رہیا سی میں پہل وار ایسے مشاعرے وچ دو پنجابی  
ترجمے سنا تے۔ بڑی واہ واہ ملی پر خالد احمد نے میرا بھتا دل ودھایا بشاعرہ ممکن تے  
جیٹرے نویں سبھاں وچ داد دھا ہوا اوہناں وچ خالد احمد نجیب احمد گلزار افغان پڑی  
اکبر لاہوری مرحوم تے ڈاکٹر رشید انور شامل نیں۔ اسلام آباد کالج قصرتوں پر فیملی احمد

ہو رہا اچھے ترجمے سنی کے اپنے کالج و قوں میرے مال اک شام ترجمہ دہر بند ہو گیا۔  
 ایس شام وچ کالج دے پرنسپل ارشاد احمد حقانی دی موجودگی۔ ایسے شام دے سبج  
 تصور دے جیڑے دوستاں مال میان کاری ہوئی اوہناں وچ تحصیل آتش غلطہ منظرہ۔  
 انظر کاظمی، بسوز عباس، احسان الہی، ناوک تے بابا احمد یار خاں مجبور دے ناں گفنی  
 جوگہ نیں۔ بابا احمد یار خاں مجبور ہواں مینوں بڑی تھا پنا دتی تے ۱۹۸۲ء وچ اپنی  
 وفات توں کوئی دس پندراں دن پہلاں اک فارسی قطعہ عنایت کیاتے فرمایا،  
 "جہود کدی ترجمے دی کتاب چھپواتیں ایہی مال چھاپ دینا" میں بابا جی دا قطعہ  
 تبرکاً چھاپ رہیاں۔

آن ایسرے کہ عابدش گویند      دا دشرش نہ چوں دہند احباب  
 آن کہ از کاوشش مسلم بھجور      غالب آورده است در پنجاب  
 میں ایہناں صفحیاں اُتے اپنے ترجمے دی وڈیا قیستیں کھلارنا چاہندا۔ میں تے  
 صرف اوہناں مہربان بھیاں تے پلایاں داناں بھنا چاہنداں جنہاں اپنی اپنی تھاں  
 ایس ترجمے نوں دُور دُور اُڑان وچ بھرداں کردار ادا کیاتے اسے جناب احمد یار خاں  
 ہواں قنون "جیسے سردار ماہنامے وچ ایہ پنجابی ترجمہ شامل کر کے پنجابی داناں  
 ددھایا۔ ایسے طرحاں جناب عطا الحق قاسمی ہواں خواتے وقت، لاہور تے جناب  
 شفقت تنویر مرزا ہواں اسرفند لاہور دے ادبی صفحیاں تے کئی ترجمے تعارفی نوٹ  
 دے کے چھاپے۔ حسن رضوی ہواں جنگ لاہور تے انوار کرم ہواں مغربی پاکستان  
 لاہور ماہیں دی ایسے طرحاں یادی واضح ادا کیاتے میں ایہناں ساریاں واحسان منگتے  
 دیرین غالب دا ایہ منظوم پنجابی ترجمہ غلطی توں پہلی وار مجلس ترقی ادب لاہور و قوں  
 چھپیا تے ایہنوں اہل نظر دانشور تے کاریاں دلوں بڑی پذیرائی ملی۔ ایہدا ثبوت کتاب  
 دی تعدادی تقریباً پنج لکھاں تے سو جہوناں دے پڑھے گئے معنایں نیں۔ اوہ مضمون



تے اپنے نقل نہیں کیے جاسکے پر اوہناں دے خوشبوواں بھرے چند جھلے میں نقل  
کردیاں تاں جے اوہناں دی عظمت تے دڈیاں واندا نہ ہون سکے :

جناب احمد نیر تاجی ..... ”اسیر عابد نے کسی ایک حتام پر بھی غالب کے ساتھ نیارنی  
کا ادب نہیں کیا اور دیوان غالب کا ایک ایسا مضمون پنجابی  
ترجمہ وجود میں آیا جو آئندہ صدیوں تک ترجمے کا معیار قرار دیا جاتا رہے گا۔“

اشفاق احمد ..... ”فیر تین نال کبر سکر اک کراسیر عابد نے حد کر چھڑی اے تے قلعہ  
سٹی بیٹھاں دھیدو دا راٹھلا پلنگ ڈاھ کے اوہری کرسی ہو رپٹی کر  
چھڑی اے۔ بڑا اوکھا کم سی تے بڑا ہی سوکھا کر دنا اے — دہائی خدا دی:“

امجد اسلام امجد ..... ”ایسا نزاری کی بات یہ ہے کہ اسیر عابد نے دیوان غالب کا ترجمہ  
کر کے اس کا حق ادا کر دیا ہے اور یہ کام اس نے ایک ایسے زمانے  
میں کیا ہے جب حق اور ناحق کی تمیز ختم ہوتی جا رہی ہے۔“

پروفیسر ریاض احمد شاد ..... ”میں اس ترجمے کی چند ایک بیان کردہ خوبیوں اور  
بہت سی محسوس کردہ لطافتوں کی بنیاد پر اسے اس حدی  
کے پنجابی ادب کی کس بڑی کتابوں میں شمار کرتا ہوں۔“

بہارِ بجا وحید ..... ”اسیر عابد بڑی سیانف توں کم لیا اے جی اوہنے غالب  
دے شعری تصویر کچھ دی کرشش نہیں سمجھتی۔ اوہنے  
پہلوں شعر پنے اندر جذب کیتا اے تے فراہیاں صلاحیتاں توں کیس لاکے، پائے آئے  
دوائے وچ جہر کے دیمان لیا اے تے غالب دا اک اک شعر پنجاب دے پساراں  
دیاں پوچیاں چوٹیاں کندھاں اُتے چنٹ کیتا اے۔“

بیشیر مندر مرقوم ..... ”ایس دیوان وچ جویں اُردو شاعری اور کھنل اے او سہراں  
پنجابی شاعری دی اور کھنل اے۔ جے کدھرے کدھرے کوئی  
شعر ترجمے دی جھہر ما دوا اے تے او تھے ایر پتر نہیں چلا کر اسیر عابد نے غالب دا

ترجہ کہتا ہے یا غالب نے اسیر عابد دے پنجابی شعراں فوں اُردو دا ژوب دتا ہے۔ عمل  
اصل وچ ایہ دے کہ اسیر عابد نے اپنے دوتوں تے تجرہ کہتا ہے پر اوہ اپنا کڑچنگا ہو گیا ہے  
کہ اوہ دے تے اصل دا دھوکھا ہون لگ پیا ہے۔“

**انور مسعود** ”اس بات کا تذکرہ ضروری ہے کہ غالب کا مشاہدہ مرکب ہے وہ جب  
کسی ایک نقطے پر نظر ڈالتا ہے تو اس کی نظر تمام مربوط نقطوں کا احاطہ  
کر لیتی ہے۔ اس کو اس کی پہلو داری کہا جاتا ہے۔ غالب کی اس پہلو داری اور اس کے  
منفرد اسلوب بیان کو پنجابی کے رنگ میں رنگنے کی اسیر عابد نے ایسی کوشش کی  
ہے جس کی داد دیتے بغیر نہیں رہا جاسکتا۔“

**خالد احمد** ”جے غالب دی پنجابی لکھدا تے اجے ای لکھدا۔“

**جیلانی کامران** ..... ”بھروں کے اس نئے سلسلے اور مزاج نے غالب کی شعری  
شخصیت کو ایک بلا ٹھوچھو بھی دیا ہے اور ان بھروں کے

بلن سے جو غالب رونا ہوتا ہے اس کی صدا تو اُردو دیوان کے شاعر کی ہے لیکن اس  
کے خدو خال ان شاعروں سے مشابہ دکھائی دیتے ہیں جو پنجاب کے لوگ کلہ میں آباد  
رہے ہیں۔ اسیر عابد کے دیوان کا اسد اللہ خاں، ان پنجابی شاعروں کے قافلے میں شریک  
ہوتے نظر آتا ہے جو لوگ ورثے میں نمایاں ہیں۔ لیکن خیال انگیز امر یہ ہے کہ غالب اپنی  
صدا سے محروم نہیں ہوتا۔ اسیر عابد کے ترجمے کی ایک بڑی کامیابی ہے۔

دیہاں عظیم دانشوراں، نقاداں تے شاعراں دے مغفول وچوں میں جنہاں پٹلاں  
دی چون پسین کیتی لے اوہناں دی خوشبو ناں میرے ترجمے دا سارا سفر تک رہیا ہے۔  
میں دیہاں لوکاں نوں سلام پیش کرناں۔

پہلی اشاعت توں بعد سو گروہ اشاعت دیلے میں پورے دیوان تے نظر ثانی کر کے کوئی  
گھٹ گھٹ اسی نوے شعراں وچ کچھ تبدیلیاں کیتیاں نہیں۔ ایہہ تبدیلیاں کدھرے اک دو  
لفظاں تے کدھرے اک سحرے یا پورے شعر دیاں تبدیلیاں نہیں۔ ترجمے دے ایس عمل  
دا چیلن اکن والا نہیں۔ بعد دی ترجمہ پڑھناں تے نویں نویں مترادفات تے سانچے سامنے  
آوندے نہیں۔ ”موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں“ والا معاملہ ہے۔

ایس داری چڑیاں تبدیلیاں یا ترجمیاں کیتیاں گئیاں نہیں اوہناں دی وضاحت لئی

صرف اک مثال دیاں گا۔ ولایت غالب دی پہلی غزل دے مطلع وچ ”نعتش فریادی“ ہے دا ترجمہ پہلے ”چتر چکرالے“ کیا گیا سی چہڑا ترجمہ تے بیسی پر ”چیک“ دا لفظ ”فریاد“ تے بوہت نیڑے دانتیس سی۔ اُچی میں ایہوں ”چتر کوکھالے“ کر دتا اے کیوں جے ”کوک“ ”فریاد“ تو بے مترادف اے۔ پنجابی محاورہ اے ”پلی دی کوک وچ“۔ ایس طرحان ”کاغذی پیرہن“ دی ایرانی۔ مسیح دا نمائندگی اوسں دگاہ دل ہونا نڈا اے ہتے غالب فریاد اپڑنا چاہندا اے۔ ایسے طرحان باقی اسی نوے ترسیماں پچھے دی ایہو احساس موجود اے۔

ویناں ساریاں ترسیماں دوران میرادیاں ایس گل دل رہیا اے جے مترادفات بہتر توں بہتر اکون نالے شعر و مفہوم آسانی نال دی سمجھ آوے تے غالب دی اپنے مرتبے توں نچھنڈ ڈگے۔

میں اپنے خاں پنڈے دے ساتھی سچاں دا ہمیشہ شکرگزاراں چہڑے مینوں اپنے قیمتی مشوریاں نال شروت مندر کر دے رہندے نیں۔ اوہ نیں محمد عبداللہ جالبی، اودی گجانی، غلام بھاری، سید منصور احمد خاں، نجم الحسن نجی، عظیم اشرف، رحیم یار خاں، اسلم کوسری، بشیر کنور، آسیا کوٹ، اصغر سوڈا، سید فضل حسین شاہ، آسیا کوٹ، انظر منصور، اکرم شیخ، اقبال قیصر، سجاد مرزا، امین قادی، امین خیال، حسن ملک نے حلقہ ادب و ثقافت راجنڈ دے سارے ککے۔

کتاب نوں امیر من موزنی شکل دین وچ جتے جناب خالد سیف اللہ مہراں دا مہرواں تعاون تے جناب احمد خاں صاحب دے حسن انتظام شامل دے او تھے عبدالمبین مہراں دی خطاطی دے لکھنے دی اہل فن توں داد وصول کر دے رہن گے۔

سہ توں اُتے میں دیے دے وارث جناب احمد نعیم قاسمی مہراں دی سرپرستی دا ڈھیر ممنون آں جنھاں بڑی آدناں مجلس ترقی ادب لاہور دے ورگے چوٹی دے اداسے وکوں ”پنجابی ترجمے“ دے چھاپن دا سر بندھ کیا۔ نالے کتاب دا دیباچہ لکھ کے اہدی شان اچیری کیتی۔ اوہناں دے ایس لکھے خلوص تے پیار دا شکریہ ادا کرن توں میرے سارے حرف نتانے نیں۔



## رویف الف



نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا  
 کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا  
 کا دکا و سخت جانہائے تنہائی نہ پہچ  
 صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا  
 جذبہ بے اختیار شوق دیکھا چاہیے  
 سینہ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا  
 آگہی دہم شنیع جس قدر چاہے بچائے  
 مدعا غنقا ہے اپنے عالم تقدیر کا  
 بسکہ تہوں غالب اسیری میں بھی آتش زریا  
 موئے آتشیدہ ہے حلقہ مری زنجیر کا



جراحت تحفہ، الماس ارمغان، وارغ جگرہ دیہ  
 مبارک باد اسد غم خواہ جان دردمند آیا



چتر کو کدا اے پتر کار کیٹھے کیے گھن گھنیا وچ تحریر سائیں  
 چوے کاغذی سادیاں ٹوڑاں دے بے دتیاں بے تقصیر سائیں  
 کار کار نہ بچے اکلا پیاں دی پتر چند نوں رسکت عذاب اندر  
 شاموں فخر آڈیکدے کڈھ لیتے دودھ نہر پہاڑ نوں چیر سائیں  
 سدھر اتھری شوق شہادتاں دی مقنا طیس داگوں کچھ مار دی  
 سینے وچ تلوار دے ساہ اوکھا کڈھ چھ چھاتوں دھار شمشیر سائیں  
 سرتاں ہر ہشیار چالاک بھانویں جال کتاں دے کڈھ دھچان پتیاں  
 پنجمی خیب دا اپنی گل وچلی، نسیں پھر کدی وچ تقریر سائیں  
 غالب مینکھڑاں وچ نہ رہاں ٹھلکیا پیراں ہیٹھ چراتیاں بھجیاں نیں  
 کٹنڈل سیکیا وال ہے سنگلی وا جیسٹھی سنگلی اساں اتیر سائیں



پھٹ وا تحفہ، بیسداونگی، سینے مل سوغاتیں  
 اسد اللہ دھن بھاگ اُج تیرا جانی دردی آیا :



جز قیس اور کوئی نہ آیا بردے کار  
صحرا مگر بہ تنگی چشم حسود تھا

آشفگی نے نقش سودا کیا درست  
ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ دود تھا

تھا خواب میں خیال کو تجھ سے معاملہ  
جب آنکھ کھل گئی تو زیاں تھانہ سود تھا

لیتا ہوں محبت غم دل میں سبت ہنوز  
لیکن یہی کہ رفت گیا اور بود تھا

ڈھانپا کفن نے داغ عیوب برہنگی  
میں درد نہ ہر لباس میں ننگ وجود تھا

تیشہ بغیر مر نہ سکا کوہکن اسد  
سرگشتہ خوار رسوم و قیود تھا



مجنوں باہجوں عشق مدانے کوئی رٹے نہ چڑھیا  
خبرے دوکھی دی آنکھ داگوں سوڑا نجد بریا

طبع کھلار سوارے آپے دل تے چتر کشن<sup>۲</sup> دا  
داغ دے دے گل کھلاری دھوں ایہدا سر یاہ سی

سُفنے اندر تیرے ہجر وصال دہارے لکے رہے  
اکھاں کھلیاں تے نہ دیکھے داوہا سی نہ گھاٹا سی

دوکھی من مکتب وچ حلی ایساں حرف پکناں داں  
پر ادھر ہی تے ایہو ای پئی "رفت" گیا تے "بُور" سی

میرے سنگ عیاں دی کالکھ آج کشن نے کجی اے  
نیتیں تے ہر پوشاکے میرے ہوتے دامنہ کالا رسی

استاد شہ، فسر باد جیسا وی تیسے باہجوں مر یا نہ  
رسمیں ریتاں لور خماری ڈاڈا پھنڈیا ہریا سی





کہتے ہو نہ دیں گے ہم دل اگر پڑا پایا  
 دل کہاں کہ گم کیجیے، ہم نے مدعا پایا  
 عشق سے طبیعت نے زیت کا مزا پایا  
 درد کی دوا پائی، درد لا دوا پایا  
 دوستدارِ دشمن ہے اعتمادِ دل معلوم  
 آہ بے اثر دیکھی، نالہ نارسا پایا  
 سادگی و بچکاری، بے خودی و ہشیاری  
 حسن کو تغافل میں جرات آنا پایا  
 غنچہ پھر لگا کھلنے آج ہم نے اپنا دل  
 خوں کیسا ہوا دیکھا، گم کیا ہوا پایا  
 حالِ دل نہیں معلوم لیکن اس قدر یقینی  
 ہم نے بار بار ڈھونڈا، تم نے بار بار پایا  
 شورِ پندِ ناصح نے زخم پر نمک چھڑکا  
 آپ سے کوئی پوچھے، تم نے کیا مزا پایا  
 ہے کہاں تمنا کا دوسرا قدم یا رب  
 ہم نے دشتِ امکاں کو ایک نقش پایا



کیسما ہنایں ، دینا نسیوں ، دل جے سائوں ڈکالنجیا  
دل تے اگے کول نئیں میرے چورتے تیرے دل والنجیا  
عشقوں سدا طبیعت تائیں جبین جوان دا چسکا لنجیا  
درد ہرداں دا دائرہ لنجیا ، ایہو درد اول لنجیا  
ایہوی سخن دیری دا اے ، دل دا مان دی چھٹنا پینا  
ہا ہواں دی تائیں نہ ڈٹھی ، ہر کے بھڑوا ہر کا لنجیا  
بھولتے چالاک بڑا اے بے پرداتے خاق بڑا اے  
عشق ہمیشہ عشاقاں نوں بن انجان ازماندا لنجیا  
کھڑوا کھڑوا پھل ڈٹھا اے ، سائوں ساوا دل لگدا اے  
ڈٹھاتے رت نھاتا ڈٹھا ، لنجیا ددر گراچا لنجیا  
سائوں دل دی خبر نہ کوئی ایدوں ہگے کہہ دتن پائیے  
اسی تے لہجہ لہجہ آپ گراچے توں تے جدوی لہجیا لہجیا  
مساں دے اس شور شرابے نوں میرے پھتاں تے سٹیا  
مٹاں جی نوں بندہ پچھے ، کیہہ ایمناں نوں چسکا لنجیا  
رتا تیرے کُن ارادے ، کہتے دوجا پیسہ دکایا  
لنگیا سی قیس کون بریتے اکو ایر کھرے والنجیا



دل مرا سوزِ نہاں سے بے محابا جل گیا  
آتشِ خاموش کی مانند گویا جل گیا

دل میں نودق وصل و یادِ یاد تک باقی نہیں  
آگ اس گھر میں لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا

میں عدم سے بھی پرے ہوں ورنہ غافل بلبل  
میری آوازیں سے بالِ غنقا جل گیا

عرض کیجے جو ہر اندیشہ کی گرمی کہاں  
کچھ خیال آیا تھا وحشت کا کوسو جھل گیا

دل نہیں تجھ کو دکھاتا ورنہ داغوں کی بہار  
اس چراغ کا کروں کیا کار فرما جل گیا

میں ہوں اور افسردگی کی آرزو غالب کہ دل  
دیکھ کر طرزِ تپاک اہل دنیا جل گیا



گجھے سیک اندر دل بہہ کے بے دسواں بلیا  
گلتے بالین وانگوں دھندلا سکدا بلیا

چن چن دی اوہاں یاداں تیک نہ دل وچ پچیاں  
انجھدی تیسلی لگی گھر نوں تیسلا تیسلا بلیا

حد فساد دی تپتی بیٹھاں نہیں تے کئی کئی واری  
میری ہاہ کھمبراٹ غنٹے داساڑ گویا، بلیا

فلکراں دے جوہر دایکا کہتے عرصہ گزارو  
دل بکیتا سی بھیل کد ایسے آن بریتا بلیا

دل مہندرتے آپے تینوں بلدے داغ دکھاندا  
میں ایہہ دیوے کہتے بالال بالین والا بلیا

بجھار مہناں غالب دل نوں سینے لاکے خمیرا  
رنگتے سینے لگ لگاں دے ساد مراد بلیا



شوقِ ہر رنگِ رقیبِ سروِ سماں نکلا  
قیسِ تصویرِ کے پر دے میں بھی عریاں نکلا

زخمِ نے داد نہ دی تنگیِ دل کی یا رب  
تیر بھی سینہٴ ہسمل سے پر انشاں نکلا

بُوئے گل، نالہٴ دل، دُورِ چسراغِ محفل  
جو تری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا

دلِ حسرتِ زدہ تھا ماندۂ لذتِ درد  
کامِ یاروں کا بقدرِ لب و دندان نکلا

تھی نورِ آموزِ فضا ہمتِ دشوارِ پسند  
سختِ مشکل ہے کہ یہ کام بھی آساں نکلا

دل میں پھر گریہ نے اک شورِ آشیاں غالب  
آہِ جرقہٴ نہ نکلا تھا سو طوفاں نکلا



جشنِ قوسِ جیہڑے رنگوں ڈٹھا دیری بٹھ بٹھا داؤٹھا  
مجنوں مُردت پردے اندر دی تے ننگا پنگا ڈٹھا

پھٹ نے رہا سوڑ بولے دی کھول ذرا وڈیا آ نہ  
تیر دی زخمی سیسے وچوں اکچا پھڑک کے لنگھ داؤٹھا

مُشہور پھیل دی ہرک لے دی دھول دی پرہیادے دلیہ دے  
دھکیا جو تیری درگا ہوں، جانا آڈیا آڈیا ڈٹھا

سدھراں پھنڈیا دل دی اپنا، سیسی دردِ سواں لنگر  
بجئے چتا چتا چھتیا اونا اونا رجبیا ڈٹھا

اُکر کڑ بھانی ہمت مئی تے پہلے پیرِ مقامِ فنا دا  
ڈاڈی ادھی بن گئی اے مَن ایہوی تے کم سوکھا ڈٹھا

دلِ دوج ٹوکیاں ڈیکیاں غالبِ فیرا ج شکر مارن لگیاں  
جھٹوں اک جھٹ تیس مئی بھدی اوتھوں اک ہڑچڑھیا ڈٹھا



دھکی میں مر گیا جو نہ بابِ نبسود تھا  
 عشقِ نبسود پیشہ طلبِ گارِ مرد تھا  
 تھا زندگی میں مرگ کا کھٹکا لگا ہوا  
 اڑنے سے پیشتر بھی مراد نگِ زرد تھا  
 تالیفِ نسخہ ہاتے دف کر رہا تھا میں  
 مجسمۂ خیال ابھی فردِ نسود تھا  
 دل تا جگر کہ ساحلِ دیاتے خون ہے اب  
 اس رہگذر میں جسلوۂ گل آگے گرد تھا  
 جاتی ہے کوئی کشمکش اندوہِ عشق کی  
 دل بھی اگر گیس تو وہی دل کا درد تھا  
 احبابِ چارہ سازیِ وحشت نہ کر سکے  
 زنداں میں بھی خیالِ بیاباں نورِ د تھا  
 یہ لاشیں بے کفن استیختہ جاں کی ہے  
 حقِ مغفرت کرے محبِ آزادِ مرد تھا



اک دُکھاڑے مویا، جیڑا مرن مران نہ دُکھیا سی  
 عشق تے معرکیاں داموہری، گاہکے ہی ایہہ رواں داسی  
 جیوندی جانے چند نمائی مرن دی چننا لا بیٹھی  
 مار اڈاری اڈونوں آگتے دی اڈیا رنگ میرا سی  
 بچ دنا دی پوتھی میں اودوں دی کھنٹی کرداساں  
 میری بھوکتاب کہنِ خال ورقا ورقا سی  
 رت چنھاں دی کندھی ہن تے دلوں کیجے توڑی لے  
 ایسے زہ وچ پسلان چھاں پھلاں دی بٹی گھٹا سی  
 جیوتی غماں دی بکچ دھڑوہ دی کھنوں گروں ہندی لے  
 دل دی جاندا تاں دی اودھا چھچھے دُرو دھیرا سی  
 کرنہ سکے دارو سکے، میسری طبع اڈارو دا  
 قید اندر دی فسر پکیر و جھگیں اڈوا پھر داسی  
 باج کھن دے کھنٹی ہی جولاں اسد اللہ خاں دی جے  
 اللہ بخشے جیویں داسی بندہ کھٹھا دُکھا سی





شمارِ سبھ، مرغوبِ بیتِ مشکل پسند آیا  
تاشائے یک کفِ برونِ مدولِ پسند آیا

بفیضِ بیدلی، نو میدی جاوید آساں ہے  
کشاکشِ کوہِ راعقہء مشکل پسند آیا

ہوائے سیرِ گل، آئینہ بے مری قاتل  
کہ اندازِ بخوں غلطیدنِ سہل پسند آیا



منکے سو، گن کے تسبی رول دینا، گپتی پھنڈ نے یار دی جان بھایا  
گنٹھے تنو دل مار جھڑا ہٹ اکو کھوہ کھاہ لینا اوہ بے دھیان بھایا

خالی قلب دے فیض دریا پاروں حشر تیک نراس آسان ہوتی  
ساڈی ریشمی تنہ دی گنٹھ پھیر بیچی، ایہدا نو نہاں نوں کھولنا آن بھایا

بھڑے بچلاں دی سیر دا چاہو ہتا، ہتمگار دے ظلم نوں کرے شیشہ  
پھتہ عاشقاں وانگ پے پھل پھر کن، منظر اوس نوں لستو نہان بھایا



دہر میں نقشِ وفا و جہِ تسلی نہ ہوا  
 ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندہ معنی نہ ہوا  
 بہزہ خط سے ترا کا کل سرکش نہ دبا  
 یہ زمرہ بھی حریفِ دمِ افعی نہ ہوا  
 میں نے چاہا تھا کہ اندوہِ وفا سے چھوٹوں  
 وہ ہستم گر مرے مرنے پہ بھی راضی نہ ہوا  
 دل گزدگاہِ خیال مئے و ساغرِ ہی سہی  
 گر نفس، جادۂ سرمنزلِ تقویٰ نہ ہوا  
 ہوں ترے وعدہ نہ کرنے پہ بھی راضی کبھی  
 گوش، منت کش گلبانگِ تسلی نہ ہوا  
 کس سے محرومیِ قسمت کی شکایت کیجے؟  
 ہم نے چاہا تھا کہ مرجائیں سودہ بھی نہ ہوا  
 مر گیا صد مہ یک جنبشِ لب سے غالب  
 ناقوانی سے حریفِ دمِ عیسیٰ نہ ہوا



جگ دنیا تے نقش وفا دا من وُھروا سا ہویا نہ  
 ایسہ کوئی لفظ نصیباًں مٹیا معنے جوگا ہویا نہ  
 سرتے چڑھتی زلف نہ تیری مس مریاں نے نہتی  
 جیسا نہ مود دی سپنی دی شوکے دکھا ہویا نہ  
 میں دھاری سی کچ پال دے آزاروں چند کدھاں گا  
 پر میسرے مر جان تے دی ادھ راضی بھیڑا ہویا نہ  
 جام شراب دھاراں لاگھا ای دل توڑے ہوئے سی  
 جے دلم نیکو کاری دے پینڈے توں بدھا ہویا نہ  
 ایوی چنگا اے توں مینوں کدی زبان پھڑائی نہتی  
 پھل ددگی دل رکھنی گل دا کن تے جھارا ہویا نہ  
 کہتے جا کے جھورا بھرتے ہن تقدیر نکستی دا  
 آہندے ساں مرجائیے، ساتھوں ایوی ہندا ہویا نہ  
 اکو ہرٹھ ہلارے مویا، ایوی زور نہ غالب سئے  
 ماڑی جانے عیسے دی اک بھوک دی جھلدا ہویا نہ



ستا آتش گر ہے نہ ابد اس قدر جس باغِ خوں کا  
 بیان کیا کیجئے بیداؤ کاوش ہائے شرکاں کا  
 نہ آئی اسلوبِ قائل بھی مانع میرے نالوں کو  
 دکھاؤں گا تماشا دی اگر فرصت نہ مانے نے  
 کیا آئینہ خانے کا وہ نقشہ تیرے جلوے نے  
 مری تعمیر میں ضم ہے اک صورتِ خرابی کی  
 اگلے گھر میں ہر سو سبزہ ویرانی تماشاگر  
 خموشی میں نملنِ خوں گشتہ لاکھوں آندہاں میں  
 ہنوز اک پر تو نقشِ خیالی یاد باقی ہے  
 بغل میں غیر کی آج آپ سوسے ہی کیں دنہ  
 نہیں معلوم کس کس کا لٹو پانی ہوا ہوگا  
 وہ اک گلہ مست ہے ہم بخروں کے حلقِ نیاں کا  
 کہ ہر اک قطرہ خوں دانہ ہے تسبیحِ مرجاں کا  
 لیا دانتوں میں جو تنکا ہوا ریشہ نیستاں کا  
 مراہِ داغِ دل اک تخم ہے سرو چہا خاں کا  
 کرے جو پر تو خورشیدِ عالم شبنمستاں کا  
 ہیولی برقی خرمن کا ہے خونِ گرم دجستاں کا  
 مدار اب کھودنے پر گھاس کبے میرِ گردباں کا  
 چراغِ مژدہ ہوں میں بے زباں گویہِ غریباں کا  
 دلِ افسردہ گویا حجر ہے یوسف کے نڈاں کا  
 سبب کیا خواب میں اگر تبسم ہائے پنہاں کا  
 قیامت ہے مرثک آلود ہوتا تیری مژگن کا

نظر میں ہے جمادیِ جادۂ ماہِ فنا غالب

کہ یہ شیرازہ ہے عالم کے اجڑائے پریشاں کا



ملال ایذا ہر بنا سے جیڑے باغ بہشتان ا  
 کرے کیہ تقریراں کیہ لے سہی پر ناپ کاں ا  
 سرکپ دی صبت دی میرے ہو کے ہائے ٹکے نہ  
 ڈالدا چائن لائے گا جے کروئی نسلت ویلے نہ  
 تیری حسن تھلی دا ایہہ شیش مکانے نقشے اے  
 مجھ قبوت لاسے تھچے ڈنگن دی فحاشہ لگی اے  
 دیڑے ہر پائے ہر پائی گھردی چلے ہوئی جے  
 ریتے تھان دے پٹ اویٹ کھان تھی نہ ران میں  
 خراب خیال سخن اچھوڑا حال دی پڑچھاویں دے  
 سچ پرانی بکلی مانی راج تھان کہنے نہیں تے  
 کیڑا دے کد اکبر لہو اوووں پانی ہو یا سی  
 ساڈے مستان لئی اوڈ بھل پڑھتی تے رنگ پھلاں ا  
 تھکا تھکا لہو دہسی اندر منکا لعلان دا  
 کڑمیاں جہیاں تک لکیراں آگیا بیلا باسان ا  
 ہر ہر سہل ڈلے امیراں تھم ہے لب سروٹان ا  
 سورج والے شکارا حال کرنے جو تریل بھلاں ا  
 کھوڑاٹے دی بھلی واندھ بیدا خون کسان ا  
 گناہ کھڑے آہرے گدارا گھانریاں کندھان ا  
 بھجیا دیوایے جیہ لٹاماں پر دیں مزاراں دا  
 سٹھاول جیوں جھرو یوسف دے گے بندی دانام ا  
 شیفے اندر آئے کامنوں بیدے ہاسا اگیان ا  
 آخر جیہی آخر سی بہنوں ترنا تیریاں پکاں دا

ایک فضاہ دی غالب ساڈی نکروں لہے ہندی تیں

ایسوندہ تھرو پا جگ دی ورق ورق کتاباں دا



نہ ہر گاہ یک بیاباں ماندگی سے فوق کم میرا  
حجابِ موجِ رفتار ہے نقشِ قدم میرا

محبتِ تھی چمن سے لیکن اب یہ بے دماغی ہے  
کہ موجِ بوسے گل سے ناک میں آتا ہے دم میرا



سراپا رہنِ عشق و ناگزیرِ اُلفتِ ہستی؛  
عبادتِ برق کی کرتا ہوں اور افسوسِ حاصل کا

بقدرِ ظرف ہے ساقیِ خمارِ تشنہِ کامی بھی  
جو تو دریا ئے مے ہے تو میں خمیازہ ہوں ساحل کا



تھلاں بریتے گا بیاں دی تیں، اکیا چسکا میرا  
 چھوٹاں دی لہرے بلیکیاں، ایر کھرے دا میرا

باغاں نال پریت کدی سی بہن ایڈا سر پھریاں  
 پھل دی باس دے جتے دی خاںک ساہ کیا میرا



تارے عشق دے گئے پینا تارے جان پیاری  
 بجلی دی ہتھ مالا اتوں کرنا فنکر بچاؤ

جیڈا بھاڈا میرا ساتی میری تریہ دی اوڈی  
 جے توں بیاس شراباں وایں آکڑ من دریا دا





محرم نہیں ہے تو ہی نوا ہاتے راز کا  
 یاں در نہ جبر حجاب ہے پردہ ہے ساز کا  
 رنگ شکستہ صبح بہارِ نظارہ ہے  
 یہ وقت ہے شگفتی گھماتے ناز کا  
 ٹو اور سوتے غیر نظر ہاتے تیز تیز  
 میں اور تھک تری قرۂ ہاتے دراز کا  
 صرف ہے ضبط آہ میں میسا و گرنہ میں  
 طعہ ہوں ایک ہی نفس جاں گداز کا  
 ہیں بسکہ جوش بادہ سے شیشے اچھل رہے  
 ہر گوشہ بے باک ہے سر شیشہ باز کا  
 کاوش کا دل کرے ہے تقاضا کہ ہے ہنوز  
 ناخن پہ قدح اس گرۂ نیم باز کا  
 تاراج کاوش غم جہراں ہواست  
 بیہ کر تھا و فینہ گسہ ہاتے راز کا



محرم توں نہ ہویں بندیا ایسے بحیت پکاراں دا  
 اُچے نیویں گھٹنڈا پردہ کوئل تیرہ ساراں دا  
 پونی ہویا گھٹرا میسرا، دید بہار سویرا اسے  
 سبنا ! ایہ وقت غنیمت ہس ہس بکڑ دے پھلاں دا  
 اودھرتوں پایا دیکھیں غیراں ورتے ڈوہنگی ڈوہنگی اکھ  
 ایہ ہر میمنڑں ڈڈا کا تیسری لمیاں لمیاں پلکاں دا  
 ہا بہاں ڈکٹ لوآں تے ہووے بچت میری نہیں تے میں  
 اکو سا ہے اکو بچکا بلدے بلدے ساہواں دا  
 بھوتے نئے شراباں اندر نچیاں شیش مراہیاں دی  
 بیخانے دا گوشہ گوشہ بیس ہے شیشے بازاراں دا  
 دل نوں منگ آجے دی ہے امیدے توں ٹنگن دی جیویں  
 تو تہ دے برتے بھارا ہووے اودھرت گھیاں گھٹھاں دا  
 پھر وڈانوں سٹاں سہندا ایہدا چندرا ٹٹ گیا  
 سینہ بحیت صندوق سی غالب بھریا مسیے لٹلاں دا



بزم شاہنشاہ میں اشعار کا دفتر کھلا  
 رکھو یا رب یہ درِ گنجینہ گروہ کھلا  
 شب ہوئی پھر انجم رخشنہ کا منظر کھلا  
 اس تکلف سے کہ گویا بت کدے کا در کھلا  
 گرچہ ہوں دیوانہ پر کیوں دوست کا کھاناں فریب؟  
 آستیں میں دشنہ نہاں، ہاتھ میں فرشتہ کھلا  
 گوشت سمجھوں اس کی باتیں گوشت پاؤں اس کا بھید  
 پر یہ کیا کم ہے کہ نجد سے وہ پری پیکر کھلا  
 ہے خیال حسن میں حسنِ عمل کا سا خیاں  
 خلد کا اک در ہے میری گور کے اندر کھلا  
 منہ نہ کھلنے پر ہے وہ عالم کہ دیکھا ہی نہیں  
 زلف سے بڑھ کر نقاب اس شوخ کے منہ پر کھلا  
 در پر رہنے کو کہا اور کہہ کے کیسا پھر گیا  
 جتنے عرصے میں مرا اپٹا ہوا بستر کھلا  
 کیوں اندھیری ہے شبِ غم؟ ہے بلادوں کا زول  
 آج ادھری گور ہے گا دیدۂ اختہ کھلا  
 کیا رہن غربت میں خوش جب ہر حادثہ کا چال  
 نامہ لاتا ہے وطن سے نامہ زراکشہ کھلا  
 اس کی امت میں ہوں میں میرے رہیں کیوں کا اپنے  
 واسطے جس شر کے غالب گنبد بے در کھلا



شاہراں دے دربارے وارہ شعر سخن وا کھلا  
 روتا نعل خزانے واہن رکھ دروازہ کھلا  
 رات بنیری چمکن تارے دتین نظار کھلا  
 ارج پیا جا پے جیویں مودت گھر دا بُہا کھلا  
 بھادیں میں آں جھلا پرکیوں وں تال بجن تے دی  
 جکے خنجر رکھدا، ہمتے نشر کھلا کھلا  
 بھادیں اوہدی گل نہ سمجھاں بھادیں دل نہ تباں  
 ایہی تھوڑا نئیں آڈنے دامیتوں جھا کا کھلا  
 حسن و چاروی نیس کو کاراں و رنگی کارو چاراں  
 میسری سامی اندر سرگاں وا اک بُہا کھلا  
 موثرہ ڈھکیا لے تہاں دی یاڈی دکھ کدی نئیں ڈھکی  
 زکفوں دودھ کے شوخے نکھ تے گھنڈ نظار کھلا  
 درباری دا امر وی کہتا، نال ای گتوں پھریا  
 چنے چرنوں میسرا درمی سرہانہ دلیا کھلا  
 کاہنوں رات عناندی کالی ہکیہ آفاتاں لبتیاں  
 آج اوہر نوں تاریاں رکھنا اکھ دروازہ کھلا  
 کہیہ خوشیاں پر دیں دیاں وی جد ہونی اس کامے  
 دیسوں خط مہکارا دیندا یا پانا یا کھلا  
 میں آں اوہدا آستی، میرے کہیں ڈکے کاہے  
 جیڑے شہ نسئی غالب بے در گنبد بُہا کھلا



شب کہ برقی سوزِ دل سے زہرہ ابر آب تھا  
 شعہ جوالہ ہر اک حلقہ گرد آب تھا  
 داں کرم کو غنڈہ بادشہش تھا عناں گیسہ خرام  
 گریہ سے یاں پنہ بادشہ کعبہ سیلاب تھا  
 داں خود آوازی کو تھا موتی پر دسے کا خیال  
 یاں ہجوم اشک میں تارِ نگہ نایاب تھا  
 جلوۂ گل نے کیا تھا داں چہرہ انھاں آبِ جو  
 یاں رواں شرکانِ چشم تر سے خونِ ناب تھا  
 یاں سر پہ شور بے خرابی سے تھا دیوارِ جو  
 داں وہ صدقِ نامہ محو بادشہ کعبہ آب تھا  
 یاں نفس کرتا تھا روشن شمعِ بزم بے خودی  
 جلوۂ گل داں بساطِ صحبتِ احباب تھا  
 فرش سے تاعرش داں طوفاں تھا مروجِ رنگ کا  
 یاں نہیں سے آسماں تک سوختن کا باب تھا  
 ناگہاں اس رنگ سے نورِ تنابہ شپکانے لگا  
 دل کہ ذوقِ کاوشِ ناخن سے لذتِ باب تھا



من سیک بجل تھیں رات سے بدلاں دا پتا پانی سی  
 پانی دی گھنٹن گھیری وچ اک لاٹ بھوالی لیندی سی  
 اودھر کن بن دے پنج نمبرے ڈکی سی واگ پریمی دی  
 ایدھر بنجواں ہڑد جھگ و انگوں تکیے دی لوگر ترو دی سی  
 اودھر تے ہار شنگار لیتی اوہنے دی پرونے سن موتی  
 ایدھر بنجواں دی بھیر ٹوچن نئیں ڈور نظر دی بھدی سی  
 اودھر پھلتاں دی چھاں پاروں دیوے ندیاں وچ ترے سن  
 ایدھر پلکاں دے چشمے توں رت خاص جگر دی جاری سی  
 ایدھر سر جگراتے پھنڈیا کندھ تھدا انکراں مارن توں  
 اودھر اوہ سیس گلاب جہیا کھو اب سر بانے سکھتی سی  
 ایدھر ہاتھوں نے بالے سن مستی دی محفل وچ دیوے  
 اودھر میلے سبھاں دیہڑے پل چھٹیاں چادر وچھی سی  
 اوہ تھے فرشتوں عرشاں توڑی ہڑد چڑھیا سی رنگ لہراں دا  
 ایتھے آسمان زمی ہر شے لا تبیل پھوکن جوگی سی  
 آچن جیتی گوہڑے رنگوں رت زیر وساؤن لگت پیا  
 دل جتنے ترشہ دے ٹھوگے دی لذت آزاروں ٹکھتی سی



نالہِ دل میں شبِ اندازِ اثرِ نایاب تھا  
 تھا سپندِ بزمِ وصلِ غیرِ گوبے تاب تھا  
 مقدمِ سیلاب سے دل کیا نشاطِ آہنگ ہے  
 خانہٴ عاشقِ مگر سازِ صدائے آب تھا  
 نازِ مشِ آیامِ خاکِ سترِ نشینی کیا کہوں  
 پہلوئے اندیشہٴ وقفِ بسترِ سنجاب تھا  
 کچھ نہ کی اپنے جنونِ نارِ سانے، دردِ یاں  
 ذرہٴ ذرہٴ رُکشِ خورشیدِ عالمِ تاب تھا  
 کج کیوں پروا نہیں اپنے امیروں کی تجھے  
 کلِ تلکِ تیرا بھی دل مہر و وفا کا باب تھا  
 یادِ کر وہ دن کہ ہر اک حلقہٴ تیرے دام کا  
 استغفارِ صید میں اک دیدہٴ بے خواب تھا  
 میں نے روکا راتِ غالب کو وگرنہ دیکھتے  
 اس کے سیلِ گریہ سے گردوں کعبِ سیلاب تھا



مَن ہر گیاں اندر رات سے تاثیرِ زرا نہ بُجھدی سی  
 غیراں دے میلے ہر گیل سی دل جہادیں دھوئی دھوئی سی  
 ہڑھ شوکے تے دل دے اندر خوشیاں دے لہرے دھبے نہیں  
 رانجھن دی جھوک جھلکاراں نے خبرے کیر و نجھلی پھوکی سی  
 کیڈے دن بھاگیاں ولے مَن جد مٹی تے سہرہ بندے سہل  
 سوچاں دی رانی رات ونے ریشم دی سیج ہنڈاندی سی  
 کیا کجھ نہ اس جھل شدھے بے دستے نے نہیں تے ایچھے  
 سوچ توں اکھاں کڈھدا سی فدیے وی ایندی ہستی سی  
 آج کاہنوں تینوں جھلے نیں شدھ پریم دی بھاہی دے پنچھی  
 کلی تیسکر تیرے سینے دی سو مسہر محبت پکدی سی  
 اوہ دی دن مَن چیتا کر خاں جد گھر حیاں تیرے جال دیاں  
 دن رات اڈیک شکاراں وچ اوہنا ندی اکھ نہ لگدی سی  
 مَن ڈکٹیا غالب توں راتیں تیں تے لوکی اکھیں دیشدھے  
 اوہ ہنجاں دا ہڑھ چڑھنا سی آسمان دی جھگ ترنی سی





اک ایک قطرے کا مجھے دینا پڑا حساب  
خونِ جگر و دیعتِ خرگانِ یار تھا

اب میں ہوں اور ماتم یک شہرِ آرزو  
توڑا جو تو نے آئینہ تماشائِ دار تھا

لگیوں میں میری نعش کو کھینچے پھر دکن  
جاں دادہ ہوائے سہرہ گزاد تھا

موجِ سرابِ دشتِ وفا کا نہ پوچھ حال  
ہر ذرہ مثلِ جوہرِ تنغہ آباد تھا

کہ جانتے تھے ہم بھی غمِ عشق کو پرہیز  
دیکھ تو کہم ہرے میر غمِ روزگار تھا



مینوں آخر نوں دینا پیا سی لیکھا پچھت چھٹا  
 کرت جگر کوئی یار دیاں پلکاں دا، دینا، آؤندا ہی  
 ہن اک میں آں یا سندھراں دی کرپل تے بیہ ہٹا لے  
 توں اوہ شیشہ کرچی کیا، جیڑا شکلاں بھر یا مٹی  
 میری لاش دھرو ہندے پھر ناگیاں اندر کیوں جے میں  
 اوہ دیاں راہوں دے چاواں تے جندڑی واری ہٹیا سی  
 شوق تھلاں دے دھم سمندرے لہراں دی تلواراں سن  
 ذرہ ذرہ برہمی دے چلکارے بشک اچھا لاسی  
 عشق آزار دہارے نوں گھٹ آپ ہی دی سمجھ سہاں  
 جے گھٹا وی ٹوٹا تاں دی جگ آزاراں جیڑا سی



بسکہ دُشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا  
 آدنی کو بھی میسر نہیں اناں ہونا  
 گر یہ چاہے ہے خرابی مرے کاشانے کی  
 درد دیوار سے ٹپکے ہے بیاباں ہونا  
 وائے دیوانگی شوق کہ ہمد دم مجھ کو  
 آپ جانا ادھر اور آپ ہی حیدراں ہونا  
 جلوہ از بسکہ تقاضائے نگہ کرتا ہے  
 جو ہر آئینہ بھی چاہے ہے مرگاں ہونا  
 عشرتِ قتل گہ اہلِ تمنا مت پوچھ  
 عیدِ نظارہ ہے شمشیر کا عریاں ہونا  
 لے گئے خاک میں ہم داغِ تمنائے نشاط  
 تو ہر اور آپ بصد رنگ گلستاں ہونا  
 عشرتِ پارۂ دل، زخیمِ تمنا کھانا  
 لذتِ ریشِ جگر، غرقِ نمکداں ہونا  
 کی مرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ  
 ہائے اُس زُودِ پشیمان کا پشیمان ہونا  
 حیف اس چار گروہ کپڑے کی قیمت غالب  
 جس کی قسمت میں ہر عاشق کا گریباں ہونا



اُدھی گل اے کم کوئی آسان ہووے  
 ایہی سوکھا نئیں ، بندہ انسان ہووے  
 ہنجران دی داچھڑ گھر نوں ڈھاہ لائی اے  
 کندھاں تہے دڑکن ، دڑا مان ہووے  
 اُشکے جھل پریتاں دے ، پل پل ادھر  
 آپے بندہ جائے ، آپ حیدان ہووے  
 روپ دکھائی دی اکھ رکھی نظراں تے  
 چلکاں ، بن بن پلکاں ، شیشے جان ہووے  
 مقتل وچ کیہ عاشق حیدان کرے نہیں  
 جن چٹھے جے برہی باہر میسان ہووے  
 مٹی ہیٹھ اسی نے گئے سدھراں ، پچھے  
 توں تے تیری پستل زنگی جان ہووے  
 دل توں مڑجاں چلتے جے پھٹ سدھراں  
 چسہ کلیجے توں ، سواواں مان ہووے  
 اک میسا سرکپ کے تا تب ہو بیٹھا  
 رتا ! ایہ پھپھان کوئی پھپان ہووے  
 غالب پیڑ اے دو گٹھ تھکڑے دی جیڑا  
 نقدیروں عاشق دا گلماں آن ہووے



شبِ غمازِ شوقِ ساقی مرستخیز اندازہ تھا  
تا محیطِ بادہ، صورتِ خانہٴ خمیازہ تھا

یک قدمِ وحشت سے درسِ وفہ امکاں کھلا  
جادہٴ اجڑائے دو عالمِ دشتِ کاشیازہ تھا

تا نفعِ وحشت خرا میہنائے یسے کون ہے  
خانہٴ مجنونِ محسوسِ اگر دے دروازہ تھا

پوچھ مت رسوائیِ اندازہٴ استغنائے حسن  
دستِ مرئوینِ حشرِ رخسارِ رہنِ غازہ تھا

نالہٴ دل نئے دیے اوراقِ محبتِ دلِ بباد  
یادگارِ نالہٴ اک دیوانِ بے شیرازہ تھا



ساقی دارو دہندے راتیں آخر چڑھی خماری سی  
 کندھے تیک شراب پیالے اندر آکر لیندی سی  
 عشقوں پہلے پیرے کھٹکھٹیا لیکھا کُن پیارے دا  
 دو جگ تیلی تیلی دی اس پنڈے سرک تھی سی  
 کیڑا دکدا یلی نوں بے عشق برتے چڑھ پنیدی  
 تھل داسی مجنوں دی دسوں چادر چیرے کھٹکھی سی  
 سو منے بے پردا بنیاں دی بس بئے بئے چک پھر دے نیں  
 گھنے پے ہتھ ہندی جتھے ہنڈتے منگوس لالی سی  
 دل دیں ہرکھاں دل دے ورقے دتے ہتھ دے دے  
 ہوکاں دلی غزلاں دی اک ورقہ ورق نشان سی



دوست غم خواری میں میری سعی فرمائیں گے کیا  
 زخم کے بھرنے تک ناخن نہ بڑھ آئیں گے کیا  
 بے نیازی حد سے گزری بندہ پرورد کب تک  
 ہم کہیں گے حالِ دل اور آپ فرمائیں گے کیا  
 حضرت ناصح گر آئیں دیدہ و دل فرشتہ راہ  
 کوئی مجھ کو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھائیں گے کیا  
 آج وال تیغ و کفن باندھے ہوئے جاتا ہوں میں  
 عُذر میرے قتل کرنے میں وہ اب لائیں گے کیا  
 گر کیا ناصح نے ہم کو قید، اچھائیوں سعی  
 یہ جنونِ عشق کے انداز چھٹ جاتیں گے کیا  
 خانہ زادِ زلف ہیں زنجیر سے بھاگیں گے کیوں  
 ہیں گرفتارِ وف، زنداں سے گھبرائیں گے کیا  
 ہے اب اس مہمورے میں قحطِ غم اُلفتِ اسد  
 ہم نے یہ مانا کہ دلی میں رہیں کھائیں گے کیا



ایسہ دُردی یارِ دراک اندر بھاسی سو دلچھڑ چتے لاؤں گے  
 پھٹ بھردیاں بھردیاں بھرن توڑی نوٹہ نالے نال دھڑاؤں گے  
 بے پرواہیاں حدوں لنگھیاں ایسہ مسماں بکشتوں تیکر نیں  
 اسی دل دے دکھڑے دوتاں گے، اوہ کیسہ کیسہ بے فرماؤں گے  
 مَت دینے آؤں جے میرے دل نو بسم اللہ میرے سر متھے  
 پر مینوں ایسہ تے سمجھاؤ، مینوں آکے کیسہ سمجھاؤں گے  
 تلو اکھن آپے لے کے میں یار دے بوسے جاناں داں  
 نہ سر کتن دا یار ہو رہی ہن دہنساں کیسہ پیچ لاؤں گے  
 مَتاں ولے ساٹوں جے کر پے ڈھنگے پان تے رنجے سسی  
 تاں دی کیڑے ایسہ عشق دے چینی ساٹے توں چٹ جاون گے  
 اسی آڈوں قیدی ترافاں دے اسی زنجیراں توں بچنے کیوں  
 جکڑے جو وچ وف وداں دے، زنداؤں کیسہ گھبراؤں گے  
 اسد اللہ خاں اس شہر اندر ہن درد و دلگ دا کال پیا  
 دس پیار دے جھکے دلی وچ رہ جاون تے کیسہ کھاؤں گے





ہو جس کو ہے نشاط کار کیا کیا      نہ ہو مرنا تو پینے کا مزا کیا  
 تجھ بے پیشگی سے مدعا کیا      کہاں تک اے سراپا ناز کیا کیا  
 نوازش ہاتے بیجا دیکھتا ہوں      شکایت ہائے رنگیں کا گلہ کیا  
 نگاہ بے محابا چاہتا ہوں      تغافل ہائے تمسکین آزما کیا  
 فروغ شعلہ جس یک نفس ہے      ہوس کو پاس ناموس دفا کیا  
 نفس مروج محیط بے خودی ہے      تغافل ہائے ساقی کا گلہ کیا  
 دماغ عطشہ پیراہن نہیں ہے      غم آوارگی ہائے صبا کیا  
 دل ہر قطرہ ہے سازِ انا لہر      ہم اس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا  
 محابا کیا ہے؟ میں ضامنِ دھوکہ      شہیدانہ نگہ کا خوں بہا کیا  
 سن اے غارت گر جنسِ وفا سن      شکستِ قیمتِ دل کی صدا کیا  
 کیا کس نے جسگر داری کا چوٹی      شکیب خاطر عاشق بھلا کیا  
 یہ قاتل وعدہ صبر آزما کیوں      یہ کافر فتنہ طاقت مڑا کیا

ملائے جاں ہے غالب اس کی مہریت  
 عبارت کیا، اشارت کیا، ادا کیا



ریجیاں نوں اُداں دا چکا لگا کیہ  
 کہتیں انگلاں دتیاں تینوں بعد کیہ  
 تھیں تھیں ہندیاں مہراں تھیں دینے آں  
 مہر کرم دیاں نظراں توں گھنڈ لہ دے غاں  
 گھگھیاں دے لنبو دا چپاں پل دی پل  
 ایہ دم، چھل اے مستی بھرے سمندر دی  
 تہے پرشاکاں دے جھپٹے جانے نہیں  
 قطرہ قطرہ کوکے آپ سمندر میں  
 ڈبر دا کیہ ایں؟ میسہ اوتر، دیکھیں نا!  
 جنس وفا دیا ناقہ راہ کن لا کے سن  
 دس غاں کیڑا چھاتی تے ہتھ رکھ لے  
 صبروں بھارا لارا آرا کیہ ہریا  
 مرنا جے نہ ہندا، بندہ جیو ندا کیہ  
 کہتے عکسی تیسری نخرے مٹیا کیہ  
 باں جیسر کرے تینوں شکوہ کیہ  
 اکھ پرتا کے دل ترسانا ہویا کیہ  
 ہو چھ کرنا عشق دا شملہ اچھا کیہ  
 ساقی اکھ پرانا اے تے مجبور کیہ  
 آپ ہمارے پریاں دا غم ایذا کیہ  
 اسی دی او سے دے آں پچھنا ساڈا کیہ  
 نین کٹاری گھٹیاں دا مل پیندا کیہ  
 بھاجے دل داٹے پورے پٹو کا کیہ  
 دل عاشق دا کیہ تے بھلیا جیرا کیہ  
 جان ہنغا کے مارے وعدہ ہویا کیہ

غالب اوہی ہر گل دل نوں کوہندی ہے  
 ناز ادا کیہ، جھک جھکا کیہ، نخر کیہ



یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا  
 اگر اور چیتے رہتے، یہی انتظار ہوتا  
 ترے دھبے پر جیسے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا  
 کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا  
 بڑی نازکی سے جانا کہ بندہ عاتق احمد بودا  
 کبھی تو نہ توڑ سکتا، اگر استوار ہوتا  
 کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیسرے نمیش کو  
 یہ غلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا  
 یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست نامح  
 کوئی چارہ ساز ہوتا، کوئی غم گسار ہوتا  
 رگ سنگ سے ٹپکتا وہ تھو کہ چھو نہ تھتا  
 جسے غم سمجھ رہے ہو یہ اگر شمار ہوتا  
 غم اگر چہ جاں گس ہے یہ کہاں بچیں کہ دل ہے  
 غم عشق اگر نہ ہوتا، غم روزگار ہوتا  
 کہوں کس سے میں کہ کیا ہے شب غم بڑی جلا ہے  
 مجھے کیسا برا تھا مرنا، اگر ایک بار ہوتا  
 ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیوں نہ غرق دریا  
 نہ کہیں جنف ازہ آشتا، نہ کہیں مزار ہوتا  
 اسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہے وہ کیا  
 جو دوتی کی پو بھی ہوتی تو کہیں دو چار ہوتا  
 یہ مسائل تصوف یہ برا بیسان غالب  
 تجھے ہم دلی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا



ایسے کہتوں سی نیک نسیب میرے، میری بچکے دی میرا پار ہوندا  
 دودھ جانڈے جے ہو دی ساہ میرے، جہندا کیرے، ایسا انتظار ہوندا  
 تیرے وعدیاں تے جیوندے تاں رو گئے دلوں کدی یقین نہ کر، میٹھے  
 نہیں تے جاؤج اسی نہ مر جانڈے تیرے جیسے دا جے اعتبار ہوندا  
 تیری چند ٹوک توں پک ہو یا، پیچ بچیا سی تیرے نال کچتا  
 کہی ائیں توں ترور نہ توں سکدوں تیرے پاسوں جے پیٹے بھار ہوندا  
 میرے دل کوں کوئی بچھو دیکھے تیرے اودھ چھٹ تیرا اہل کیرے آے  
 پسے وچ نہ وسدیاں رنج رٹکاں جے ایسہ تیر کھجیوں پار ہوندا  
 ایسہ کہ صوفی بریت جے یاریاں دی جیڑا پار آؤندا امتاں دین آؤندا  
 میرے دکھ دا کوئی آپا کروا درو مند کوئی غم خواہ ہوندا  
 رنج لہو چٹان دی رنگوں پھٹدا کہی ٹکدا نہ کدی رگدنا نہ  
 جتھوں پوسے جیسے منہ نال غم آکھو جے ایسہ جتھوں وچ چنگیار ہوندا  
 بھادیں جان دا ویری اسے غم ڈاڈا پر ایسہ دل بھیڑا غلوں بچھدا نہیں  
 ایسہ جے عشق دا پھٹیا نہ ہوندا ایہوں جگ دا بوہت آزار ہوندا  
 کوئی کیرہ جانے کہتوں کیرہ فستاں رات غماں دی کیرہ ہنیر پایا  
 سینوں جبین توں مرن سوتر اسی جے کر مرجنا آکو وار ہوندا  
 ہوتے مرن دے نال بدنام سکے کڈا چنگا سی شوہ دریا ڈہدے  
 نہ کوئی ساڈے جنانے دی لوڑ پٹیدی آتا پتا نہ کہہرے مزار ہوندا  
 کھڑا بچیا اے اوہوں دیکھ لیندا، اودھا بھل، مثال، مثال جے نہیں  
 جے کر ووج دی مشک دی آڈ پٹیدی کڈا جو کے کہتے دوچار ہوندا  
 تیرے ہو دے ویر دے واہ سائیں، آتوں غالباً کٹک بیان تیرا  
 جے کر پین دی تینوں نہ مار بند دی، ساڈے لئی توں دل اقرار ہوندا



درخوَرِ قمر و غضبِ جب کوئی ہم ساندہ ہوا  
 پھر غلط کیا ہے کہ ہم سا کوئی پیدا نہ ہوا  
 بندگی میں بھی وہ آزادہ و خود ہیں کہ ہم  
 اُٹے پھر آئے، در کعبہ اگر وہ نہ ہوا  
 سب کو مقبول ہے دعویٰ تری یکتائی کا  
 روبرو کوئی بتِ آئینہ سیمانہ ہوا  
 کم نہیں نازشِ ہم نامی چشمِ خواباں  
 تیسرا بیمار بُرا کیا ہے، گر اچھا نہ ہوا  
 سینہ کا داغ ہے وہ نالہ کہ لب تک نہ گیا  
 خاک کا بزرگ ہے وہ قطرہ کہ دریائے ہوا  
 نام کا میسرے ہے، جو دکھ کہ کسی کو نہ بلا  
 کام میں میسرے ہے جو فتنہ کہ برپا نہ ہوا  
 ہر کُن مٹو سے دم ذکر نہ ٹپکے خونِ ناب  
 حمزہ کا قصہ ہوا، غش کا چرچا نہ ہوا  
 قطرے میں دجلہ دکھائی نہ دے اور جزو میں گل  
 کیسل بچوں کا ہوا، دیدہ بینا نہ ہوا  
 تھی خبہ گرم کہ غالب کے اڑیں گے پرندے  
 دیکھنے ہم بھی گئے تھے پر تماشا نہ ہوا



اَسد! ہم وہ جنوں جولاں گداٹے بے سرو پا ہیں  
 کہ ہے سرخِ بزمِ شرکاں آہو، پشتِ خارِ اپنا



اوہ بے غلماں جو گاجہ کوئی ساڑے ورگا ہویا نہیں  
 جھوٹے نہیں جے آکھو، ساڑے ورگا دو جا ہویا نہیں  
 متھے ٹیکن وچ وی ایڈے سیلائی تے آنکھی آں  
 پرت آتے جے ڈٹھا ور کعبے دا کھٹلا ہویا نہیں  
 سارے تیسری یکتائی دا دعوائے متھی بیٹھے نہیں  
 تیرے منہ تے ایسے ہی کوئی شیشے ورگا ہویا نہیں  
 سوہنے لوکاں دی اکھ واناں سندن مینوں گھانا گیسر؟  
 منہ اگیسے تیسرا ایہ بیمار جے چنگا ہویا نہیں  
 سینے واسل ہو کا جیسڑا بھٹاں توڑی اپڑے نہ  
 اوہ قطرہ متھی نے پھلکنا جیسڑا ور گیا ہویا نہیں  
 جیسڑا دکھ کسے نہ جھلدا میرے نافوں لکھیا لے  
 مینوں ظلم بھرے اوہ لہجدا جیسڑا و سیا ہویا نہیں  
 لوں لوں سمیشوں رست نہ ریتے جے کراوہدی گل کریاں  
 اوہ حسرتہ واقصہ جانو، عشق پراڑا ہویا نہیں  
 قطرے وچ چنھاں نہ دیکھے بول نہ دیکھے دلنے توں  
 اوہ ڈیلا بالال دا کھنڈن اکھ سوج کھا ہویا نہیں  
 دھم پتی سی غالب خاں دے آج پڑھے اڈ جانے نہیں  
 اسی وی اوتھے اپڑے ساں پر کھیسڈ تماشا ہویا نہیں



کتے جھل تے چنگیاں مار بھیجے، اسی ایڈ قصبہ نار غالت  
 پلکاں ہرن دیاں جوڑکے بنے کنگھی، کیڑی ذات دا کھر کھتا ہے ساڈا



پئے نذرِ کرم تھنہ ہے شہم نارسانی کا  
 بخوں غلطیہ صد رنگ دعویٰ پارسائی کا  
 نہ ہو حسنِ تماشا دوست، رسوا بیوفائی کا  
 بہ مہر صد نظر ثابت ہے دعویٰ پارسائی کا  
 زکوٰۃ حسن دے اے جلدۂ بینش کہ مہر آسا  
 چراغِ خانہ درویش ہو کا سہ گدائی کا  
 نہ مارا جہان کر بے جرم، قاتلِ تیری گردن پڑ  
 رہا مانسہ خونِ بے گنہ حقِ آشنائی کا  
 تمٹائے زباں، محوِ پاسِ بے زبانی ہے  
 مشاجس سے تقاضا، شکوہ بے دست و پائی کا  
 وہی اک بات ہے جو بیاںِ نفسِ واں نکبتِ گل ہے  
 چمنی کا جلدۂ باعث ہے مری رنگیں نوائی کا  
 دہانِ ہریتِ پیغامِ جو زنجیرِ رسوائی  
 عدمِ تنگ بے وفا، چرچاپ ہے تیری بیوفائی کا  
 نہ دے نامے کو اتنا طولِ غالبِ مختصر لکھ دے  
 کہ حسرتِ سنج ہوں عرضِ ستم ہائے جدائی کا



نذر کرم درگاہے تھخہ، ایہو گھاٹ گھٹائیاں دا  
 کوٹورت حصاروں بوتہا، دعویٰ نیک کسائیاں دا  
 روپ دکھائے بیلے، متھے، ٹنگا کیوں رسوائیاں دا  
 سو اکھاں دی مسروں سچا، دعویٰ منوں صفائیاں دا  
 نظراں دا چانن جے دندے حسن زکاتان تے ہوئے  
 سورج وانگوں دیوا فقران گھر کشکول گدائیاں دا  
 سرکپ ہو کے سر نہ کپیا، جان بدوسا، تیسے سر  
 کسے بدوسے غون برابر بھار رہیا جھنائیاں دا  
 جھہ دی سدھر، بیستی جھہ دے شکر دھیانے لگی لے  
 درق پاٹ گیا، ہن شکو اکیرہ بے زور گھٹائیاں دا  
 او تھے پھل دی خوشبو تے ٹوک ایتھے، دونوں اکوتیں  
 بارغ بہاراں نے مڈھ بٹھیا میسری سخن الائیاں دا  
 منہ میلے نہیں سوہنے لوکاں ہوتے ہوتے دی زنجیرنی  
 دیس عدم بے مکھیا چرچا، تیری بے مکھیا تیاں دا  
 لتے خطا کیرہ لکھنے غالب، کم دی گل اکو بکھ دے  
 سدھراں سہکدیاں نہیں کیوں دے تیرے قہر جدائیاں دا





گر نہ اندوہ شبِ فرقت بیاں ہو جائے گا  
 بے تکلف داغِ مہ، مہرِ دہاں ہو جائے گا  
 زہرہ گرا یا ہی شامِ سحر میں ہونا ہے آب  
 پر تو ہمتاب، سیلِ خانہاں ہو جائے گا  
 لے تو لوں سوتے میں اُس کے پاؤں کا بوسہ مگر  
 ایسی باتوں سے وہ کافر بدگماں ہو جائے گا  
 دل کو ہم صرف دفن سمجھے تھے، کیا معلوم تھا  
 یعنی یہ پہلے ہی نذرِ امتحان ہو جائے گا  
 سب کے دل میں ہے جگہ تیری جو تو راضی ہوا  
 مجھ پہ گویا اک زمانہ مہرباں ہو جائے گا  
 گر نگاہِ گرمِ فراقی رہی تسلیمِ ضبط  
 شعلہِ خس میں جیسے خوئے رگ میں نہاں ہو جائے گا  
 باغ میں مجھ کو نہ لے جا ورنہ میرے حال پر  
 ہر گلی تر، ایک چشمِ غمِ فناں ہو جائے گا  
 داتے گر میرا ترا انصافِ عشر میں نہ ہو  
 اب ملک تو یہ توقع ہے کہ واں ہو جائے گا  
 فائدہ کیا، سوچِ آخر تو بھی دانا ہے اسد  
 دوستی ناداں کی ہے، جی کا زیاں ہو جائے گا



رات جس دے دکھڑے جے نہ آکھ سناے ہو سی  
 گھٹی گل کراں چن ٹیپا ہر باں تے ہو سی  
 ہجر ناشیں ایسے رنگ جے ، چٹے پانی ہونے  
 چٹے چن لشکارے دے ہڑو کھٹے ڈھانہ دے ہو سی  
 مستیاں مستیاں اوہ دے ، آٹھے واسے پیرتے تہاں  
 ایسی محل توں شکان سٹیا ، ہور بھلیوے ہو سی  
 جاتا سی دل لگیاں دی بج رکھی ، پرکیر ساڈاں  
 ایہہ ساتھوں پہلاں اوکھے ویلے دی نذرے ہو سی  
 دل دل اندر تیرے تھیں جے میرے دل داہووی  
 دیکھ لہیں ایہہ خلقت ساری میرے دتے ہو سی  
 بلدیاں نظراں ایسے تاجے صبر سکھان دیاں رہیاں  
 رت جیویں ناڑاں دے اندر ، لمب ترپڑے ہو سی  
 مینوں کھڑ نہ باگے سجن ، تئیں تے میرے رنگوں  
 سجرے پتل کھڑے ، رت روندی اکھیاں رنگے ہو سی  
 جہا چندے جے حشر دہڑے ساڈا نیاں نہ ہونے  
 حالے تیک تے آس اے او تھ چل تارے ہو سی  
 کیہہ بھستاں نہیں سوچ اسدا اللہ توں دی آپ سانا  
 ناداناں دی یاری سجن بھار کلیجے ہو سی !



دردِ منت کشی دوا نہ ہوا  
 میں نہ اچھا ہوا، بُرا نہ ہوا  
 جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کو  
 اک تمشا ہوا، گلہ نہ ہوا  
 ہم کہاں قسمت آزمائے جا میں  
 تو ہی جب خنجر آزمائے ہوا  
 کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب  
 گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا  
 ہے خبہ گرم اُن کے آنے کی  
 آج ہی گھس میں بودیا نہ ہوا  
 کیا وہ غمزدگی خُدا کی تھی  
 بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا  
 جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی  
 حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا  
 زخمِ گردِ ب گیا، لہو نہ تھا  
 کامِ گرِ رُک گیا، ردا نہ ہوا  
 رہنمائی ہے کہ دلستانی ہے  
 لے کے دل، دستانِ روانہ ہوا  
 کچھ تو پڑھے کہ لوگ کہتے ہیں  
 آج غالبِ غزل سدا نہ ہوا



پُڻ جھتلیا درد دوا دانئیں  
 میں بچیاں نہیں، میں مریاں نہیں  
 کیوں سچے دشمن سدے نی !  
 گلے شکوے کھیٹ تماشا نہیں  
 رکھ لیکھ دی جھولی جا اڈیے  
 توں دی خنجر خیر پھر دانئیں  
 ایہہ بھتیاں رکڑیاں بھتیاں نہیں  
 دیرمی کھا کھا گاہیں رجہ دانئیں  
 آج دھم گئی اے اوہناں آڈنا اے  
 آج گھر وچ پیڑھی مورہا نہیں  
 کیسٹھی نرود خنداں سی ؟  
 مینوں بندگی بُرٹا پھلینئیں  
 چند وئی، چند تے اوہی سی  
 گل حق دی اے، حق دتا نہیں  
 پھٹ جے دتیا، لسوڑ کیا نہ  
 کم جے رکیاتے ٹریا نہیں  
 ایہہ ڈاکہ اے، دلبریاں نہیں ؟  
 دل لے کے بار کھلوتا نہیں  
 کچھ پڑھ چھڑ لوکی آہندے نہیں  
 آج غالب غزل آلاں دانئیں



بگڑ ہے شوق کو دل میں بھی تنگی جا کا  
 گھر میں محو ہوا اضطراب دریا کا  
 میں جانتا ہوں کہ تو اور پاسخ مکثرب  
 گر ستم زدہ ہوں شوقِ خراب فرسا کا  
 خلتے پاتے خزاں ہے، بہار اگر ہے یہی  
 دوامِ کلفتِ خاطر ہے عیشِ دنیا کا  
 غمِ فراق میں تکلیفِ سیرِ باغ نہ دو  
 مجھے دماغ نہیں خندہ ہائے بیجا کا  
 ہنوز محمدی حسن کو ترستا ہوں  
 کر بے ہے ہر بُنِ موعام چشمِ دنیا کا  
 دل اس کو پہلے ہی ناز و اداسے دے بیٹھے  
 ہمیں دماغ کہاں حسن کے تقاضا کا  
 نہ کہہ کہ گریہ بمقتدا بہ حسرتِ دل ہے  
 مری نگاہ میں ہے جمع و خدج دریا کا  
 فلک کو دیکھ کے کرتا ہوں اس کو یاد آمد  
 جفا میں اس کی ہے اندازِ کار فرما کا



دل اندر دی شوق توں کیڈا شکوہ سوڑیاں تھاواں دا  
 موتی بچ گرا چا لہندا، جھپٹل اُبال سمنہ راں دا  
 تیسے دوتوں خط پرتاوا؟ رہین دے مینوں سلاں میں  
 میں تے آپ سواواں پٹیاں کاغذ قلم گھسیاں دا  
 پت جھڑ سمیاں پیریں مہندی جے اس رنگ بہاراں میں  
 روگ دے توں عمریں توڑی جگت دیاں من موہاں دا  
 سینے سَل دچھوڑے والا، مینوں کچ نہ باگاں توں  
 جیسرا مینوں رکھتے، اتھے بے جا ہمدے چھتاں دا  
 حالی رُوپ تیرے دیاں محسوس ایہ ترہیاں نظاں میں  
 توں توں کھولے رُوپ، وٹایا آپ سو جا کھی اگھیاں دا  
 ویکھ اداواں پسلاں ای دل دے کے اوہنوں دیسلاں  
 سانوں ایسا تھوہ ہُن بکھتے رُوپ دیاں ٹکراواں دا  
 دل دی سدھ قول میں تے اتھرو، ایسہ گل آکھیں نہ  
 میسری اکھ دے اندر ساٹاں بھر بھارا دریاواں دا  
 اسد اللہ جے ویکھاں ول آسمان تے اوہنوں یادوکران  
 ایہدے غلماں اندر دی اسے چالا ساٹے سچناں دا



قطرہ مے بسکہ حیرت سے نفس پرور ہوا  
خوئے جام مے سراسر رشتہ گوہر ہوا

اعتبارِ عشق کی خسانہ خسرابی دیکھنا  
غیر نے کی، آہ لیکن وہ خفا مجھ پر ہوا



ب۔ ب۔ بتقریب سفر یار نے محلِ باندھا  
تمیشِ شوق نے ہر ذرہ پہ اکِ دلِ باندھا

اہلِ بنیش نے بکسیرت کدہ شونخی ناز  
جو ہر آئینہ کو طوطیِ بسملِ باندھا

یاس و امید نے یک عریذہ میدان مانگا  
عجزِ ہمت نے طلسمِ دلِ ساکنِ باندھا

نہ بندھے تشنگیِ شوق کے مضمونِ غالب  
گرچہ دل کھول کے دریا کو بھی ساحلِ باندھا



سے دو قطرہ قطرہ جیسے تھپا بجھ کھلوتا ہے  
جام کنٹاری، موتی و قند کے تند پر دئی مالا اسے

میرے شوق ابتہار دی دیکھو میزوں پٹھے پے گئے نہیں  
دویری کدھرے سی کر داتے اوہ میرے تے دسدائے



یار سفر دی خاطر جس دم اٹھ کچھاوا بنھیا  
دید مواتے دڑے دڑے دل ترہا یا بنھیا

اکھاں والے ناز ادا دے حیرت پھرے بھٹے  
آئیے نوے جوہر نوں دی ہریں پیشیا بنھیا

آس نراساں جھولی آڈی، ارماں دا پڑھنگیا  
زور تانے مانگت والک منتر لا لا بنھیا

شوق ترہیتیں شعراں اندر غالب ساتھوں بچتی  
بھاویں کھلے دل دریا نوں ساحل بنا بنھیا





میں اور بزمِ مے سے یوں تشنہ کام آؤں  
گر میں نے کی تھی توبہ، ساقی کو کیسا ہوا تھا

ہے ایک تیر جس میں دو نو پچھے پٹے ہیں  
وہ دن گئے کہ اپنا دل سے جگر جدا تھا

درماندگی میں غالب کچھ بن پڑے تو جانوں  
جب رشتہ بے گرہ تھا، ناخن گرہ کُشا تھا



گھر ہمارا جو نہ روتے بھی تو دیراں ہوتا  
بھر گر بھس نہ ہوتا تو بیاباں ہوتا

تنگی دل کا گلہ کیسا؟ یہ وہ کافر دل ہے  
کہ اگر تنگ نہ ہوتا تو پریشاں ہوتا

بعد یک عمر درع بار تو دیتا بارے  
کاش رضاں ہی دریا رکا درباں ہوتا



میں ہرواں تے میخانے چوں سکے تالو آواں  
مینوں تووا کر بیٹھا، ساقی نوں کیہہ ہریا سی

تیرا کواسے دونوں ہن تے اکی وچ پر پتے  
لد گئے دن، دلوں کلیجہ جسد دکھرا دکھرا سی

بجھیاں رنجیاں غالب جے کجھ بچ پوی تے جاناں  
رستی نوں جد گنڈھاں تیں سن اوووں نوں نہ اڑا سی



کدی جے نہ روندے، ایہہ گھرا پنا تاں می تے دیراں ہندا  
سمندر، سمندر نہ ہندا تے ایسے بیسا بان ہندا

گلہ سوڑ دا دل دی کرے تے کیہ، دل دا ایمان کیہ اے  
کدی ایہ نہ سوڑا وی ہندا تے بوہتا پریشان ہندا

عبادت گزاری جے کر دے تے جی آیاں نوں تے لوہا ہندا  
ہشتاں دا رکھا بوہے یار دے جے نگہبان ہندا



نہ تھا کچھ تو خُدا تھا، کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا  
ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

ہوا جب غم سے یوں بے حس تو غم کیا سر کے کٹنے کا  
نہ ہوتا اگر جُدا تن سے تو زانو پر دھرا ہوتا

ہوئی مدت کہ غالب مر گیا پر یاد آتا ہے  
وہ ہر اک بات پہ کہنا کہ یوں ہوتا تو کیا ہوتا



کچھ نہیں سی تے آپ خدا سی، کچھ نہ ہندا اوہ تے ہندا  
میںوں غرق تے کیا ہونے، کیہ ہندا، میں نہ جے ہندا

جے غم نے انج مار لیا اے، غم کیہ جے سر کپیا جاتے  
جھنڈیوں جے نہ دکھرا ہندا، دھریا گوڑے اُتے ہندا

عمریں ہرئیاں غالب مریاں پر اوہ چیتے آجاندا اے  
گلے گلے بول پوے آ، کیہ ہندا انج کہہ رہے ہندا



ایک ذرّہ زمیں نہیں بے کار باغ کا  
یاں جادہ بھی قیلہ ہے لالہ کے داغ کا

بے مے کے ہے طاقت آشوب آگہی  
کھینچا ہے عجز حوصلہ نے خط ایام کا

بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہائے گل  
کہتے ہیں عشق جس کو خسل ہے دماغ کا

تازہ نہیں ہے نشہ فسر سخن مجھے  
تربیا کی قدیم ہوں دُور چسپاغ کا

سوار بندِ عشق سے آزاد ہم ہوتے  
پر کیا کریں کہ دل ہی عدو ہے فراغ کا

بے خون دل ہے چشم میں موجِ نگہ غبار  
یہ نئے کہہ خراب ہے مئے کے سراغ کا

باغِ شگفتہ تیسرا، بساطِ نشاطِ دل  
ابر بہار ختم کہہ کس کے دماغ کا



اک ذرہ وی بے قدراستیں، تھیں تھیں پھل پھلواڑی دا  
ایتھے رہ وی کم دیندا، لالے پھل دیوے، بتی دا

سُرتاں قہر منڈائے کیسٹا بنّاں شراباں چاٹرن ٹے  
کچھ پیالے لیکان لایساں، ویکھ بچا چنہ ماڑی دا

بُلبُل دے اتبار دہاریں ڈھل دے ہا سے پھلاں دے  
چنھوں اکھن عشق اوہ تاں اے سردی اک چماری دا

شعر سخن دی فکروں مینوں بھری لور خمدی نئیں  
مڈھ توں سونا لاناں میں دیوے دی لائے سلفی دا

عشق دی قیدوں سانوں وی سوار رہا تے ملدی رہی  
پرکیتا کیسہ جاتے جے دل ویری آپ رہائی دا

رت جگر دی باجھوں اکھ وچ لُہ نظر دی گھٹا اے  
ایہہ مے خاناہ لٹیا ہویا آپ شراب گواچی دا

توں کھڑیا پھسلاڑی دانگوں مَن دیٹے پھل چھاواں میں  
چیتر بدلاں نشہ چٹھہ حایا کدھہ مے ہر جوانی دا



وہ مری چینِ حبیبیں سے غمِ پنہاں سمجھا  
 رازِ مکتوب بہ بے ربطیٰ عنوانِ سمجھا  
 یک الف بیش نہیں صیقلِ آئینہ ہنوز  
 چاک کرتا ہوں میں جب سے کہ گریباں سمجھا  
 شرحِ اسبابِ گرفتاریٰ خاطر مت پوچھ  
 اس قدر تنگ ہوا دل کہ میں زنداں سمجھا  
 بدگمانی نے نہ چاہا اسے سرگرمِ خدام  
 رُخ پہ ہر قطرہ عرق دیدہ حیراں سمجھا  
 عجز سے اپنے یہ جانا کہ وہ بدخو ہوگا  
 نبضِ غصہ سے پیشِ شعلہ سوزاں سمجھا  
 سفرِ عشق میں کی ضعف نے راحتِ طلبی  
 ہر قدم سائے کو میں اپنے شبستاں سمجھا  
 تھا گریزاں مژدہ یار سے دلِ تادمِ مرگ  
 دفعِ پیکانِ قضا اس قدر آساں سمجھا  
 دل دیا جان کے کیوں اس کو وفا دار اسد  
 غلطی کی کہ جو کافہ کو مسلمان سمجھا



میرے مٹتے دُٹ پیاتے اوہنے وٹ ولے دا جاتا  
 اکھڑے پکھڑے سرنا فیریں توں بھیت لہانے دچلا جاتا  
 حالی الفوں بے نہیں ہوئی چپلکیں فولادی شیشے دی  
 بیٹھ لنگارے لاہتی جاناں، گلماں جیس ویلے دا جاتا  
 بچکھ نہ کیوں دل پھڑگھٹیا، کیوں پھولن پھوللاں دل دے  
 ایسا کو دل سوڑا ہویا، قیساں کو مٹی ورگا جاتا  
 اوہی ترکھی ٹور نہ بھال مینوں شکاں دے مئے نوں  
 مڑھکے داہر تیکا، مٹتے اکھ حیرانی ورگا جاتا  
 آپے مارے ساں تے اوہنوں مٹیا، تہا ہوسے گا اوہ  
 سکے گھاہ دی نبض تریڑوں، تاملدے بجانیڑ دا جاتا  
 ممکن ہار نہ عشق دے پینڈے ہنسیا ساہیاں بھدا ساہیاں  
 پیرے پیرے اپنے پر مچاویں نوں ترین بسیرا جاتا  
 مردے تیسر پاسا دُٹیا، پلک سجن دی کافی توں میں  
 تیسر قضا دا انج گھسٹانا میں دی کیڑا سوکھا جاتا  
 کاهنوں جان کے پیڑا اوہنوں: اسد اللہ دل دے پھڑیں توں  
 سوہنی دا نگوں سوہنیا آپے، توں کچے نوں پکا جاتا





پھر مجھے دیدہ تر یاد آیا	دل جگر تشنہ فر یاد آیا
دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز	پھر ترا وقتِ سفر یاد آیا
سادگی ہائے تمتا، یعنی	پھر وہ نیرنگِ نظر یاد آیا
مُندِر و اماندگی، اے حسرتِ دل	نالہ کرتا تھا جگر یاد آیا
زندگی یوں بھی گزر رہی جاتی	کیوں ترا راگِ زور یاد آیا
کیا ہی رضواں سے لڑائی ہوگی	گھر ترا خُسد میں گر یاد آیا
آہِ دہِ جِراتِ سر یاد کہاں	دل سے تنگ آکے جگر یاد آیا
پھر تمے کو چہ کو جاتا ہے خیال	دلِ گم گشتہ مگر یاد آیا
کوئی دیرانی سی دیرانی ہے	دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

میں نے مجنوں پہ لڑکپن میں اسد  
سنگ اٹھایا تھا کہ سر یاد آیا



فیر آج اکھیاں دج ہڑھ ڈکیا یاد پیا  
 آخر پیراں حالی دھون نہ کدھی سی  
 حالے وی ایہ سدھ ساد مرادی لے  
 دل دی سدھ آگے ہراں تان مٹیاں  
 اینوئیں کیوئیں لنگھ حیاقی جانی سی  
 جنت دے راکھے نامے چھنج پئے جانی  
 کیدہ کرتے ادھ ہڑیاں دج دلیری نہیں  
 فیر دھیان گلی تیری نوں جاندا لے  
 ات آجاڑاں جیہیاں ات آجاڑاں نہیں  
 دل نوں چگروں ہر کے ہڑا یاد پیا  
 فیر تیرے ٹرپین دا ویلا یاد پیا  
 فیر ایہنوں ادھ رنگ برنگ یاد پیا  
 ڈریکاں دے دچکار کلیجا یاد پیا  
 خبرے کاہنوں تیرا لاگھ یاد پیا  
 جنت اندر جے گھر تیرا یاد پیا  
 دل ہندیاں دی آج کلیجا یاد پیا  
 خبرے دل دا عمل گواچا یاد پیا  
 تھلاں برستے ڈٹھیاں تھگ یاد پیا

نکھیاں ہندیاں مجنوں دل اسدھیں دی  
 ات الاری، کو پر سردا یاد پیا



ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا  
 اک آتے تھے مگر کوئی عساکر بھی تھا  
 تم سے بے جا ہے مجھے اپنی تباہی کا بگڑ  
 اس میں کچھ شائبہ خوبی تقدیر بھی تھا  
 تو مجھے بھول گیا ہر تو پتا بتلا دوں  
 کبھی فتراک میں تیرے کوئی پنخیر بھی تھا  
 قید میں تھی ترے وحشی کو وہی زلف کی یاد  
 ہاں کچھ اک رنج گراں ہادی زنجیر بھی تھا  
 بجلی اک کو نہ گئی آنکھوں کے آگے تو کیا  
 بات کرتے کہیں لب تشنہ تقریر بھی تھا  
 یوسف اس کو کہوں اور کچھ نہ کہے ، خیر ہوئی  
 مگر بگڑا بیٹھے تو میں لائق قصیر بھی تھا  
 دیکھ کر غیب کو ہو کیوں نہ کلیجہ ٹھنڈا  
 نالہ کرتا تھا ولے طالب تاثیر بھی تھا  
 پیشہ میں حیب نہیں رکھتے نہ فریاد کو نام  
 ہم ہی آشفتہ سروں میں وہ جواں میر بھی تھا  
 ہم تھے مرنے کو کھڑے پاس نہ آیا نہ سہی  
 آخر اس شوق کے ترکش میں کوئی تیر بھی تھا  
 کھڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحت  
 آدمی کوئی ہمارا دم تحسیر بھی تھا  
 ریختہ کے تمہیں استاد نہیں ہو غالب  
 کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا



تینوں آؤندیاں آج کوئل ہوئی، پچھے ایس کوئل اُسرا دی سی  
 میرے دل آؤندا ہے دیکھ تینوں گھٹیں جو کے ایسا کھٹا دی سی  
 گلہ تیرے آتے میرا پھیدا نہیں برا توں نہیں مڈھ بربادیاں دا  
 میرے دل زلزلان دے زللیاں وچ میرے اپنے لیکساں دی ہادی سی  
 تینوں رہی جے نہیں بچیاں میری ہر دے علم تے اک گوڑا دھتلاں  
 گدی تیرے شکار گلا دیاں وچ، جیتا آیا ای اک شکار دی سی  
 تیرے آؤنے شوق نوں قید خانے کنڈل زلف دے کدی وی نہیں بھلے  
 جی گل ضرور ہے سنگلی دے بچے بھسا دا بوہت آزار دی سی  
 ہویا کہہ جے چم کے اکھیاں نوں لٹکاں مار کے ہوئی آزار بھلی  
 چٹائی گل ہے سی جے کوئی گل کر دے، میرے بھساں دی تیرے گفادی سی  
 یوسف اوس نوں اکھاں تے سہر جائے، آگوں بوہا نہیں بچا ہویا  
 بے کر ہوئی نوں کہتے اوہ بھڑک پیندا مینوں فیہ سزا دی سی  
 اکھیں دیکھ کے غیر نوں ایس نامے کیوں نہ پوسے بھچوڑے ٹھنڈ مینوں  
 ساڈا بھڑکدا سی نال ہو کیوں دے نالے حاصل دا طلب گار دی سی  
 کسے کار و بار نوں نہیں بسنا کا جنوں بند ہے بچے فریاد تاہیں  
 چٹوڑوں چڑھی جوانی ہر موت آئی آساں عاشقاں وچ مرد دی سی  
 ساڈے قرن دے چا آؤ دیکھ دے رہتے، نیرے دھکنوں دھیا جے خدا ہوندا  
 دودھوں نہیں سی جے کم تلوار کیٹا سوکھا اوس نوں تیرا وار دی سی  
 پھرے جلتے آں اسی حق بندے ہمیں تھلاں تے مسجد فرشتیاں دے  
 لکھے گئے سن جندوں اعمال نامے کول ساڈا وکیل مختار دی سی  
 ایس دیکھتے شعر شعور غالب صرف توں یں اک استاد ہویا  
 لوکی آکھ دے نہیں بھلے دیاں وچ میرے نام دی اک سرکار دی سی



سب خشک در تشنگی مُردگان کا  
زیارت کدہ ہوں دل آزدگان کا  
ہمہ نا اُمیدی ہمہ بدگمانی  
میں دل ہوں فریب و ناخوردگان کا



تو دوست کسی کا بھی سنگ نہ ہوا تھا  
اوروں پہ ہے وہ ظلم جو مجھ پر نہوا تھا  
چھوڑا میرے خشک کی طرح دستِ قضا نے  
خود شید ہوؤ اس کے برابر نہوا تھا  
توفیق بہ اندازہِ ہمت ہے ازل سے  
آنکھوں میں ہے وہ قطرہ کہ گہر نہوا تھا  
جب تک کہ نہ دیکھا تھا قبرِ یار کا عالم  
میں معتقدِ فتنہ محشر نہوا تھا  
میں سادہ دل آزدگیِ یار سے خوش ہوں  
یعنی سبقتِ شوق مکرر نہوا تھا  
دریائے معاہدہ تنگ آبی سے ہوا خشک  
میرا سہرا امن بھی ابھی تر نہوا تھا  
جاری تھی اسدِ داغ جگر سے مری تحصیل  
آتشکدہ جاگیرِ سمنہ نہوا تھا



سُکھا بُتھہ میں نال ترھو کھڑ مویاں دا  
خانہ کعبہ ہاں میں دل بیزاراں دا  
اصلوں آس نہ پلے ، اصلوں شک شبہ  
میں اک دل تھے عشق بھلیکھے توتیاں دا



توں مہرا توں سچن جیل کدی کہے دا ہویا ناٹھ  
قسمہ پیا جو میسری جھولی ہوراں جوگا ہویا ناٹھ  
نخشہ دے چن دانگوں ایمنوں قدرت ہتھوں چھڈیا اے  
سورج اوہدے نال کھسوتا سی پر اوڈا ہویا ناٹھ  
لکھیاں گئیاں ہین ازل توں ہمتاں سہر توفیقاں میں  
اکھ دی سپ دا چاخن قطرہ ، موتی جیڑا ہویا ناٹھ  
بچتے توڑی یار سڑوٹے قد نہ چالے دیکھے سن  
میں وی قائل حشر دھاڑے دی آغز دا ہویا ناٹھ  
میں دی کیڑا جھٹلاں ، سچن غصے تے میں راضی آں  
اکھوں اولے شوق سبق دا پسلا ورقا ہویا ناٹھ  
پاپ چنھاں وی گئے گئے پانی پاروں سکتیا اے  
میسری تریہہ دا پتلا دی تے حالے گلا ہویا ناٹھ  
ساڑ کلجے دا اسد اللہ حاصل یکے دیندا اے  
جبد جاگید چتا دا مالک اک دا کیڑا ہویا ناٹھ



شب کہ وہ مجلسِ فسادِ خلوتِ ناموس تھا  
 رشتہ ہر شمع ، خارِ کسوتِ فانوس تھا  
 مشہدِ عاشق سے کوسوں تک جو اگتی ہے حنا  
 کس قدر یارب ہلاکِ حسرتِ پابوس تھا  
 حاصلِ اُفت نہ دیکھ ، جز شکستِ آرزو  
 دل بدل پیوستہ گویا اک لبِ افسوس تھا  
 کیا کہوں بیماریِ غم کی فراغت کا بیس  
 جو کہ کھایا خونِ دل ، بے منتِ کیموس تھا



آئینہ دیکھ اپنا سامنے لے کے رہ گئے  
 صاحبِ کو دل نہ دینے پہ کنتِ غرور تھا  
 قاصد کی اپنے ہاتھ سے گردن نہ ماریے  
 اس کی خطا نہیں ہے یہ میرا قصور تھا



رات سے جسے سوہنا بٹکے، کلا گھنٹا لاہ بیٹھاسی  
دیوے دیوے اندر بستی، جیوں کھٹتے پٹھ کھنڈاسی

عاشق دی ڈھیری تے اُلی کوہاں تیسکر جو مہندی  
پیریں لگن دی سدھہ دارتا، کیڈا کٹھیا سی  
گہتاں کیہہ نہیں پیار دیاں بس اک بکت ڈوری ٹٹی لے  
دل توں دل بلیاتے اوہوی بھوتے بھتھ پھپتا واسی  
روگ غماں دا چنگا اے کیہہ دے کیڈے سوکھے آن  
کھانا پناہ دل دا لہو تے بھار جگر دا کاہا ہا سی



ریشے جھاتی پا کے مکھ ککندے پھر دے  
دل نصیں دینا، آپ جوہاں نوں مان بڑا سی

اپنے ہتھیں ہسکارے دا سر نہ کہتیں  
اوہدے سر کی دوس، اوہنوں تے میں گھلیا سی





عرضِ نیازِ عشق کے قابل نہیں رہا  
 جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا  
 جاتا ہوں داغِ حسرتِ ہستی لئے ہوئے  
 ہوں شمعِ کشتہ درخوہِ محفل نہیں رہا  
 مرنے کی اسے دل اور ہی تدبیر کر کہ نہیں  
 شایانِ دست و بازو کے قاتل نہیں رہا  
 بر دئے ششِ جہمت در آئینہ باز ہے  
 یاں امتیازِ ناقص و کامل نہیں رہا  
 وا کر دیئے ہیں شوق نے بندِ نقابِ حسن  
 غییر از نگاہ اب کوئی حائل نہیں رہا  
 گو میں رہا رہیں بستم ہائے روزگار  
 بسکں تیرے خیال سے خائل نہیں رہا  
 دل سے ہوائے کشت و فاقہٹ گئی کہواں  
 حاصل سوائے حسرتِ حاصل نہیں رہا  
 بیدادِ عشق سے نہیں ڈرتا مگر است  
 جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا



دُھوئے نمائے عشق دے جوگانہ رہ گیا  
 ہسی نمان جیسٹے دل آتے اوہانہ رہ گیا  
 ٹریا میں سل خیاقی دی ستھراں داسینے لاء  
 میں بھجیا دیوا مھنے سبیا نہ رہ گیا  
 کوئی ہسپل ہورہ دلا! جان دین دی  
 ہسرکپ دیاں میں ہمتاں جوگانہ رہ گیا  
 شیشے دا بوہا کھولیا میں سارے پاسیاں  
 اپنی پچھیاں مندا تے چنگانہ رہ گیا  
 چٹکے میں گھنٹہ روپ دے نکھرے توں شوق نے  
 نظروں بغیر کوئی دی پروانہ رہ گیا  
 بجاویں میں گنے پے گیا جگ دے ستائیاں  
 تیری دھار توں کدی بھلیا نہ رہ گیا  
 بچ کھیتیاں دی چھوک دلوں نہ گئی ہاتھان  
 سچے دی سدھروں پناں تہانہ رہ گیا  
 نہیں خوف کوئی عشق دے غلماں دپراسد  
 ہسی نمان جیسٹے دل آتے اوہانہ رہ گیا



رشک کہتا ہے کہ اس کا غیر سے اخلاص حیف !  
 عقل کہتی ہے کہ وہ بے مہر کس کا آشنا  
 ذرہ ذرہ ، ساغرِ مئے خانہ نیرنگ ہے  
 گردشِ مجنوں بچشمک ہائے یسلی آشنا  
 شوق ہے ساماں طرائفِ نازشیں اور بابِ معجز  
 ذرہ صحرا دست گاہ و قطرہ دریا آشنا  
 میں اور اک آفت کا ٹکڑا وہ دل وحشی کہ ہے  
 عافیت کا دشمن اور آوارگی کا آشنا  
 شکوہ سنج رشک ہمدیگر نہ رہنا چاہیے  
 میسازِ انو مونس اور آئینہ تیسرا آشنا  
 ربطِ یک شیرازہ وحشت ہیں اجزائے ہمار  
 سبزہ بیگانہ ، صبا آوارہ ، گل نا آشنا  
 کو کہن نقاشیں یک تماشایِ شیریں تھا استہ  
 سنگ سے سر مار کر ہر دے نہ پیدا آشنا



رشک آکھے ایہ کوٹھی لگے ادھ غیسراں نوں مٹھا  
 عقل آکھے مرنہرا دی ہنسدا اے کدی کسے داہیلی  
 رنگ برنگے مے خانے وچ ، ذرہ ذرہ پیالہ  
 جنوں دی گردش زں جیویں سینز سیلی ہیلی  
 عاشق بھاویں یمن و چارے عشق توفیقاں دتیاں  
 ذرے نے تھل مٹکے لایا ، قطرہ دریا ہیلی  
 مینوں اڈنا دل کیسہ ملیا آفتاں دا چھوڑا  
 سکھئی نہیں اویری جیہڑا بھج بھنجا داہیلی  
 اک دوجے دا ساڈ نہ کرے تے گھٹے رہے  
 میسرا ہمیں سلامت جھولی ، شیشہ تیسرا ہیلی  
 بچکن رت کتاب دے ورتے پھٹ دے دھاگے بیتے  
 ہریالی تے فار ہرجائی ، پھسل دی اللہ ہیلی  
 شیریں دی مودت گھر ڈار بندھا فساد نماں  
 پتھراں توں ہر ماریاں غالب رکھتے بھدا ہیلی



ذکر اس پری و شس کا اور پھر بیاں اپنا  
 بن گیا رقیب آخر تھا جو راز و اں اپنا  
 مے وہ کیوں بہت پتے ہزم غیر میں یارب  
 آج ہی ہوا منظور اُن کو امتحان اپنا  
 منظر اک بندی پر اور ہم بنا سکتے  
 عرش سے ادھر ہوتا کاشکے مکاں اپنا  
 مے وہ جس قدر دولت ہم ہنسی میں ٹالیں گے  
 بارے ہماشنا نکلا، اُن کا پاسباں اپنا  
 درد دل بکھوں کب تک جاؤں ان کو دکھلاؤں  
 انگلیاں نگار اپنی، خیر خونچکاں اپنا  
 گھستے گھستے مٹ جاتا آپ نے جٹ بدلا  
 ننگ سجدہ سے میرے سنگ آستان اپنا  
 تا کرے نہ غمازی، کر لیا ہے دشمن کو  
 دوست کی شکایت میں ہم نے ہم زبان اپنا  
 ہم کہاں کے دانا تھے کس ہزم میں لیتا تھے  
 بے سبب ہوا غالب دشمن آسماں اپنا



ذکر سراپا اوس پری دا آتوں کشک بیان آساندا  
 ادھوی جم رقیب پیا جو ہنسی بھیت پہچان آساندا  
 بوہتی پی کے ڈگدا کاہنوں غیراں دی محفل مہج سائیاں  
 اپنی دیکھ آخیر شرابوں، لگا وقت و نجان آساندا  
 نظر اٹوں ایدوں آچاوی ہور لگانا لہج سکدا رسی  
 عرش غنیموں وی جے آگے ہندا کدی مکان آساندا  
 بھادیں سو سو بچنکاں پائے دے مہج کل چھٹاں گے  
 واہ دا جانا تو نکل پیا اے اوہناں دا دربان آساندا  
 رکتوں توڑی دکھڑے لکھتے جاکے تھیں آپ دکھائیے  
 قلماں دا انگوں چھتیاں انگلاں کا نام تو لہان آساندا  
 گھس گھس کے مک مک جانی سی کاہنوں تسی وٹان پئے سو  
 اپنے ہرے دی ہل اتے سجدہ دیکھ نشان آساندا  
 ادھوی تے نہ توتی لائے، تویری نال لہیر لیاے  
 دو تباں گلہ گھسیا سچن دا، اکتو رہیا بیان آساندا  
 رکتوں دے ساں اسی سیانے، کیڑی کا لے علق سیٹانے  
 کیڑی گل اے جھٹوں غالب دیری اے آسان آساندا



سُورۂ مُغْتَبِ نَظَرِ ہوں مری قیمت یہ ہے  
 کہ رہے چشمِ خسریا رہ احساں میرا  
 رُخصتِ نالہ مجھے دے کہ مبادا ظالم  
 ترے چہرے سے ہر ظاہر غم پنہاں میرا



خافسِ بھیم نازِ خود آ رہے، دوزیاں  
 بے شانہ صبا نہیں، طستہ گیہا کا  
 بزمِ قدح سے عیشِ تمنا نہ رکھ کہ رنگ  
 صیدِ زدام جستہ ہے اس دم گاہ کا  
 رحمت اگر قبول کرے کیا بعید ہے  
 شرمندگی سے عُذر نہ کرنا گناہ کا  
 مقتل کو کس نشاط سے جاتا ہوں میں کہ ہے  
 پُر گُل، خیالِ زخم سے دامن نگاہ کا  
 جاں دہ ہوائے یک نگہ گرم ہے ہست  
 پروانہ ہے وکیسل ترے داد خواہ کا



ہوئے قی نگاہِ داییں سرِ میری اپنی تے دکھ ضرور ہوئے  
اک وار جے نظر منظور ہواں رہوئے گاہک دی اکھ تے بھار میرا

ہونکے ہاڑیاں آؤں دے چھوٹ مینوں کتے ظالماں ج نہ ہو جاتے  
تیرے کھڑے تے دکھ دے جاتے سینے ڈکھ دکھ آزار میرا



غافل کر دے مان شنگاراں، نتیں تے وچِ خدائی دے  
پڑوے، کنگھیاں داکم کر دے ہریالی دیاں ترنقاں دا

زلِ بل کے پی لین شراباں، ایہو رنگ ہمیشاں نتیں  
ایہو بچھی تے اڈیا پھر دا، ایسے جگ دیاں بھابھیاں دا

گل بڑی نتیں رب دی رحمت نوں ایو گل بھار جاتے  
شرماں نال نہ آوے جیہڑا جیہ تے غدر گتا ہواں دا

مقتل دے دل تابہریں چاہیں چاہیں ٹریا جاناں یں  
پچٹ و چاروں، پھل گلاباں، دامن بھریا نظراں دا

اَسَد اللہ اک اوہدی نگھی ٹھجاتی دے چار چنہ دلری  
آپ دکیسل بنے پروانہ تیسے دھرے داراں دا





جوڑے باز آتے پر باز آئیں کیسے  
 کہتے ہیں ہم تم کو منہ دکھلائیں کیا  
 رات دن گردش میں ہیں سات آسمان  
 ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبراہٹیں کیا  
 لاگ ہو تو اس کو ہم سمجھیں لگاؤ  
 جب نہو کچھ بھی تو دھوکا کھائیں کیا  
 ہولے کیوں نامہ بُر کے ساتھ ساتھ  
 یارب اپنے خط کو ہم پہنچائیں کیا  
 مرنے خوں سر سے گزری کیوں نہ جائے  
 آستانِ یار سے اٹھ جائیں کیا؟  
 عمر بھر دیکھا کتے مرنے کی راہ  
 مرنے پر دیکھتے دکھلائیں کیا  
 پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے  
 کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا



لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی  
 چمنِ رنگار ہے آئینہ بادِ ہمارے کا  
 حریفِ جوشِ دریا نہیں ساحل کی خود داری  
 جہاں ساقی ہو تو باطل ہے دعویٰ ہوشیاری کا



ظلموں باز تے آئے نہیں پر، آئیے کیہ  
 ہن آہندے نہیں تمیزوں شکل دکھائیے کیہ  
 ست آسمان میں گڑے دے وچ اٹھے پر  
 ہر جانا اے کچھ نہ کچھ گھبراہیے کیہ  
 لگدا ہووے فیستے جانے لگدا اے  
 جے کر لگے اینویں دھوکھ کھائیے کیہ  
 ٹرے ساں کیوں ہر کارے دے نالے نال  
 اپنی چھٹی رتا آپ اپڑائیے کیہ  
 چھلاں لٹو دیاں سرتوں بھادیں لنگھ جاوے  
 یار دے بھریوں اٹھ جائے، خواہیے کیہ  
 عمریں تیکر مرن دی رہ وچ بیٹھے رہے  
 مریاں دیکھو، پانا رب توں پائیے کیہ  
 غالب کون اے؟ ساتھوں اوہوی پچھدے نہیں  
 کوئی دے آپے دے گواہیے کیہ



جد تائیں قلبوت نہ ہووے روح دکھالی دیندی نہیں  
 پھسلاڑی رنگار پچھانو شیشے باد بہاراں دے  
 راوی چھلاں مارے تے مڑ کنڈھے سینہ ڈاہندے نہیں  
 جیتے ساتی توں اوتھے کیہ مان بھلا ہشیاراں دے



عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا  
 درد کا حسد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا  
 تجھ سے قسمت میں مری صورتِ فضل ابجد  
 تھا لکھا بات کے بنتے ہی جدا ہو جانا  
 دل ہوا کشمکشِ چارہ زحمت میں تمام  
 بٹ گیا گھسنے میں اس عقدے کا وا ہو جانا  
 اب جفا سے بھی ہیں محسوس ہم اللہ اللہ  
 اس قدر دشمنِ ارباب و فدا ہو جانا  
 ضعف سے گریہ مُبَدَل ہو دمِ سرو ہوا  
 باور آیا ہمیں پانی کا ہوا ہو جانا  
 دل سے مٹا تری انگشتِ خانی کا خیال  
 ہو گیا گوشت سے ناخن کا جدا ہو جانا  
 ہے مجھے ابر بہاری کا برس کر کھلنا  
 روتے روتے غمِ فرقت میں فنا ہو جانا  
 گر نہیں نکلتی گل کو ترے کوچے کی ہوس  
 کیوں ہے گردِ درہِ جولاں صبا ہو جانا  
 تاکہ تجھ پر کھلے اُجڑے ہوئے صیقل  
 دیکھ برسات میں سبز آئینے کا ہو جانا  
 بخشے ہے جلوۂ گلِ ذوقِ تماشا غالب  
 چشم کو چاہیے ہر رنگ میں وا ہو جانا



قطرے نوں مَوجاں جے نہر فنا ہووے  
 حدوں لنگھیا ہویا درد دوا ہووے  
 حرنی جندریے وانگوں تیرے میرے نئی  
 بخت لکھے سن بن دیاں گل، جُدا ہووے  
 دل مُکیا اے دُکھاں دا دامو کر دے  
 گھنڈی گھس گئی پر نہ دل پولا ہووے  
 غلماں نوں وی ترس گئے آں رب سائیاں  
 ایڈا ویری کیہہ کوئی سبھاں دا ہووے  
 ماڑی جانے اُتھرو ہووے بن گئے نیں  
 مَن لیا اے پانی اِنج ہوا ہووے  
 مہندی رنگی چچی دل توں ہندی نیں  
 جیویں فونہہ نہ ماس کنوئل دکھا ہووے  
 میرے لی تے جیویں بدل دس کھٹے  
 رد و چند دھوڑے وچ فنا ہووے  
 خشبو نوں جے بھکھ نیں تیرے دیڑے دی  
 کامنوں پُریاں دے رہ وچ گھٹا ہووے  
 دیکھ کرامت لشکارے دے چاداں دی  
 سون سمے تے بیشہ دی سادا ہووے  
 پھٹاں دی دُکھ غالب نظراں نوں بھکھ دے  
 ہر ہر رنگے اکھ بُویا، کھٹا ہووے

# ر دلیف (ب)



پھر ہوا وقت کہ ہر بال کشا موج شراب  
 دے بڑے کودل و دست ثنا موج شراب  
 پوچھ مت و جہ سید مستی ارباب چمن  
 سایہ تاک میں ہوتی ہے ہوا موج شراب  
 جو ہوا غرقہ لئے بخت رسا رکاتا ہے  
 سر سے گز رہے پر بھی ہے بال ہوا موج شراب  
 ہے یہ برسات وہ موسم کہ عجب کیا ہے اگر  
 موج ہستی کو کرے فیض ہوا موج شراب  
 چار موج اُٹھتی ہے طوفانِ طرب سے ہر سو  
 موج گل ، موج شفق ، موج صبا ، موج شراب  
 جس قدر رُوح نہاتی ہے جسک تشنہ ناز  
 دے ہے تسکین بدم آب بقا موج شراب  
 بسکہ دوشے ہے رگ تاک میں غول ہو جو کر  
 شہرِ رنگ سے ہے ہال کشا موج شراب  
 موج گل سے چسداغاں ہے گورگاؤ خیال  
 ہے تصور میں تر بس جلوہ نما موج شراب  
 نشہ کے پردے میں ہے محو تماشا کے دماغ  
 بسکہ رکھتی ہے سہ نشو و نما موج شراب  
 ایک عالم پہ ہیں طوفانِ کیفیتِ فصل  
 موج سبزہ نوخیز سے تا موج شراب  
 شرح ہنگامہ ہستی ہے ز سے موسم گل  
 رہبرِ قطرہ بہ دریا ہے خوشا موج شراب  
 ہوش اُڑتے ہیں میرے جلوہ گل دیکھ اسد  
 پھر ہوا وقت کہ ہر بال کشا موج شراب



فیر آئیاں رُتّاں کھمبراٹاں چھنڈے چھل شرابوں  
 مٹکٹ شراباں دے ہر پاسے تارے چھل شرابوں  
 پھل تہلے پھلوڑی اندر نہ پچھ کیوں مستے نہیں  
 بن دے تار دے تہلے داکھاں تھلے چھل شرابوں  
 جیسے اڈ بیا ایس شرابے ادبدا بخت جیسے  
 برتوں ننگسی ہوئی وی پتی تارے چھل شرابوں  
 سون سے برساتاں دے تاثیر و کھاندے ایہوی  
 فیض ہواؤں چھل حیات جہو دے چھل شرابوں  
 کانگ سچڑھی خوشیاں دی چاہے پھل چاہے پاسے  
 چھل گھواں، چھل لال، چھل پُر دے، چھل شرابوں  
 جیٹدی پُنگرن ہارنباؤں رُوح کیجے تہی  
 امرت دے گھٹ دے کے سیز تھلے چھل شرابوں  
 زگ زگ دل انگوراں اندر لہو داگوں پتی دُٹکے  
 سامے تہے کھب کھمبراٹاں چھنڈے چھل شرابوں  
 چھل گھواں دیوے بالے وچ دھاراں لائے  
 سوچاں وی اکھ اندر دیندی جہو دے چھل شرابوں  
 پُر دے وچ نشے دے لگی ہر وی تھل دھیانے  
 فسران فصل آگاندی تہے تہے، چھل شرابوں  
 نشیاں رُت ہڑ لے کے دوزی جگ تے کرن چڑچائی  
 جہو دے چھل ہریالی، جہاویں جہو دے چھل شرابوں  
 پھل دی رُت جھاگ والی زہ کھوٹے جگ میلے  
 قطرے نوں دریا دل تہے اٹکے چھل شرابوں  
 استدل اللہ پھل کھڑ دے دیکھاں مارن ہوش اڈاری  
 فیر آئیاں رُتّاں کھمبراٹاں چھنڈے چھل شرابوں

## ردیف (ت)



افسوس کہ دیدار کا کیا برزق فلک نے  
جن لوگوں کی تھی درختِ عقیدہ گہرا انگشت

کافی ہے نشانی تری چھلے کا نہ دینا  
خالی مجھے دکھلا کے، بوقتِ سفر انگشت

لکھتا ہوں اسد سوزشِ دل سے سخنِ گرم  
تارِ کھ نہ سکے کوئی، برے حرفِ پر انگشت



واہ تقدیرے کیڑے اوہناں نوں دی کھا کھا رہتے  
چٹھاں نوں سجدے سن مندھی دے نگہ میرے، انگلی

گھٹ نشانی ایہوی تئیں، جے چھٹا دے نہ ٹریوں  
میزوں جدوں دکھائی، خالی، ٹر دے ویلے، انگلی

اسد اللہ میں بلدے شعر الیکاں دل دے لاوے  
تاں جے دھمد نہ دے کوئی میرے حرفاں اُتے انگلی





رہا اگر کوئی تاقیامت سلامت  
پھر اک روز مرنا ہے حضرت سلامت

جگر کو مرے عشقِ خونِ یارِ شرب  
لکھے ہے خداوندِ نعمت سلامت

علیٰ الرغیم دشمن، شہیدِ وفا ہوں  
مبارک مبارک سلامت سلامت

نہیں گرسرد و برگِ ادراکِ معنی  
تماشا تے نیرنگِ صورتِ سلامت



مُند گتیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں غالب  
یار لاتے بری بالیں پہ اُسے پر کس وقت



حشر دہاڑے تیسرے بھاویں بلیا جیویں  
اک دن آخر نوں مرنا اے، شالا جیویں

رُت دہارا عشق کلیجے میرے نوں پیا  
آکھے، جم جم میرے پالہارا جیویں

ویری ہریا، چندے شوق شہادت دھئی اے  
شکھی وستیں، شالا جیویں، شالا جیویں

جے ہر پیر نہ کتھے تینوں باطن داوی  
دیکھی جا ایہہ ظاہری میلہ، بندیا جیویں



درشن چارہ کر دے اکھاں مچیاں زوری غالب  
بیلی میرے تائیں نے آئے اوہنوں پرکھڑے دیلے



آمدِ خط سے ہوا ہے سرِ درِ بازارِ دوست  
 دُکھِ شمعِ کُشتہ تھا شاید خطِ رخسارِ دوست  
 اسے دلِ ناعاقبت اندیشِ ضبطِ شوقِ کر  
 کون لا سکتا ہے تابِ جلوة دیدارِ دوست  
 خانہ ویراں سازیِ حیرت تماشا کیجئے  
 صورتِ نقشِ قدم ہوں رفتہ رفتارِ دوست  
 عشق میں بیدارِ رشکِ غیر نے مارا مجھے  
 کُشتہ دشمن ہوں آخر، گرچہ تھا بیمارِ دوست  
 چشمِ مارِ روشن کہ اس بیدار کا دل شاد ہے  
 دیدہ پُرخوں ہمارا ساغرِ سرشارِ دوست  
 غیروں کو تاملِ سیری پرشِ اس کے ہجر میں  
 بے تکلفِ دوست ہو جیسے کوئی غمخوارِ دوست  
 تاکہ میں جانوں کہ ہے اس کی رسائیِ واں تک  
 مجھ کو دیتا ہے پیامِ وعدہ دیدارِ دوست  
 جبکہ میں کرتا ہوں اپنا شکوہِ مشتعلِ دل  
 سر کرے ہے وہ حدِ بَیْزِ زلفِ عنبرِ بارِ دوست  
 چپکے چپکے مجھ کو روتے دیکھ پاتا ہے اگر  
 ہنس کے کرتا ہے بیانِ شوخیِ گفتارِ دوست  
 ہسرتانی ہائے دشمن کی شکایت کیجئے  
 یا بیاں کیجے سپاسِ لذتِ آزارِ دوست  
 یہ غزل اپنی مجھے ہی سے پسند آتی ہے آپ  
 ہے ردیفِ شعر میں غالبِ زبیں مکرارِ دوست



لندی مَس دے نالے پئے گئی ٹھنڈی گاہی بیل دی  
 دھوں بچھے دیوے داسی منبرے مَس لندی بیل دی  
 اگا سچن جو گانہیں ، شوق دلاؤک رکھ سینے  
 اینویں جھلا ہویں ، جھلے کون دکھالی بیل دی  
 حیدرانی دے چالے دیکھو کیوں گھرے بھیندی لے  
 اُیر کھرے دے ڈانگوں ٹرنوں رکھیا ، ٹرنی بیل دی  
 عشق دہارے بھنیا اے غیراں دے مینوں ساٹے نے  
 ویری مار گیا اے بھاویں بیسی لگی بیسی دی  
 ساڈی اکھ رُشنا تیاں جے ادھ بیدری اِنج رہی لے  
 ساڈی رت بھری اکھ ہودے لور پیالی بیل دی  
 سرت لوسے اِنج غیر دی میری ادھ دے درد وچھوٹ دی  
 وڈے پیسے چوہی کوئی ہر کے اپنا بیل ، بیل دی  
 تاں جے میں دی جاناں ایہوی اوتھے اُپر جاندا لے  
 دیندا بھنیا مینوں ، گھٹی لار دکھالی بیل دی  
 میں جے کیئا اپنے ہر دی کمزوری داسکھو ای  
 ادھنے گئیں زلف پھڑی کستوری بھٹی بیل دی  
 دیکھ لوسے جے مینوں بکھے منہ دے دے کدھے ٹول  
 ہنس ہنس کے ادھ مینوں دسا اکھ کھڑ مسنی بیل دی  
 ویری جو چنگلی کیستی ادھ دے ای جھوڑے بھریے  
 یا آکھو شاہا ! جو لذت قسروں چکھی ، بیل دی  
 میری ایس غزل تے مینوں اندوں واہ والدی لے  
 شعرہ کھو کڑ آدے غالب گل اخیسی بیل دی

## ردیف (ج)



گلشن میں بندوبست برنگِ دگر ہے آج  
قری کا طوق حلقہٴ بید وینِ در ہے آج

آتا ہے ایک پارۂ دل ہر نغاں کے ساتھ  
تاہر نفس، گنبدِ شکارِ اثر ہے آج

اے عافیت کنارا کر، اے انتظام چل  
سیلابِ گریہ در پئے دیوار و در ہے آج



لو ہم مریضِ عشق کے تیمار دار ہیں  
اچھا اگر نہ ہو تو مسیحا کا کیا علاج



پھلوڑی وچ ہور دیاں کچھ ہور بہاراں آج تے  
گھوگھی دی گانی پیا لگے گھیسہ بر و نہاں آج تے

اک اک ہتھ کے نال ٹرمی آوندی اے بوٹی دل دی  
ساہواں ڈور کندے پھسیاں نہیں تاہیراں آج تے

کندھے لگ جا امن امانے، چالا ٹردا ہووے  
ہمنجواں ہڑھ دی اکھ پے رڑکن بوہے کندھاں آج تے



اسیو عشق ہنیکے دی سیرا اپنے ہر کیتے  
پر جے تاں دی بچیا نہ تے عیسیٰ دا کیمہ دارو

## ردیف (ج)



نفس نہ انجمن آرزو سے باہر کھینچ  
 اگر شراب نہیں انتظارِ ساغر کھینچ  
 کمال گرمی سعی تلاشِ دید نہ پوچھ  
 برنگِ خار مرے آئینہ سے جوہر کھینچ  
 تجھے بہانہ راحت ہے انتظار لے دل  
 کیا ہے کس نے اشارہ کہ نازِ بہتر کھینچ  
 تری طرف ہے بکثرت نظارہ نرگس  
 بکوری دل و چشمِ رقیب ساغر کھینچ  
 بہ نیم غمزہ ادا کر حق و دیعتِ ناز  
 نیام پردہ زخمِ جگر سے خنجر کھینچ  
 مرے قدح میں ہے صہائے آتشِ نہاں  
 بروئے سفر، کبابِ دل سمندر کھینچ



آس اُمیداں کولوں ہونہ وکھرا سا ہواں کھچتیں  
 جے کر ہتھ مشراب نہ آوے بیٹھ اڈیاں کھچتیں  
 درشن پان دی نس بچے دے تا کیڈے نیں کیہہ دتاں  
 ہن میرے آیتنے وچوں جوہر سُرلاں کھچتیں  
 شکھ مان دے بچ نہ نیں مُٹا؛ اڈیاں کارنہ  
 کبھیاں من کے اُتھے پرے ناز وچھاتیاں کھچتیں  
 تیرے دُتوں زرگس مُردی سُدھراں دی اکھ دیکھے  
 اُتھے دیری دے چاداں وچ بیٹھ شراباں کھچتیں  
 نیم اشارے اکھ دے پورا حق امانت کر دے  
 بچٹ نیام کلیجے وچوں خنجر ایداں کھچتیں  
 میرے بھانڈے وچ شراباں گھجیاں اگّاں لبّاں  
 اگ دے کیڑے دا دل شغلے، دانگ کہاں کھچتیں



## ردیف (د)



حُسنِ غمِ زے کی کشاکش سے ٹھٹھا میرے بعد  
 بادے، آرام سے ہیں اہلِ جفا میرے بعد  
 منصبِ شیفنگی کے کوئی تابل نہ رہا  
 ہوئی معذرتِ ولیٰ اندازِ ادا میرے بعد  
 شمعِ بجتی ہے تو اس میں سے دُھواں اُٹھتا ہے  
 شعلہٴ عشقِ سید پرش ہوا میرے بعد  
 نوں ہے دلِ خاک میں احوالِ تباں پر یعنی  
 اُن کے ناخن ہوئے محتاجِ حنا میرے بعد  
 درِ خورِ عرض نہیں جو ہر بیداد کو بھا  
 نگہِ ناز ہے سرمہ سے خفا میرے بعد  
 کون ہوتا ہے حریفِے مردِ افشگنِ عشق  
 ہے مکرر لبِ ساقی پہ صلا میرے بعد  
 ہے جنوں، اہلِ جنوں کے لئے آغوشِ وداع  
 چاک ہوتا ہے گریباں سے جفا میرے بعد  
 غم سے مرنا ہوں کہ اتنا نہیں دُنیا میں کوئی  
 کہ کرے تعزیتِ مسرودِ وفا میرے بعد  
 آئے ہے بیکسیِ عشق پہ رونا غالب  
 کس کے گھر جاتے گا سیلابِ بلا میرے بعد



روپ سنگھاراں دی کھیل توں چٹیا میرے پچھوں  
 شکرے! خالم لوکاں وی سوں ڈٹھا میرے پچھوں  
 عشق دی جوگ کماؤن والے ملے منہ نہیں کر دے  
 میراں، ڈنگے چسہ نہ منتے بُکا میرے پچھوں  
 لاٹ مرے دیوے دی اٹھ اٹھ جھٹے دھوں مکاناں  
 عشق دے لبو کا لاویس دٹایا میرے پچھوں  
 قبر اندر وی دل تے ایسے غم وچ رتاں رو دے  
 مہندی ہتھوں یار ہو دے گاؤ کھا میرے پچھوں  
 نظراں دے تہکتے تیسراں دے لائق نہیں نشانے  
 مست نگاہوں سرے توں منہ موڑیا میرے پچھوں  
 کون پیالہ عشق دا آن خسرے میرے ہتھوں  
 ساقی دوہراں پاپا دیوے ہو کا میرے پچھوں  
 جھل جھلے دا جھلیاں کولوں ہو کے ودھیا ڈریا  
 ڈاڈا گھے گھوں لنگارا لبتھا میرے پچھوں  
 ایسے دکھوں مردا جاناں نہیں تو نسیت کسے نوں  
 میرے پیار دے گل لگ رو دے جیڑا میرے پچھوں  
 عشق دیاں بے دستیاں اُتے غالب روز دا ڈریا  
 دیکھو! ایہ بڑھ کیڑے دیڑے ڈر دا میرے پچھوں

# ردیف (۱۲۶)



بلا سے ہیں جو یہ پیش نظر درو دیوار  
 نگاہ شوق کو ہیں بال و پر درو دیوار  
 و فوہ اشک نے کاشانے کا کیا یہ رنگ  
 کہ ہو گئے مرے دیوار دور درو دیوار  
 نہیں ہے سایہ کہ سن کر نوید مقدم یاد  
 گئے ہیں چند قدم پیشتر درو دیوار  
 ہوئی ہے کس قدر اذنائی مئے جلوہ  
 کہ مست ہے ترے کوچہ میں ہر درو دیوار  
 جو ہے تجھے سب سودائے انتظار تو  
 کہ ہیں دکان متاع نظر درو دیوار  
 جہوم گریہ کا سامان کب کیا میں نے  
 کہ بگر پٹے نہ مرے پاؤں پر درو دیوار  
 وہ آ رہا مرے ہمایہ میں تو ساتے سے  
 ہوتے فدا درو دیوار پر درو دیوار  
 نظر میں کھٹکے ہے بن تیرے گھر کی آبادی  
 ہمیشہ روتے ہیں ہم دیکھ کر درو دیوار  
 نہ پوچھ بخود ہی عیش مقدم سیلاب  
 کہ نا چتے ہیں پڑے سب درو دیوار  
 نہ کہہ کسی سے کہ غالب نہیں زمانے میں  
 حریف رازِ محبت مگر درو دیوار



دسدے رہن جے دسٹن مینوں اُنکے بُہے کندھاں  
 میرے اڈنے شوق دے کھمبہ میں تیرے بُہے کندھاں  
 ہنواں دی دا چھٹ منہ گھردا دوجے پتے لایا  
 لو کو ہو گئے میرے کندھاں تُو ہے، بُہے کندھاں  
 پڑ چھا دیں نہیں ایہہ تے اوہرے آدن دیاں خوشیاں نہیں  
 جی آیاں توں، اکھن اگوں تڑپے تُو ہے کندھاں  
 اِنج سوتیاں ہوتیاں تیرے گھٹے دید شہاں  
 پی پی مستیاں ڈھکے بُہے بُہے، بُہے کندھاں  
 بُہے بُہے اڈیک اندرے بن جالی جے بہار دی  
 اوہ دسدے میں ہت نظر دی راسے، بُہے کندھاں  
 کیڑے دن میں رنج کے روتا جھ اُچی ساہ کڈھیا  
 نیویں ہو کے میرے پیڑیں ڈگتے، بُہے کندھاں  
 سانجھی چھا دیں آکے دُسیا آن ڈھلے پڑ چھا دیں  
 چند پئے وارن بُہے کندھاں آتے، بُہے کندھاں  
 تیرے باجروں اکھ دا گھرا دسدے گھردی دُستوں  
 ہر دپے روندے رہنے آں دیکھ کے بُہے کندھاں  
 ہڑھ آوٹا لے خوشیاں پڑھیا پچھ نہ سستی کارے  
 میسٹھ آتے پئے ڈگدے پچھدے پچھدے بُہے کندھاں  
 غالب دل دی گل نہ کر ہتیں بُہدے نہیوں جیڑے  
 بھیت پیار وا جر کے رکھن، خبرے بُہے کندھاں



گھر جب بنا لیا ترے در پر کے بغیر  
 جانے گا اب بھی تو نہ برا گھر کے بغیر  
 کہتے ہیں جب رہی نہ مجھے طاقت سخن  
 جانوں کسی کے دل کی میں کیونکر کے بغیر  
 کام اس سے آپڑا ہے کہ جس کا جہان میں  
 لیوے نہ کوئی نام مستر کے بغیر  
 جی میں ہی کچھ نہیں ہے ہمارے دگر نہ ہم  
 سر جاتے یار ہے نہ رہیں پر کے بغیر  
 چھوڑوں گا میں نہ اس بت کا فریبنا  
 چھوڑے نہ خلق کو مجھے کافر کے بغیر  
 مقصد ہے ناز و غمزہ ولے گفتگو میں کام  
 چلتا نہیں ہے دشنہ و خنجر کے بغیر  
 ہر چند ہو مشاہدہ حق کی گفتگو  
 بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کے بغیر  
 بہرہ ہوں میں تو چاہیے ڈونا ہوا ثقات  
 سننا نہیں ہوں بات مکرر کے بغیر  
 غالب نہ کر حضور میں تو بار بار عرض  
 ظاہر ہے تیرا حال سب ان پر کے بغیر



ڈیرا تیرے پُرسے تے جد سٹیا آکھے باہجوں  
 ہن دی نہیںوں لہجدا ڈیرا ساڈا آکھے باہجوں  
 بولن دی جند واہ نہ رہ گئی اوہوی آکھن لکھے  
 کیڑیں جا پے حال کسے دے ول دا آکھے باہجوں  
 اوہ دے دُست پے آں جس واسارے جگ دے لاند  
 اک بندا دی ناں نئیں لیندا چندا آکھے باہجوں  
 دل سکھنا اے میرا، نئیں تے میرے وڈگا بندا  
 سر جاندا یا نہ ہندا پر نہ نہ ہندا آکھے باہجوں  
 چھڈوانئیں میں اس کافر مادھو نوں بھجہ کرنا  
 بھادیں لوک نہ چھڈن کافر وڈا آکھے باہجوں  
 نماز اداواں بارے بھاویں گلاں ہون ترکتیاں  
 پے نہ چسید کلجے برچھی آرا آکھے باہجوں  
 حق دی مستی دا جے بھستے وچ بیاناں پلا  
 مٹاں ہتھ نہ آوے بھنگ پیالا آکھے باہجوں  
 دُورا داں تے میزے آتے دُونی کر پار کھو  
 میں نہیں سن دا لگت کسے نوں دوبرا آکھے باہجوں  
 غالب مُڑ مُڑ کاہنوں عرضاں کرنا میں سرکایے  
 تیرے حال دے محرم میں اوہ جھڈیا آکھے باہجوں



کیوں جل گیا نہ تابِ رُخ یار دیکھ کر  
 جلتا ہوں اپنی طاقتِ دیدار دیکھ کر  
 آتش پرست کہتے ہیں اہل جہاں مجھے  
 سرگرم نالہ ہاتھ شہر بار دیکھ کر  
 کیا آبروئے عشق جہاں عام ہو جفا  
 دکھتا ہوں تم کو بے سبب آزار دیکھ کر  
 آتا ہے میرے قتل کو پر جوشِ رشک سے  
 مرتا ہوں اس کے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر  
 ثابت ہوا ہے گردنِ مینا پر خونِ خلق  
 لرزے ہے موجِ مے تری رفتار دیکھ کر  
 و احسرتا کہ یار نے کھینچا ستم سے ہاتھ  
 ہم کو حسرتِ لذتِ آزار دیکھ کر  
 بک جاتے ہیں ہم آپ متاعِ ہنر کے ساتھ  
 لیکن عیارِ طبع خسریار دیکھ کر  
 زنتار باندھ سچو صد دانہ کوڑ ڈال  
 دھند چلے ہے راہ کو ہموار دیکھ کر  
 ان آبلوں سے پاؤں کے گھبرا گیا تھا میں  
 جی خوش ہو اے راہ کو پر خوار دیکھ کر  
 کیا بدگماں ہے مجھ سے کہ آئینہ میں مرے  
 منظر کا عکس سمجھے ہے زنگار دیکھ کر  
 کرنی تھی ہم پر برقی تجسلی، نہ طور پر  
 دیتے ہیں بادہ ظریف قدحِ خوار دیکھ کر  
 سر پھوڑنا وہ غالبِ شوریدہ حال کا  
 یاد آ گیا مجھے تری دیوار دیکھ کر



کیوں نہیں سڑیا میں دلبر دامکھ تجھلا دیکھدیاں  
 ہن سڑناں اکھیاں کیڈا دیدار بچایا دیکھدیاں  
 لوکی تہ پڑتے مینوں اگت چجاری کہندے نہیں  
 ہر دے کڑلاٹاں دے بے جھانٹر اگے تار دیکھدیاں  
 عشق دیاں کیہ قدران جتھے دیاں ہاری ساری توں  
 وڑ وڑت جہاں ہر پاسے تیرا چوہنڈی دھتچا دیکھدیاں  
 لین آیا سرمیسدا بھادریں، آنے میرے پاٹ گئے  
 مروا جانال ادھے موٹھے چڑھیا برچھا دیکھدیاں  
 پئے جانا اے خون سراچی دی گردن تے خلقت دا  
 کھنپے چھل شرابوں، تیری ٹوروں چالا دیکھدیاں  
 واہ تقدیرے یار پیارے، چچکیا ہتھ آزاراں توں  
 سانوں توں پھٹ سواواں دا چکورا دیکھدیاں  
 سووے نال سخن دے آپے دی اٹکے دکنے آں  
 سچے طالب گانگ اپنے داندھوں پلا دیکھدیاں  
 ججنو بٹھکے، سو مکنے تسی دے ٹوٹے جتھے ڈھانہ  
 پاندھی پنڈھ سہیڑے ہلارہ توں پھرا دیکھدیاں  
 میں پیراں دے چھالیاں ہتھوں آپے پھسپھراساں  
 بھریاں نال خوشی دے پنڈا سولاں بھریا دیکھدیاں  
 ادھ کیڈا اے شگافاں پٹیا، میرے شیشے پاکے تجات  
 سگواں بھرتل جاتا سو، پڑچھاواں سادا دیکھدیاں  
 طود و چارے تے نتیں بھل ساڈے آتے پیتی سی  
 جیویں دین شراب بھنڈارا بھانڈا دیکھدیاں  
 مکران مارن تے سر پاٹن غالب جیسے سوادائی دا  
 یاد پایا آج مینوں تیسرا ڈھکیا توبا دیکھدیاں





لرزتا ہے ہرادل زحمتِ مسہر و رخشاں پر  
 میں ہوں وہ قطرہ شبنم جو ہو خارِ بیاباں پر  
 نہ چھوڑی حضرت یوسف نے یاں بھی خانہ آرائی  
 سفیدی دیدہ یعقوب کی پھرتی ہے زنداں پر  
 فنا تعلیم دیکس بخودی ہوں اس زمانے سے  
 کہ مجنوں لام الف لکھتا تھا دیوارِ دبستاں پر  
 فراغت کس قدر دہتی مجھے تشویشِ مرہم سے  
 بہم گر مسلح کرتے پارہ ہاتے دل نمکداں پر  
 نہیں اقلیمِ اُلفت میں کوئی طومارِ ناز ایسا  
 کہ پشتِ چشم سے جس کے نمودے مہرِ عنواں پر  
 مجھے اب دیکھ کر ابرِ شفق آلود یاد آیا  
 کہ فرقت میں تری آتش برستی تھی گلستاں پر  
 بجز پر وازِ شوقِ ناز کیسا باقی رہا ہوگا  
 قیامت اک ہوائے تند ہے خاکِ شیدائیں پر  
 نہ لڑنا صبح سے غالب کیا ہوا اگر اُس نے شدت کی  
 ہمارا بھی تو آخِ زور چلتا ہے گریباں پر



ہاتھ کنبہ کی گنگ دی تار وانگوں، رشکے سوجھوں ایڈیاں کھچلاں تے  
 میں تے رنج دا آپ تریل قسطہ، بیٹے ٹنگیا سولاں دی سولیاں تے  
 یوسف اوتھے دی گلیاں ٹگیا نیس، کال کوٹھڑی پئی سہاندڑی لے  
 پوئی اکھ یعقوب دی رہی پھر دی قید خانے دے کدھ بنیریاں تے  
 درس مستی دے ادھناں زمانیاں دی پئی میں فناہ دی پڑھی بیٹھاں  
 لام آلف دے پورنے پور داسی مجنوں کندھ مہیت پھوپھو کڑاں تے  
 ساہ سکھ دامینوں دی آجاندا پھاہ وڈھ دیندا مہم سمجھنے دا  
 ٹوٹے ولے دے آپ جے فندہ کھاندے مہر شکر کر دے نمکد انیاں تے  
 ہونانیس کوئی پیار دے جگ اندا البیلڑا عشق کتاب ورق  
 کندھ کیتیاں اکھاں دانیس ٹھپا جیمدے لیکھاں دی بکھت سزانویاں تے  
 ڈٹھا لالیاں بھندیاں بڈلاں نوؤ، آج ویکھ کے مینوں ایہہ پک ہو یا  
 ایہو سسے وچھوڑیاں سکتیاں نوں، اکھاں وستیوں باغ بھینچیاں تے  
 اوتھے شوق پتنگ اڈاریاں توں جچھے ڈور نشان کیسہ بھننا اسے  
 جھکھڑ پین اخیر قیامتوں دی ایہناں پاک شہیداں دی ڈھیریاں تے  
 نکلاں نال نہ غالب لاسٹھا ہر یا کیسہ جے اوس دہیڑیاں  
 ساڈا بیل دی بلیا جا چڑھدا کدی اپنیاں چوہیاں گلیاں تے



ہے بسکہ ہر اک اُن کے اشارے میں نشان اور  
 کرتے ہیں محبت تو گزرتا ہے گُماں اور  
 یازب! وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات  
 دے اور دل اُن کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور  
 ابرو سے ہے کیا اُس نگہ ناز کو پہوند  
 ہے تیسرے مقرر مگر اس کی ہے کہاں اور  
 تم شر میں ہو تو ہمیں کیا غم جب اٹھیں گے  
 لے آئیں گے بازار سے جا کر دل وجاں اور  
 ہر چند ٹیک دست ہوتے بُت شکنی میں  
 ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہیں سب گراں اور  
 ہے خوب جگر خوش میں دل کھول کے روتا  
 ہوتے جو کئی دیدہ خوشابہ فشاں اور  
 مرتا ہوں اس آواز پہ ہر چند سر اڑ جائے  
 جلداد کو لیکن وہ کہے جاتیں کہ ہاں اور  
 لوگوں کو ہے خورشید جہاں تاب کا دھوکا  
 ہر روز دکھاتا ہوں میں اک داغِ نساں اور  
 دیتا نہ اگر دل تجھے لیتا کوئی دم چین  
 کرتا، جو نہ مرتا کوئی دن، آہ و فغاں اور  
 پاتے نہیں جب راہ تو چٹھ جاتے ہیں نالے  
 رکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے رواں اور  
 ہیں اور بھی دُنیا میں سخنور بہت اچھے  
 کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیاں اور



بل بل اشارتاں اوہدیاں دے خیال ہو رکوئی چالا ہو رکوئی  
 پری ٹنگھ دے پیار اُتھار بوہتے سانوں جن چھوڑیا ہو رکوئی  
 جانی نیس اوہناں تے نہ جانتی اے میری گل میں رب لوں منہ چھپے  
 بدلے اوہناں وادل چیکر بولنے و امینوں ڈھب تیں بُجھا ہو رکوئی  
 ایس شان دی نگہ ہے مان مٹی، مجھواں نال ایہدا جوڑ میل کیسے  
 ایہر تیسرے تے مُتیا مُتیا اے، کہتے جے کما نچا ہو رکوئی  
 تسی شہرے وچ موجود ہو دو، سانوں فکر کاہدی جدوں شرج آئی  
 چند لوں گے جا بازار و تچوں، دل لوں گے وکدا ہو رکوئی  
 بھاویں جے کیڈا ساڈا مہتہ ہولّا بُت بھٹنے ڈنگینے توڑنے لوں  
 اسی ہاں تے آجے وی راہ اندھ بھارا پتھراک و سدا ہو رکوئی  
 رت جوش کلیجے جویں مارے، جی کیٹا سی کھل کے رت دھوا  
 رت روں کیٹے جے کراکھیاں وا جوڑے آتے ہندا جوڑا ہو رکوئی  
 مراں اوس دی ایس آواز آتے بھاویں دھون تے دھوے نہ سیں مل  
 آکھی جاتے جلا دتوں وار کوئی شاہا ہور، شاہا، شاہا ہو رکوئی  
 ایسے سوچوں جگ جہان روشن چھتے ونے لوکاں لوں رمیا اوہلا  
 بُت توں سویر لوں میں اپنا توں داغ وکھایا ہو رکوئی  
 دیندا میں جے کدی نہ جیوتینوں، لیندا میں وی گھڑی آند کوئی  
 کدوا، مردانہ جے، دن چار میں دی، دن دھون دا آسر ہو رکوئی  
 لگے ڈاٹ جے وگدیاں پکھوآں نوں پانی کنڈھیاں تیکر ان پڑھیں  
 میری طبع دے نو میں جے روک آوے، ہندا میں اچاڑا ہو رکوئی  
 شاعر ہو دی جگ تے ہن چنگے، بھلیہ بھلی و انت شمار ناہیں  
 غالب، غالب اے اکھ دے ہن سارے ایہدا بول تماندا ہو رکوئی



صفائے حیرتِ آئینہ ہے سامانِ رنگِ آخر  
تغیرِ آبِ برجامانہ کا، پاتا ہے رنگِ آخر  
نہ کی سامانِ عیش و جاہ نے تدبیرِ دشت کی  
ہوا جامِ زمرد بھی مجھے داغِ پلنگِ آخر



سُم کشِ مصلحت سے ہوں کہ خواباں مجھ پہ عاتق ہیں  
تکلفِ برطرف، مل جائے گا تجھ سا رقیبِ آخر



ریشے دی ہتری حیرانی رنگ چڑھان دی آن آخری  
اکو تھاں جے رہن کھلوتے پانی رنگ بدلان آخری

دولت نشیاں کچھ نہ کیئا ، وارو طبع اڈاؤ دا وی  
جام زمرہ وی چیتے دے لگا ڈب وکھان آخری



دکھ پیا خبرناں چنگ آسے ، سوہنے عاشق نیں تیرے تے  
ننگ گل اے لبھ جائے گا تیرے جیہا رقیب آخری



جنوں کی دستگیری کس سے ہو گر ہو نہ عریانی  
گریباں چاک کا حق ہو گیا ہے میری گردن پر

برنگ کاغذ آتش زدہ ، نیرنگ بیتابی  
ہزار آئینہ دل باندھے ہے بال یک پیدن پر

فلک سے ہم کو عیش رفتہ کا کیا کیا تقاضا ہے  
متاع بُردہ کو سمجھے ہوئے ہیں قرض رہزن پر

ہم اور وہ بے سبب رنج آشنا دشمن کہ دکھتا ہے  
شعاع مسد سے تہمت نگہ کی چشم رُوزن پر

قنا کو سوئپ، اگر مشتاق ہے اپنی حقیقت کا  
فروغ طالع خاشاک ہے موقوف گلخن پر

اسد بسمل ہے کس انداز کا قاتل سے کہتا ہے  
تو مشق ناز کر خونِ دوعالم میری گردن پر



بھلے پئے نوں کیڑا کجے، جے کرننگ نہ ہوئے  
پاٹے گلے دا حق ہر یا ميسے بر دے اُتے

لُہے کاغذ رنگے، رنگ دکھائے سڈکن بھڑکن  
سو سو دل بختے عاشق دے سڑ دے ڈوٹے اُتے

جیڑے عیش دہائے اوہ آسمانوں منگی جاتے  
لٹ داماں دی جاتا جیویں قرض لٹیرے اُتے

ایویں رُندے دیری دے دس پئے آں جیڑا لہذا  
سورج بکشموں تہمت دیکھن دی اکھ جھرنے اُتے

اپنی اصل پچھان کہتے سوئپ فنا نوں ہستی  
لگھیاں دی قسمت چمکے وچ بھٹی بٹنے اُتے

اسد اللہ پھٹیا کس شانے ہر کپ نوں بشکارے  
ہتھ رواں کر، قتل خدائیاں پین دے میرے اُتے





لازم تھا کہ دیکھو مرادستا کوئی دن اور  
 تنہا گئے کیوں اب رہو تنہا کوئی دن اور  
 بٹ جائے گا سرگرترا پتھر نہ لگے گا  
 ہوں درد پر ترے ناصیہ فرسا کوئی دن اور  
 آتے ہو کل اور آج ہی کہتے ہو کہ جادوں  
 مانا کہ ہمیشہ نہیں، اچھا کوئی دن اور  
 جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو ملیں گے  
 کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور  
 ہاں اسے فلک پر جواں تھا ابھی عارف  
 کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور  
 تم ماہِ شب چارہم تھے مرے گھر کے  
 پھر کیوں نہ رہا گھر کا وہ نقشہ کوئی دن اور  
 تم کون سے ایسے تھے کھرے داد و شد کے  
 کرتا ملک الموت تقاضا کوئی دن اور  
 مجھ سے تمہیں نفرت سہی نیر سے لڑائی  
 بچوں کا بھی دیکھا نہ تماشا کوئی دن اور  
 گزری نہ بہر حال یہ مدت خوش و ناخوش  
 کرنا تھا جواں مرگ گزارا کوئی دن اور  
 ناداں ہو جو کہتے ہو کہ کیوں جیتے ہو غالب  
 قسمت میں ہے مرنے کی تمنا کوئی دن اور



چاہی وہ اسی دیندوں میرا رستا ہو و دہاڑے  
 کیوں ٹڑیوں کلاہن زوہ خاں کلاہر دہاڑے  
 جے تیسرا پتھر نہ گھسیا سرتے مُر مُک جاسی  
 تیرے بڑے تے رگڑاں گامتھا ہو و دہاڑے  
 کل آیا سیں آج ٹڑیا ایں ایڈی چھیتی کیہ سی  
 منیا ایتھے بیہ نہیں رہنا، رہندا ہو و دہاڑے  
 جاندا جاندا آکھیں روز قیامت ہوسن میلے  
 اشکے ! روز قیامت ہونا کیہڑا ہو و دہاڑے  
 بڈھیا ٹھیلڈیا آسمانا عارف سی مُنڈا کھنڈا  
 تیرا کیہ جاندا اسی جے نہ مروا ہو و دہاڑے  
 توں تے چتا چودھو دیاں دا چن سیں میرے گھردا  
 اوہوی تے کڈھ جاندا، جاندا جاندا ہو و دہاڑے  
 کھتوں سیں توں ایڈی دہاری لینے دینے اندر  
 ملک الموت دی جھنیا ہندا بویا ہو و دہاڑے  
 منیا میں نہ چنگا لگا، نیسہ مال لڑائیاں  
 اپنے بالآں توں تے دیندوں ہندا ہو و دہاڑے  
 جیویں اپنی ننگہ گئی سی تیسری ہندے دھمے  
 انج ننگہ جاندا موت جوئے ویلا ہو و دہاڑے  
 کیہ جانے جو آکھے غالب کیویں جیتندا پھردا  
 موت آڈیکاں قسمت وچ نہیں بھلیا ہو و دہاڑے

۱۔ ذراپ نہیں العادہیں عارف جیہڑا مرزا غالب دی بیوی امراد بیگم دا بھانجاسی۔ غالب نے اپنا متعلق بتایا اسی۔ ایہدی موت تے ایہ مرثیہ لکھیا گیا سی۔ (دسم)

## ردیف (نر)



فارغ مجھے نہ جان کہ مانسہ صبح ہر  
 ہے داغِ عشق زینتِ جیبِ کفن ہنوز  
 ہے نانہٴ مفلساں، زہ از دست رفتہ پر  
 ہوں گلِ فردش شونخِ داغِ کفن ہنوز  
 مے خانہٴ جگر میں یہاں خاک بھی نہیں  
 غمازہ کھینچے ہے بُتِ بیدادِ فنی ہنوز



حریفِ مطلبِ مشکل نہیں فسوںِ نیاز  
 دُعا قبول ہو یا رب کہ عمرِ خضر دراز  
 نہ ہو ہرزہ بیاباں نوردِ دھم و جود  
 ہنوز تیسرے تصور میں ہیں نشیبِ فراز  
 وصالِ جلوہٴ تماشا ہے پیدائشِ کہاں  
 کہ دیکھے آئینہٴ انتظار کو پرواز  
 ہر ایک ذرہٴ عاشق ہے آفتابِ پرست  
 گئی نہ خاک ہوتے پر ہوائے جلوہٴ ناز  
 نہ پوچھ وسعتِ میخانہٴ جنوںِ غالب  
 جہاں یہ کاسہٴ گردوں ہے ایک خاکِ انداز



واندا جان نہ مینوں جسوں سورج وگا  
 داغ پریشاں والا، کفنی سچیا حالی  
 کنگلاں داماں اے ہتھوں نکلی دولت  
 سنل پڑانے بشکاں پچل نیں وند دا حالی  
 سینے دے میخانے ایتھے کھیسہ دمی نیں پر  
 اکڑیاں لئی جاندا مادھو چند دا حالی



اوکھے کم نہ کڈھدے منتر ترے منساں  
 دبا کر دے خضر دیاں ای عمر ایاں  
 جھلیاں وانگوں چڑھ نہ وہم بریتے کھوجی  
 تیری سوچ آجے وی بجھی ٹبیاں ٹویاں  
 وصل دیاں سوشکلاں نیں پر جیرا کہتے  
 روز اڈیکاں دے شیشے کیوں پیا چلکاواں  
 عاشق دا قترہ قترہ وی سورج پوہے  
 مٹی ہریاں وی نیں اڈیاں دید ہواواں  
 غالب ساڈے جھل دامنجانہ بے آنا  
 جتھے آسماناں دا مٹھٹھا جھولی گلتاں



وسعت سعی کرم دیکھ کہ سرتاسر خاک  
گزرے ہے آبلہ پا ابر گہر باد ہنوز  
یک قلم کا غنڈہ آتش زدہ ہے صفحہ دشت  
نقش پا میں ہے تپ گرمی رفتار ہنوز



کیونکر اُس بت سے رکھوں جان عزیز  
کیا نہیں ہے مجھے ایمان عزیز  
دل سے نکلا پہ نہ نکلا دل سے  
ہے ترے تیسرے کا پیکان عزیز  
ماب لائے ہی بنے ہے غالب  
واقعہ سخت ہے اور جان عزیز



سُخیاں دے نئی چارے کھوٹاں فیض کمان دیاں میں جوہاں  
 پیسیریں چھالے بھریا بدل، موتی وسدا حالے توڑی  
 اکوٹھاں بریتے ورقا لوبے کاغذ ورگا لگتے!  
 ایر کھرے پے جاپن نس بچ دے بلدے تا حالے توڑی



کیویں اوس پیارے کولوں کر لآں جان پیاری  
 مینوں آپ بھلا نئیں دین ایمان دی آن پیاری  
 دل دچوں تے نکل گیا پر نکلیا نئیں دل دچوں  
 تیر دی نوک پیاری مینوں، جیویں جان پیاری  
 غالب جیہڑی سہرتے پے گئی اوہ تے سسنی پئینی  
 اوکھی بھاری دی لگدی لے، اتوں جان پیاری



نے تجھی نفسہ ہوں نہ پردہ ساز  
 میں ہوں اپنی شکست کی آواز  
 تو اور آرائشِ خُصم کا کُھل !  
 نہیں اور اندیشہ ہائے دور و دراز  
 لاف تمکین ، فریبِ سادہ دلی  
 ہم ہیں اور راز ہائے سینہ گداز  
 ہوں گرفتارِ اَلْفِتِ حیاتِ  
 ورنہ باقی ہے طاقتِ پرواز  
 وہ بھی دن ہو کہ اس ستمگر سے  
 ناز کیخوں بجائے حسرتِ نواز  
 اے تراغزہ یکِ تسلّم انگینہ  
 اے تراغلم سدا بے انداز  
 تو ہوا جلوہ گر مبارک ہو  
 ریزشِ سجدہ جبینِ نیاز  
 نہیں دل میں مرے وہ قطرہِ خوں  
 جس سے شرکاں ہوتی نہ ہو گلاباز  
 مجھ کو پوچھا تو کچھ غضب نہ ہوا  
 میں غریب اور تو غریب نواز  
 اسد اللہ خاں تمام ہوا  
 اے دریغا ! وہ رند شاہ باز



نہ نہیں گون گلی نہ کوٹ تیر سازاں  
 محفل اندر نہیں اپنے تئیں دی تان آں  
 اودھرتوں پیا گلچھاں تے کنڈل پلٹاویں  
 ایدھر میں شک شبہیاں گھوڑے لمیاں واناں  
 جیرے دی پھر ٹھٹھا، اصلوں نادانی دے دھوکے  
 چھاتی موم کرن بے ساڈی، راز محبتاں  
 پچاسی پریم شکاری دی نوں بھیسڑ کن کبیر  
 پر حالے دی جیون دے رہن ایہ کھمب کھمب اٹاں  
 اوہوی گھڑیاں آؤن کدی جداسی چندرے مے  
 نگرے چاواں دھیتے آج اوہناں دیاں چاہواں  
 اک اک تیر تاراواں دا پیا رچ تڑ فاسے  
 اک اک جیر سزاواں دا جیوں پتلیاں چھریاں  
 توں آئیوں گھر میرے تیرے ناووں لاسے  
 عاجزہ مٹھے وچوں مسجدے جیڑے کیراں  
 میرے دل اندراوہ لستو دی چھٹ نہیں بھجی  
 جتھے پلکاں تے نہیں چاہڑی چادر پھلاں  
 ذات ہی جے میری تے عرشوں نہ ڈگوں  
 میں آں غریب نما ناتے توں مان غریباں  
 اسد اللہ خاں غالب دی آج فرمکیا ہے  
 ادھرے نالے تر گیتیاں سب حسن پریتاں



## ردیف (س)



مژدہ اے ذوقِ اسیری کہ نظر آتا ہے  
 دامِ خالی قفسِ مرغِ گرفتار کے پاس  
 جگرِ تشنہٴ آزارِ تلی نہ ہوا!  
 جوئےِ خوئی ہم نے بہائی بِنِ ہر خار کے پاس  
 مُند گئیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں ہے ہے  
 خوب وقت آئے تم اس عاشقِ بیمار کے پاس  
 میں بھی رُک رُک کے نہ مڑتا جو زباں کے بدلے  
 دشنہٴ اک تیز سا ہوتا مرے غمخوار کے پاس  
 دہنِ شیر میں جا بیٹھے لیکن اے دل  
 نہ کھڑے ہو جئے خوابِ دل آزار کے پاس  
 دیکھ کر تجھ کو چمن بسکہ نمونہ کرتا ہے!  
 خود بخود پہنچے ہے گلِ گوشہٴ دستار کے پاس  
 مر گیا چھوڑ کے سرِ غالبِ وحشی ہے ہے  
 بیٹنا اُس کا وہ آکر تری دیوار کے پاس



قیدی ہوں دیاں بریجیاں نوں خالی جبال مبارک  
 وچھیا ہویا، پجیرے ڈکے پنچھی پنجسے نیڑے  
 آزاروں تے جگرے دی اکا ترید نہ لستھی  
 سو دیاں ندیاں آساں وگائیاں کنڈے کنڈے نیڑے  
 پٹھیاں پٹھیاں مچیاں اکھاں کیہر تفسدیر کھٹتی  
 چنگے دیلے تے اوجی عاشق موتے نیڑے  
 اڈیاں رگڑ رگڑ نہ مردائیں وی جے تھاں جھدی  
 تیز جیہا اک خنجر ہندا ہمتہ دردی دے نیڑے  
 شیراں دے منہ وچ جا بیہنا پر دل نوں سمجھانا  
 کدی کھلونا نہیں دلداراں آزاراں دے نیڑے  
 تینوں دیکھیاں پھلواڑی کیڑی پھل پھل پندی  
 پھل دی آپے اچڑ دے نہیں پگ دے شملے نیڑے  
 مویا مگراں مار کے غالب بر پھریا نہیں بھلدا  
 آوناتے آکے بیہ رہنا تیرے بوجے نیڑے

## ردیف (ش)



نہ لیدے گرنہیں جو ہر طراوت بہرہ خط سے  
لگا دے خانہ آئینہ میں روئے نگار آتش  
فروغِ حسن سے ہر قی ہے حل مشکل عاشق  
نہ نکلے شمع کے پاس سے، نکالے گرنہ خار آتش

## ردیف (ع)



جادہ زہ، خور کو وقتِ شام ہے تارِ شعاع  
چرخِ داکر تا ہے ماہِ تو سے آغوشِ وداع



چلکاں دے کتھ جے نہ دتھدے مَس ہریاں پاویں  
 بھنڈا مُکھڑا لا دیندا شیشے گھر ویٹھے لومبا

رُوپ دیاں لاٹاں عاشق دی مشکل دا حل کڈھن  
 دیوے پیروں، سول نہ نکالے جے نہ کتھ لومبا



رہ کھوٹے سورج داسا میں بولکر کرناں دی  
 چٹھہ حدے چن آسمانی جھولی اڈی بھراں دی



رُخ نگار سے ہے سوزِ جاودانی شمع  
 ہوئی ہے آتشِ گل، آبِ زندگانِ شمع  
 زبانِ اہلِ زباں میں ہے مرگ، خاموشی  
 یہ بات بزم میں روشن ہوئی زبانی شمع  
 کہے ہے صرف بہ ایمائے شعلہ قصہ تمام  
 بظنِ زہلِ فنا ہے فسانہ خوانی شمع  
 غم اس کو حسرتِ پروانہ کا ہے اے شعلہ  
 ترے لرزنے سے ظاہر ہے ناتوانی شمع  
 ترے خیال سے رُوحِ اہتر اذکرتی ہے  
 بجلوہ ریزیِ باد و بہ پر فشانِ شمع  
 نشاطِ داغِ غمِ عشق کی ہمار نہ پوچھ  
 شگفتگی ہے شیبہ گلِ خزانِ شمع  
 جلے ہے دیکھ کر بالینِ یار پر مجھ کو  
 نہ کیوں ہو دل پہ مرے داغِ بدگمانِ شمع



مُکھ دیبر تھیں پکٹ ہمیشاں بکدی رہنی دیوے دی  
 پھل دی آگ دے امت پاروں بخضر حیات دیوے دی  
 ساڈی ہولی اکو گل اے بجھ مرنا چھہ سیں لینا  
 محفل اندر لاٹاں مارے گل زبانی دیوے دی  
 لاٹ ذرا جے جیوہ ہلائے گل سرے چڑھ جان دی اے  
 مویاں مکیاں وَاُنگوں دیکھو مُکدی کہانی دیوے دی  
 ایہنوں سدھر پروانے دی لاٹے اندوں بھنیا اے  
 تیرے ڈولن توں لگدا اے ڈھیر گئی ڈھیری دیوے دی  
 تیرے دھیان گیانوں آوے جان ہلائے اندر پئی  
 پکتیاں جھلے پریاں دی سونہرے نالے کنی دیوے دی  
 داغ عشقے دے رت کھلاری باگے چھٹاں دھپیاں نہیں  
 پھل کھڑنی رت واسے آتے گل چواتی دیوے دی  
 دیبر یار ستر بانے مینوں دیکھ دیکھ پیا بکدا اے  
 کیوں نہ سینے سَل دھواکھے نیت میلی دیوے دی

## ردیف (ف)



بیم رقیب سے نہیں کرتے وداع ہوش  
مجبوریاں ملک ہوئے اے اختیار حیف !

جلتا ہے دل کہ کیوں نہ ہم اک بار جل گئے  
اے ناتمامی نفس شمعہ بار حیف !



اساں خوفِ رقیب توں اُج توڑی کولوں دور نہ ہوش حواس کیسے  
ایتھوں نیکراں اسی مجبور ہوئے ، وڈا اختیار تے منغ سانوں

ایسے تاتوں جے پیا دل ساڈا ، اکسے ساہ نہ کیوں مٹر کے ساہ ہوئے  
بلدے ساہواں دیاں ناتقامیاں نے ایس لب چنگیا رتے منغ سانوں



## ردیف (ک)



زخم پر چھڑکیں کہاں طفلانِ بے پروا نمک  
 کیا مزہ ہوتا اگر پتھڑ میں بھی ہوتا نمک  
 گردِ راوِ یار ہے سامانِ نازِ زخیمِ دل  
 ورنہ ہوتا ہے جہاں میں کس قدر پیدا نمک  
 مجھ کو اِزانی رہے، تجھ کو مبارک ہو جیو  
 نالہٴ بلبیل کا درد اور خندۂ گل کا نمک  
 شورِ جولاں تھا کفارِ بحر پر کس کا کہ آج  
 گردِ ساحل ہے بزخمِ موجِ دریا نمک  
 داد دیتا ہے مرے زخمِ جگر کی واہِ دا  
 یاد کرتا ہے مجھے، دیکھے ہے وہ جس جانک  
 چھوڑ کر جانا تین مجسودِ عاشقِ حیف ہے  
 دل طلب کرتا ہے زخم اور مانگے ہیں اعضا نمک  
 غیر کی منت نہ کہیں چوں گاپے توفیرِ درد  
 زخم، بمثلِ خندۂ قاتل ہے سرتاپا نمک  
 یاد ہیں غالب مجھے وہ دن کہ دھندِ فوق میں  
 زخم سے گرتا تو میں پلکوں سے چنتا تھا نمک



دھوڑن کھتوں بال آیا نے پٹیاں اُتے دھوڑا لُون  
 یار سواد آج اندا جے کر ہندا دوتا دوتا لُون  
 دل دے پھٹ دا بھرم بھرا لے، سجن دے زہاں دی دھوڑ  
 نیس تے جگ اندر تے جتوں جتا بھجے بھدا لُون  
 میرے بھاگاں دے وچ دتے، رہوے مبارک تینوں دی  
 بُبل دی کڑلاٹ کڑتوں، پھل کھڑنی دا ہا سا لُون  
 کیڑی بکلی آج راوی دے کندھے دھوڑاں پٹیاں نیں  
 مَن دریا تے مٹیاں اڈیاں پھٹاں دے پچھ لگا لُون  
 میرے پھٹ جگر دا اومہوں بڑا دریاں دھندلے  
 یں اومہوں پیتے آجاناں جتے دی اوہ دھندا لُون  
 پھٹ پندا عاشق دا پھٹ چلیا ایں، ایہہ چنگانیں  
 دل دی حالی پھٹ دا طالب لُون لُون حالی منگدا لُون  
 کاہنوں چچکاں، مہرغیراں دے بھار، دھیرے دھیرے لئی  
 پھٹ خونی دے مٹے ہا سے وانگ اے جدوں سراپا لُون  
 غالب چھتے نیں دن اوہوی جد چکے دی لور اندر  
 پھٹوں جے کر پیندا سی تے پکاں نال سیں چن دا لُون



آہ کو چاہیے اک عمر اتر ہونے تک  
 کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک  
 دام ہر موج میں ہے حلقہ صد کام نہنگ  
 دیکھیں کیا گزرتے ہیں قطرے پر گھر ہونے تک  
 عاشقی صبر طلب اور تمتا بے تاب  
 دل کا کیا رنگ کروں خون جگر ہونے تک  
 ہم نے مانا کہ تغافل نہ کر دے لیسکن  
 خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک  
 پر تو خود سے ہے شبیم کو فنا کی تعلیم  
 میں بھی ہوں ایک عنایت کی نظر ہونے تک  
 یک نظر بیش نہیں فرصت ہستی غافل  
 گرمی بزم ہے یک رقص شر ہونے تک  
 غم ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج  
 شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک



اڈیکاں نیں لیاں حیاتِ دے پینڈے نصیباں دی باہ نوں اثر ہون توڑی  
 کوئی کیوں جیوے تے کتنا کو جیوے تیری رُکھ دی چوٹی سر ہون توڑی  
 کھلائے سمندر تے اوہ جال چھٹاں مگر مچھاں کھٹے خلق جتھے گھرُ حیاں  
 خدا جانے کیہہ کیہہ قضا ورت جانی اے بارش دے قطرے گھر ہون توڑی  
 بھلی عاشقی سہی بڑا جیسہ رانگے، ملاپاں دی سدھری شولی تے ٹنگے  
 دلاتینوں کیڑے خیالے چارنگے، جگر خون وچ تر برہون توڑی  
 تیرے اُتے ایسا نو ہے مان سانوں ذرا دی دُھل اپنے دُتوں کریں گا  
 پُر اپنے نوں ساڈی تے ساہ دی نیتیں مہجی کہتے تینوں ساڈی خبر ہون توڑی  
 نظر بھر کے سورج تریل اُتے دُٹھا، تریل اُڈھی لے کے فنا دی تریل  
 حیاتِ دا دُنیا تے میں دی پروہناں تیری مہر دی اک نظر ہون توڑی  
 پیا نور کھا کیڑے ہستی دے پینڈے، پلک دی جھپک چ سوزنک باندا  
 ترنجنناں، وساکھی، بستناں دے میلے چنگ بچ کے سانوں بند ہون توڑی  
 حیاتِ دے دُکھاں دا دارو اسد جی جے نتھے تے بس موت کوہوں ای نتھے  
 مزاراں تے ہووے یا محلاں دے اندر پیا دیوے بننا فہر ہون توڑی

## ردیفِ رگ،



گر تجھ کو ہے یقینِ اجابتِ دُعا نہ مانگ  
یعنی بغیرِ یکِ دلِ بے دُعا نہ مانگ

آتا ہے داغِ حسرتِ دل کا شمارِ یاد  
مجھ سے مرے گنہ کا حساب اے خدا نہ مانگ



جے پک ہو دی، بُنتی جانی، کدی دُعا نہ منگیں؛  
مطلب اے خالی دل باہجوں دل دُعا نہ منگیں

سدھراں دے سقل یا دا آؤندے نیں کیڑے کھاتے پاواں  
میتھوں میسرے پاپاں والیکھا رہا نہ منگیں

## رویف دل



ہے کس قدر ہلاک فریبِ دفائے گل  
 بٹیل کے کار و بار پہ ہیں خندہ ہائے گل  
 آزادی نسیم مبارک کہ ہر طرف  
 ٹوٹے پڑے ہیں حلقہ و اہم ہوائے گل  
 جو تھا سو موجِ رنگ کے دھوکے میں مر گیا  
 لے داتے نالہ لبِ خونیں نوائے گل  
 خوش حال اُس حریفِ سیہ مست کا کہ جو  
 رکھتا ہو مثلِ سایہ گل سر پہائے گل  
 ایجاد کرتی ہے اسے تیرے لئے ہمار  
 میرا رقیب ہے نفسِ عطرسائے گل  
 شرمندہ رکھتے ہیں مجھے بادِ بہار سے  
 مینائے بے شراب و دل بے ہوائے گل  
 سطوت سے تیرے جلوہ حسنِ غیور کی  
 خوں ہے مری نگاہ میں رنگِ دوائے گل  
 تیرے ہی جلوہ کا ہے یہ دھوکا کہ آج تک  
 بے اختیار دوڑے ہے گل در قفائے گل  
 غالب مجھے ہے اس سے ہم آغوشی آرزو  
 جس کا خیال ہے گل جیبِ قبائے گل



کیڈی مرنے پئی اے جہلی بھرم بھلیکے پھلاں دے  
 بکبل دے اتبار دباریں دُکھ دے ہاسے پھلاں دے  
 خشبوتے پُریاں دے لسی ہن کھلاں چار چھیرے نہیں  
 پھسیتی پھسیتی جال دیاں گھر حیاں منہ پاٹے پھلاں دے  
 دُٹ گئے رنگ لہراں اندر تارو ساد مر دے سی  
 ہاڑا رہا رتور ت بلبھاں تے ہاڑے پھلاں دے  
 بخت اچھیرے ادس عاشق دے جیہڑا نیواں ہو ہو کے  
 پھلاں دے پڑ چھاویں وانگوں پیریں دگے پھلاں دے  
 باغ بہاراں ایہ سو غاماں تینوں ڈھونے ڈھونے نہیں  
 میرے دوکھی نہیں خشبوداں نہجے تے پھلاں دے  
 چیت سکے دے پُریاں توں پے مینوں ہولیاں پانے نہیں  
 سکھنے مٹ شراباں دے نہ دل توں چائیں پھلاں دے  
 تیرے آنکھی روپ دیاں دکھاں دی جھال جھلیندی نہیں  
 تاہیوں میری اکھ دی لالی رنگ تماشے پھلاں دے  
 تیرے دید بھلیکے اندر آج تیسرا ایہ دُبتے نہیں  
 منہ زور دے پھل نہجی آؤندے تیری پتچے پھلاں دے  
 غالب مینوں ادھرے سینے لگی دی بک رہندی ہے  
 جیہڑیاں یاداں دے پھل گلے لانے چولے پھلاں دے



## رولیف (م)



غم نہیں ہوتا ہے آزادوں کو بیش ازیک نفس  
 برق سے کرتے ہیں روشن شمع ماتم خانہ ہم  
 محفلیں برہم کرے ہے گنجفہ بانہ خیال  
 ہیں ورق گردانی نیرنگ یک بُت خانہ ہم  
 باوجود یک جہاں ہنگامہ پیدائی نہیں  
 ہیں چہرہ غائبِ شبستانِ دل پروانہ ہم  
 ضعف سے ہے نئے قناعت سے یہ ترکِ جستجو  
 ہیں و بالِ تکیہ گاؤ ہمتِ مردانہ ہم  
 دائم الحبس اس میں ہیں لاکھوں تمنائیں اسد  
 جانتے ہیں سینہ پر پتھوں کو زنداںِ خادہ ہم



اک دم توں دودھ اللہ والے دکھ داسا کدی نہیں لیندے  
بجلی دا لشکارا بالے دیوا پھوہڑی میڑے ساڈے

یاداں دا اک تماش جواری صحبت یاراں پیا کھلاڑے  
وچھڑے جہاں دی محفل دے آئے نیں متھہ ورقے ساڈے

بھادیں اک جگ روشن اتھ تان دی اتھ کچھ نہ لیتھ  
پروانے دے نھیرے سینے اندر دیوے بندے ساڈے

ایں تے جو گئے ای نہیں سلاں رُچ کے کھوج کھرائیں چھڈیا  
ہمتاں دے تکیے دی انگلی، سرنیں اکا جھلکے ساڈے

اس اللہ لکھ سدھراں ایہدے پھرے قید حیاتی توڑی  
بندی خانہ دستیا جانو، لہو وچ ترے سینے ساڈے



بر تالہ حاصل دہشتگی فرما ہم کر  
متاع خانہ زنجیرہ جز صد معلوم



مجھ کو دیار غیسر میں مارا وطن سے دور  
رکھ لی مرے خدا نے مری بے کسی کی شرم

وہ حلقہ ہائے زلف کیس میں ہیں اے خدا  
رکھ لیچھ میسرے دعوتی دہشتگی کی شرم



دل دی کُنڈی دیندی اے کڑلاٹ بُرے  
کُنڈی دا گھر بُرا نئیں چھنکارہناں



میتھوں دیس پراتے، دیسوں دُور، حیاقی کھوہ کے تے  
رُکھیاں میرے رُب نے میری بیکس جان دیاں شمرناں

یار دیاں رُکھیاں دے کُنڈل رُبا چھاہی لا نیٹھے  
چنگا اے جے رکھیں میسرے مان تران دیاں شمرناں

# ۱۹۸ رولیف (ن)



لوں دام، بختِ نختہ سے یکِ خوبِ خوش دے  
غالب یہ خوف ہے کہ کہاں سے ادا کروں



وہ فراق اور وہ وصال کہاں  
وہ شب و روز و ماہ و سال کہاں  
فرستِ کار و بارِ شوق کیے!  
ذوقِ نظارۂ جمال کہاں  
دل تو دل وہ دماغ بھی نہ رہا  
شورِ سودائے خط و خال کہاں  
تھی وہ اک شخص کے تصور سے  
اب وہ رعنائِ خیال کہاں  
ایسا آس نہیں لہو رونا  
دل میں طاقت، جگر کو حال کہاں  
ہم سے چھوٹا قمار خانہ عشق  
داں جو جائیں گرہ میں مال کہاں  
فکرِ دنیا میں سر کھپاتا ہوں  
میں کس اور یہ وبال کہاں  
مضمحل ہو گئے قومی غالب  
اب عناصر میں اعتدال کہاں



تھے بختوں سکھ دی زیندہ اک اُوھاری سُنکاں سہی  
پر غالب سوچیں بے جاں واپس بختوں کرنی آں



ہجر وصال دیاں اوہ لذتاں گئیاں کتھے  
سال، مہینے، دن کتھے اوہ راتاں کتھے  
عشق و ہاجے کیسٹا ایڈا رُجیا کیسٹا  
آنکھاں نوں دیدار دیاں مہن بھگتاں کتھے  
دل تے دل سی ہُن سوچاں وی پائیاں پیاں  
پاٹے بشیشیاں اندر ثابت شکلاں کتھے  
کدی کہے لاٹھے دانکریں ڈھک ڈھکاسی  
آج سوچاں وی ووہٹی وچ براتاں کتھے  
آنکھاں راہیں رت روڈا کوئی سوکھاتے نہیں  
دل نوں جگرا، جگے نوں توفیتاں کتھے  
عشق جوئے دا ڈیرا سا تھوں چھٹ گیا اے  
ادوے منہ جے کرے تپے ناداں کتھے  
جگ دیاں فکران بختوں چمبڑ گئیاں مینوں  
نیں کتھے تے رُبا ایڈا بلاواں کتھے  
غالب تین پُرانوں وی ہُن ہو گئے بھارو  
اُگ پانی دا میلا سانوں سانوں کتھے



کی دغا ہم سے تو غیر اس کو جفا کہتے ہیں  
ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو بُرا کہتے ہیں  
آج ہم اپنی پریشانی خاطر اُن سے  
کہنے جاتے تو ہیں، پر دیکھئے کیا کہتے ہیں  
اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انہیں کچھ نہ کہو  
جو مئے و نفسہ کو اندوہ رہا کہتے ہیں  
دل میں آجائے ہے، ہوتی ہے جو فرصت غش سے  
اور پھر کون سے نالے کو رسا کہتے ہیں  
ہے پرے سرحدِ اداک سے اپنا سجد  
قبلہ کو اہل نظر قبضہ نما کہتے ہیں  
پائے افکار پر جب سے تجھے رجم آیا ہے  
خارِ زہ کو ترے ہم مہر گیا کہتے ہیں  
اک شرر دل میں ہے، اس سے کوئی گھبرائے گا کیا  
آگِ مطلوب ہے ہم کو جو ہوا کہتے ہیں  
دیکھئے لاتی ہے اس شوخ کی نخوت کیا رنگ  
اس کی ہر بات پہ ہم تمام خدا کہتے ہیں  
دھشت و شیفہ اب مرثیہ کہیں شاید  
مرگیا غالب آشفہ نوا کہتے ہیں



ساڈے نال دُفا جے کروا عیسہ ستم چا آہندے میں  
 ہوندی ٹر وی آوندی اے، چنگیاں نوں بھڑا آہندے میں  
 اپنے دل وی آخیاں آج اُسی اُنھاں وی سرکاسے  
 آکھن کیتے ٹر پئے اُن پر دیکھو کیہ چا آہندے میں  
 لوک ایہہ لگے وقتاں دے میں، ایہناں نوں کجھ آکھو نہ  
 جیڑے راگ شراباں نوں دُکھاں دا داوا آہندے میں  
 آہندوں اندر جے کر غش دُلوں ساہ پیندا اے  
 ایدوں دودھ کیڑے ہو کے نوں پچیا ہو کا آہندے میں  
 دُور سمجھ دیاں حسدان توں وئی ہے اپنا سجدو کیتے  
 قبلے نوں اکھیاں والے قبلے دا اشارا آہندے میں  
 زخمی پیراں تے تینوں وی ترس جندوں دا آیا اے  
 راہ دے جکھڑے نوں عاشق ہن مر گیا چا آہندے میں  
 دل وچ اکو چنگ بھئی کیہ ایس نے سانوں لوہنا اے  
 عاشق بھانبر منگدے میں جو بلا بلا آہندے میں  
 دیکھو کیہ رنگ کدھدی اے ہن شوخے یار دی مغروری  
 اودھی گل گل تے ساڈے جیسے رتا رتا، آہندے میں  
 شیفتہ تے دُشت خبرے ہن مرثیہ کوئی بکھ چھڈن  
 جگ توں ٹروا ہریا جے، غالب ہر پھریا آہندے میں





آبرو کیا خاک اس گل کی کہ گلشن میں نہیں  
 ہے گریباں ننگ پیراہن جو دامن میں نہیں  
 ضعیف سے لے کر یہ کچھ باقی مرے تن میں نہیں  
 رنگ ہو کر اڑ گیا، جو خوں کہ دامن میں نہیں  
 ہو گئے ہیں جمع، اجڑائے نگاہ آفتاب  
 فدیے اس کے گھر کی دیواروں کے روزن میں نہیں  
 کیا کہوں تار کی زندانِ علم، اندھیرے ہے  
 چنید، نورِ شمع سے کم جس کے روزن میں نہیں  
 رونقِ ہستی ہے عشقِ خزانہ ویراں ساز سے  
 انجمن بے شمع ہے گر برقِ خسروں میں نہیں  
 زخمِ سلوانے سے مجھ پر چارہ جوں کا ہے طعن  
 غیر سمجھا ہے کہ لذتِ خشمِ سوزن میں نہیں  
 بسکہ ہیں ہم اک ہمارے ناز کے مارے ہوئے  
 جلوۂ گل کے سوا گرد اپنے مدفن میں نہیں  
 قطرہِ قطرہ اک ہیولی ہے نئے ناسور کا  
 غول بھی ذوقِ درد سے فارغ مرے تن میں نہیں  
 لے گئی ساتی کی نحر، قسزمِ آشنائی بری  
 موجِ نئے کی آج رگ، مینا کی گردن میں نہیں  
 فشارِ ضعف میں کیسا ناتوانی کی نمود  
 قد کے جھکنے کی بھی ٹھٹھاکش مرے تن میں نہیں  
 تھی وطن میں شان کیا غالب کہ ہو غربت میں قد  
 بے تکلف ہوں وہ مشیتِ خس کہ گلشن میں نہیں



پھل دی پت کیسہ رُہ جاندی اے جیڑا باگے دے دِج نئیں  
 اوہ گھماں چولے دانگ اے جیڑا پتے دے دِج نئیں  
 بے ہمتی کجھ رو رو چھڈیا میرے پنڈے دے دِج نئیں  
 ہونکے رنگ آوارو ہویا، لسو جو پتے دے دِج نئیں  
 آن جڑے نیں جیڑے ایہ سورج دی اکھ دے نقطے نیں  
 فوٹے اوہ دے گھر دیاں کندھاں دے تے بھرنے دے دِج نئیں  
 قیہ غماں دی کوٹھی دے کیسہ انھیر خدائی دا  
 گوہڑا، فخرے دی لو تھیں گھٹ جس دے بھرنے دے دِج نئیں  
 جیڑا عشق و ساند انھیرے، جگ تے چانن دی اوہدا  
 دیوے باہجوں مصل، جے بجلی کھلوائے دے دِج نئیں  
 پھٹ سواں تے طعن مارے "جان بجاندا پھروا اے"  
 دُیری جانا، لذت، چٹ سولی دے سینے دے دِج نئیں  
 بڑھتے مار مکاتے آن اک مان ہساراں ور گئے دے  
 پھٹلاں دی دکھ باہجوں گردا گردا لگانے دے دِج نئیں  
 تیکا تیکا مڈھ بٹھدا اے نویں نویں ناسوراں دا  
 رت وی ورو سوادوں وانجی میرے جٹے دے دِج نئیں  
 میری، راوی دی ترمیر، لے گئی روہڑ غرور آج ساقی دے  
 پھل خمریوں شہرگ پھڑکے سکھنے بھانڈے دے دِج نئیں  
 بے ہمتی دی دُوب چھیرے، تین پُران دی ہنسب گئے نیں  
 آمرن دی ہت لکوی تین میرے ہت کھولتے دے دِج نئیں  
 اپنے دیں وٹک سی کیسہ ڈی غالب جو نئیں پر دیلے  
 سچ اے میں آن مٹھ گتھاں دی اوہوی پٹھے دے دِج نئیں



آنسو کہوں کہ آج سوار ہوا کہوں  
ایسا عشاں گینختہ آیا کہ کیسا کہوں

عمر سے مدح ناز کے باہر نہ آسکا  
گر اک ادا ہو تو اسے اپنی قضا کہوں

حلقے ہیں چشم ہائے کشادہ بسوئے دل  
ہر تابہ زلف کو نگہِ سدا کہوں

میں اور صد ہزار نوائے جگر خراش  
تو اور ایک وہ نشیدن کہ کیا کہوں

ظالم مرے گماں سے مجھے منفصل نہ چاہ  
ہے ہے خدا نکر وہ تجھے بے وفا کہوں

غالب ہے رتبہ فہم و تصور سے کچھ پرے  
ہے مجز بندگی جو علی کو خدا کہوں



اُتھر د اکھاں یا اک ہوکا واؤے گھوڑے چڑھیا اکھاں  
رنج آیا کر یا لے ٹٹیا، ایس اُتھرے نوں جی پیا اکھاں

اوہدی نان بھری جنتاں وا اوڑک بنا دیکھ نہ سگتاں  
ہوڑے اک ادا تے اوہنوں اپنی موت بھلا چا اکھاں

کنڈل پیریں آڈیاں اکھاں دل دی تائے لگیاں ہوئیاں  
وال وال زلفاں وا کھلے بھسریا نین دوکاڑا اکھاں

اوہ میرے لکھیاں ہاڑے ہوکاں جاناں کلجے چھتی  
ایہہ تیری اک نہ سغنی، ایمنوں کہہ بیدرو اکھاں

بیدرو رنج رکھیں میری، میرے بھرم بھیکے لگے  
تو پیر میری رُب کرے نہ، تیمنوں کدی کھتا اکھاں

غائب رتبے و ہم خیالں سوچاں کو لوں وی لگے نیں  
بندہ میں تے اسنے جوگاں رُب مل نوں ڈرد اکھاں



ہریاں ہو کے بُلا لو مجھے، چاہو جس وقت  
میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آ بھی نہ سکوں

ضُغف میں طعنہ اغیار کا شکوہ کیا ہے  
بات کچھ سر تو نہیں ہے کہ اٹھا بھی نہ سکوں

زہر ملتا ہی نہیں مجھ کو ہمسگر درنہ  
کیا قسم ہے ترے ملنے کی کہ کھا بھی نہ سکوں



مٹھیاں ہو کے سدے مینوں بھانویں کیڑے ویٹے  
میں کوئی لنگویا دیلا نیس جو پرت کے آئیں سکدا

بے ہمتی دا مہنہ دیندے، غیراں وا کیہ شکوہ  
گل آخر گل اے، ہر تے نیس چتھوں چائیں سکدا

موہرا کہد حروں فجدائیں بیدر دایینوں، نیس تے  
ایہہ کوئی تیرے ملن دی سونہ اے جیڑی کھائیں سکدا



ہم سے کھل جاؤ بوقتِ مے پرستی ایک دن  
ورنہ ہم پھیریں گے رکھ کر عذرِ مستی ایک دن

غزوةِ اُورچ بنائے عالمِ امکاں نہ پوچھو  
اس بلند می کے نصیبوں میں ہے پستی ایک دن

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں  
رنگ لائے گی ہماری فاقہِ مستی ایک دن

نغمہ ہائے غم کو بھی اے دل غنیمت جانئے  
بے صدا ہو جائے گا یہ سازِ مستی ایک دن

دُھول دُھپا اس سراپا ناز کا شیوہ نہ تھا  
ہم ہی کر بیٹھے تھے غالبِ پیشِ دستی ایک دن



ساڈے سنگ شراباں پی کے پاخان بھنگڑا اک دہائے  
نئیں تے مستی دا پنج پانکے لائنہ گے سنگا اک دہائے

کُن پُسا رے دی اُچی مٹی تے ایڈا اُچا نہ بر  
دیکھیں ایہہ اُسمان وی دھرتی تے آڈگدا اک دہائے

قرض شراباں پندے ساں پر ایہی بھل تے تیں سی سائوں  
چن چڑھائے گا ایہہ ساڈا بھکھ ہارا اک دہائے

ایہہ دردیے گون وی حالی جان دلائیں بوہت غنیمت  
بھیاں بھیاں ہر جانا اسے جگدا وچدا وچا اک دہائے

اوہدی چند ملوک تے اُصلوں ڈھچھ دھروہاں والی تیں سی  
اُسیو غالب کر بیٹھے ساں ہتھوں وادھا اک دہائے





ہم پر جفا سے ترک وفا کا گناہ نہیں  
 اک چھپیٹ ہے وگرنہ مراد، امتحاں نہیں  
 کس منہ سے شکر کیجئے اس لطفِ خاص کا  
 ریش ہے اور پاتے سخن دریاں نہیں  
 ہم کو ستم عزیز، ستگر کو ہم عزیز  
 نامسداں نہیں ہے اگر مہرباں نہیں  
 بوسہ نہیں، نہ دیکھئے، دشنام ہی سہی  
 ہنر زباں تو رکھتے ہو تم، گر دباں نہیں  
 ہر چند جاں گدازی قسم و عقاب ہے  
 ہر چند پشت گرمی تاب و تواں نہیں  
 جاں مٹسب ترانہ ہل من مزید ہے  
 لب، پردہ سنج زمزمہ الاماں نہیں  
 خنجر سے چسپ سینہ اگر دل نہ ہو دو نیم  
 دل میں چھپی چھپو، مژہ گر خونچکاں نہیں  
 ہے ننگ سینہ دل، اگر آتشکدہ نہ ہو  
 سے عارِ دل نفس، اگر آذر فشاں نہیں  
 نقصاں نہیں جنوں میں بلا سے ہو گھر خراب  
 سو گز زمیں کے بدلے، بیاباں گراں نہیں  
 کہتے ہو، کیا لکھا ہے تری سر نوشت میں  
 گویا جنیں پہ سجدہ بت کا نشان نہیں  
 پاتا ہوں اس سے داد کچھ اپنے کلام کی  
 روحِ الایں اگرچہ مرا ہسم زباں نہیں  
 جاں ہے بہائے بوسہ، دلے کیوں کیجے ابھی  
 غالب کو جانتا ہے کہ وہ نیم جاں نہیں



ظلموں ڈروے عشقوں کیسے، ساختوں اوہنوں چننا تیں  
 اُتوں چھیٹاں کروا، اندروں اوہ اُڑا نڈا تیں  
 کیڑے مٹے شکرانے کر کے اربے خاص پیاراں مے  
 ذات لوے پر گل ذرا وی پسیدہ چلے پایا تیں  
 سانوں مسلم پیارے نہیں، ظالماں تیں اسی پیارے آں  
 بھیسدا تے تیں کروا جے اوہ کوئی چنگا کروا تیں  
 مٹے نیتیں چمچن دیندا، نہ سستی، مُشدا بول تے سروں چا  
 جی بھرتے ہتی نا، کیہر ہو یا جے مٹے اک تینوں بھڑیا تیں  
 ایہوی سچ اے، چند چمچ لے بھٹی قمر غذا ہاں دی  
 ایہوی سچ ہے جیسا ایدے تا دی جھٹکن جوگا تیں  
 چند آلاپ کرے استخوانی ”زہندے قمر و ساند اجا“  
 ہونٹاں دچوں کوئی وی توبہ دی تار ہلاندا تیں  
 چھاتی چیسہ ترکتے خنجر، دل بے کر دو ٹوٹے تیں  
 گنپ بھڑی دل اندر بے کر لٹو پلکاں سے پیا تیں  
 اوہ دل چھاتی دانگ جیہڑا مچھا بھانڈو ہوئے نہ  
 اوہ دم گھانا دل دا جیہڑا بکدی آگ دا لومب تیں  
 عشق اندر ایہہ کاہا گھانا، گھر دا بھانوس کچھ نہ رہتے  
 پنج ست مرے ہکٹ مے بے قتل سستی دا مہنگا تیں  
 رنج پچھنا ایں مینوں ”کیہر لکھیا اے تیری قسمت دج“  
 جیویں بُت پوجن دا میسرے مٹھے لگا لگی تیں  
 تھوڑی جیہی واہ دا شعر ایں دی اوہ بے کولوں نے لیناں  
 بھادی جبرائیل زباناں مینوں کدھرے رُلدا تیں  
 اک چند مل اے مٹے چمچن دا پر کیوں حال پوئے اوہ  
 غالب توں اوہ دیکھ زہیلے حالی ایہہ اوہ مویا تیں



مانع دشت نوردی کوئی تدبیر نہیں  
 ایک چسکے مرے پاؤں میں نوحیر نہیں  
 شوق اس دشت میں دوڑائے ہے مجھ کو کہہاں  
 جادہ غیسر از نگہ دیدہ تصویر نہیں  
 حسرت لذت آزار رہی جاتی ہے  
 جادہ راہ وفا جز دم شمشیر نہیں  
 رنج نومیدی جاوید گوارا رہیو  
 خوش ہوں گر نالہ، ز بونی کش تاثیر نہیں  
 سر کھاتا ہوں جہاں زخم سراچھا ہو جاتے  
 لذت سنگ بہ اندازہ تقصیر نہیں  
 جب کرم، رخصت بیباکی و گستاخی دے  
 کوئی تقصیر بجسذ خجلت تقصیر نہیں  
 غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقول ناسخ  
 آپ بے ہمدہ ہے جو معتقد میر نہیں



روہیاں کچھ مے ڈکے دا کوئی رستا لبدا نیس  
 ایہ تے میرے پیریں چسکرا ایہ کوئی سُنگل دھاتیں  
 عشق بھجائے مینوں انجہے ریتا سُکے اندر دی  
 مورت دی اکھ ٹکراں باجوں جتھے رستا لبدا نیس  
 آزاراں دے چپکے دی سُدھر سینے رُہ جاندی اے  
 دھار کٹاری باجوں دیس فنا توں کوئی رستا نیس  
 سدا نراساں دے دُکھ مینوں ہڈوں چنگے لگدے نیں  
 راضی آں جے مہوکاں تاثیراں دا بھارا چکپا نیس  
 اوتھے فیر جلوہں لے جتھے ہر دے پھٹ کھرینڈ پیا  
 رت سُواو پیا اے ایڈا، گھلاں دے وچ آؤندا نیس  
 ادھری کرپا، جے کر آپے جہا کے شرموں کھٹھاں مے  
 فیسر کوئی تقصیر سوا تقصیر وں شرمیاں جھاکا نیس  
 غالب ساڈا تے ایمان اے، ناتخ دی ایہ گل کھری  
 ادھری قسمت کھوئی جیڑا میر جوراں توں من دانیتیں



مست مرد مکتب دیدہ میں سمجھو یہ نگاہیں  
ہیں جمع سویدائے دل چشم میں آہیں

دیر و حرم آئینہ تکرار تمنّا  
و اماںدگی شوق تراشے ہے پناہیں



برشکالِ گریہ عاشق ہے دیکھا چاہیے  
کھل گئی مانند گلِ سوجا سے دیوارِ چمن

آفتِ گل سے غلط ہے دعویٰ و دلگی  
سر ہے بادِ صفتِ آزادی گرفتِ چمن



اُکھ دی مپتلی اندر جانیں! ایہہ نہ نیاں دگا ہواں  
اُکھ دے دل دی ہین کلکتی اے، ساڑ موٹے ہا ہواں

مسجد مندر شیشے جازو سدھراج دی نس بچ دے  
تھک ٹٹ کے ایہہ شونی نمائے گھڑیاں آن پنا ہواں



عاشق اُکھیاں ساون جھڑیاں لکھیاں وکھیر جالی تے  
پھل وانگوں تھاس تھاس توں پائی چار دیواری باگے دی

پھل دی پُرتیں بھجی دے سب دھوسے جھوٹے دھنیں  
بھادیں سستی آزاد سرو پر پھسٹیا پھرنی باگے دی



عشق کا شیر سے زخمی نہ ہوں  
جاں سپاری، شجرِ بید نہیں

سلطنت دست بدست آئی ہے  
جامِ مے خاتمِ حشر نہیں

ہے تجلی تری سامانِ وجود  
قدحِ بے پر تو خورشید نہیں

رازِ معشوق نہ رُسا ہو جائے  
ورنہ مرجانے میں کچھ بھیس نہیں

گردشِ رنگِ طرب سے ڈر ہے  
نغمِ محرومی جاوید نہیں

کہتے ہیں: جیتے ہیں امید پہ لوگ  
ہم کو جینے کی بھی امید نہیں



سچے عشق ، نراٹاں ہتھ تائیں نہیں  
قربانی دا بولٹا ، رکھ سروٹاں نہیں

شاہی مہتو مہتھی ٹرا دی آدھدی اے  
جام شرابی تے جمیدی ٹہرا نہیں

تیرے جلوے جگ دی کھیڈ رچائی اے  
نورہ دی باجھوں سوچ دیاں کرناں نہیں

مٹی خوار نہ ہو دے کہہ ہرے سونہ دی  
نہیں تے مرن دیاں دی سانوں سنگاں نہیں

خوشیاں چالے ، گردش وچ ڈراہمے نہیں  
مارن مینوں سدا سدا دیاں تھوڑاں نہیں

کھندے نہیں آساں تے لوکی چیندے نہیں  
سانوں سچنا چین دیاں دی آساں نہیں





جہاں تیسرا نقش قدم دیکھتے ہیں  
خیاباں خیاباں ازم دیکھتے ہیں

دل آشفٹگاں، خیال گنج دہن کے  
سویدا میں سیرِ عدم دیکھتے ہیں  
ترے سرو قامت سے اک قدم آدم  
قیامت کے فتنے کو کم دیکھتے ہیں!

تماشا کر اے مجھ آئینہ داری  
تجھے کس تماشا سے ہم دیکھتے ہیں

سراغِ تفتِ نالہ لے داغِ دل سے  
کہ شبِ رُو کا نقش قدم دیکھتے ہیں

بنا کر فقیروں کا ہم بھیں غالب  
تماشا ئے اہل کرم دیکھتے ہیں!



تیرا ایر کھرے دا جتھے دینے آں  
گلیاں گلیاں جنت میسے دینے آں

تیرے مکھ ڈرا چھے تل نوں دل دے کے  
سیر عدم دی ایس ہنیرے دینے آں

تیرے قسد سر دواں اک چھو بندے دا  
آخر دے قہراں نوں گھٹدے دینے آں

شیشے جھاتی ڈبیب، ایدھر دیکھ ذرا  
تینوں کیڑے چا آسی پے دینے آں

سوٹھ، ہا ہواں دے ساڈاں دے دل داسل  
رات ٹرے دے ایر کھرے دے دینے آں

غالب کر کے آپے سانگ فقیر سی دا  
سختیاں دے پے حالے چالے دینے آں



ہستی ہے خوئے یار سے نارِ اتہاب میں  
 کافر ہوں گر نہ ہستی ہو راحتِ عذاب میں  
 کب سے ہوں کیا تاؤں بہانِ خراب میں  
 شب ہائے حجب کو بھی رکھوں گرجاب میں  
 تا پھر نہ انتظار میں نیند آئے عشرِ بھر  
 آنے کا عہد کر گئے، آئے جو خواب میں  
 قاصد کے آتے آتے خطِ اک اور لکھ رکھوں  
 میں جانتا ہوں جو وہ لکھیں گے جواب میں  
 مجھ تک کب ان کی بزم میں آتا تھا دورِ جام  
 ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں  
 جو منکر وفا ہو، فریب اس پہ کیا چلے  
 کیوں بدگماں ہوں دوست سے دشمن کے باب میں  
 میں مضطرب ہوں وصل میں خوفِ رقیب سے  
 ڈالا ہے تم کو دہم نے کس بیچ و تاب میں



دیر دی کھو وُرگی جا پے اُگ بھنبجا کھے اندر  
 دوزخ جاں جے پئے نہ مینوں ٹھنڈ چھٹاے اندر  
 کیہ وُستاں میں کدوا وُستاں جگ وِرانے اندر  
 ہجر دیاں راماں وی جے کر پآ لاں کھاتے اندر  
 تہاں جے وِچ اڈیکاں ساری عمریں سوں نہ سکاں  
 لاگئے لاراں آؤن دیاں تہاں آکے سُفنے اندر  
 ہر کارے دے آؤندیاں توڑی ہوراک خط لکھد کھاں  
 مینوں بھل نیس جو کچھ لکھنا اوس جوابے اندر  
 اوہی محفل میرے تیسرے جام کدی نہ آیا:  
 ساقی خبرے کیہ اُج گھسلیا گھول پیالے اندر  
 جیڑا آپ وِقاؤں تاہر کرن اوہنوں بھراتے  
 دُیری دُتوں، بیسلی بدے کیوں رہاں ساٹے اندر  
 چند ملاپ اندر گھبراندی میری خوف رقیبوں  
 تینوں وِجھاں پایا کیہڑے شک دروے اندر

نہیں اور حقیقہ وصلِ خدا ساز بات ہے  
 جاں نذر دینی بھول گیا اضطراب میں  
 ہے تیوری چڑھی ہوئی اندر نقاب کے  
 ہے اک شبکن پڑی ہوئی طرفِ نقاب میں  
 لاکھوں لگاؤ ایک چُسرانا نگاہ کا  
 لاکھوں بناؤ، ایک بگڑنا عتاب میں  
 وہ نالہ دل میں خس کے برابر جگہ نہ پاتے  
 جس نالہ سے شگاف پڑے آفتاب میں  
 وہ سحرِ مدعا طلبی میں نہ کام آتے  
 جس سحر سے رواں ہو سینہ مراب میں  
 غالبِ تجھٹی شراب پر اب بھی کبھی کبھی  
 پیتا ہوں روزِ ابر و شبِ ماہتاب میں

اوہ اتے میری بکلی ہوئے، ایہہ کوئی رُب واکرنا  
 بھلیاں چند نذرانہ دینا چاواں میلے اندر  
 گھنڈ اندر تریوڑی وٹی مٹھے لکدی پتی اے  
 گھنڈی پتی اک جاپے ساہویں گھنڈوے پتے اندر  
 لکھاں لگت لگا، تے اکو اوہی اکھ چرانی  
 لکھاں بنن بناتے اکو گھوڑی غصے اندر  
 اوہی ہوکا لکھ برابر چسید نہ سینے پائے  
 جیڑے ہوکے پین تریوڑاں سورج بلمے اندر  
 اوہی منتر کم نہ آوے جدوں مرادان منگو  
 جیڑے منتر تروے بیڑے وہم بڑیتے اندر  
 غالب چھٹ شراب گتی پرہن وی کدی کد آیں  
 اک جھسٹی والے دن پنیاں یاچن راتے اندر



گل کے لئے کر آج نہ خست شراب میں  
 یہ سونہن ہے ساقی کوثر کے باب میں  
 میں آج کیوں ذیل کہ گل تک نہ تھی پسند  
 گستاخی فرشتہ ہماری جناب میں  
 جاں کیوں نکلنے لگتی ہے تن سے دم سماع  
 گر وہ صدا سنا ہے چنگ و رباب میں  
 زد میں ہے رخس عمر کساں دیکھتے تھے  
 نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں  
 اتنا ہی مجھ کو اپنی حقیقت سے بُد ہے  
 جتنا کہ وہم غیب سے ہوں بیچ و تاب میں  
 اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہے  
 حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں  
 ہے مشتمل نمودِ صورت پر وجودِ بحسب  
 یاں کیا دھرا ہے قطرہ و موج و حباب میں  
 شرم اک ادا ہے ناز ہے اپنے ہی سے سی  
 ہیں کتنے بے حجاب کہ یوں ہیں حجاب میں  
 آد آتشِ جمال سے فدا رخ نہیں ہنوز  
 پیش نظر ہے آئینہ دائم نقاب میں  
 ہے غیبِ غیب جس کو سمجھتے ہیں ہم شہود  
 ہیں خواب میں ہنوز جو جاگے ہیں خواب میں  
 غالبِ ندیم دوست سے آتی ہے نئے دوست  
 مشغولِ حق ہوں بندگیِ کبر تراب میں



کل کلاں لئی کر نہ کر سناں آج شرابے اندر  
 کوثر دے ورتا دے بارے ایہہ گل گھاٹے اندر  
 آج کیوں ایڈے خواراں کل تیکرتے وارا میں سی  
 رکے فرشتے دی گستاخی ساڈے والے اندر  
 چند کیوں بھٹیوں اللہ بیل، سُن کے قول تو الاں  
 جے کر اوہو سر و سدی لے دا جے گاجے اندر  
 جیڑن بکئی دھوڑاں پٹہنی، دیکھو کتھے ٹھلھدی  
 نہ سمجھ واکاں آتے میں، نہ پب رکا بے اندر  
 ایسا کو میں اپنی اصلوں رہناں دودھ وورڈے  
 چت کو میں نقسوں رہناں دہم وورڈے اندر  
 دیکھیں والا آتے وکھیندا ہیں دکھالی اصلے  
 جیہڑاں لے وکھیندیاں میں کیڑے کھاتے اندر  
 صورت صورت دل مل بن دی اک سمندر عالم  
 دتھچے کھیر دے، بلبلیاں بچلاں تے قطرے اندر  
 سنگ ادا اک مان بھری لے اپنے توں پئی ہوئے  
 کیڑے پرے لٹے میں جے انج میں پر دے اندر  
 روپ شنگاراں توں اوہ وکھالے دی نہیں جويا  
 شیشہ رہوے ہمیشاں ساہوین لے گھنڈے اندر  
 اوہلا اوہلے دا اے جنھوں جاتا آساں دکھالی  
 حالی شفا دیندے جیڑے جاگے سُفنے اندر  
 سجن دے سجن دے وچوں غالب سجن مہکے  
 کراں عبادت شاہ علی دی رب فے لیکھے اندر





جیہاں ہوں دل کو روؤں کہ پیڑوں جگر کوئیں  
 مقصد و ہر تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کوئیں  
 چھوڑا نہ رشک نے کہ ترے گھر کا نام توں  
 ہر اک سے پوچھتا ہوں کہ جاؤں کہھر کوئیں  
 جانا پڑا رقیب کے در پر ہزار بار  
 اے کاش جانتا نہ تری رھگزد کوئیں  
 ہے کیا؟ جو کس کے باندھتے میری بلا ڈرے  
 کیا جانتا نہیں ہوں تماری کمر کوئیں  
 لودہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بے ننگ و نام ہے  
 یہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کوئیں  
 چلتا ہوں تھوڑی دُور ہر اک تیز رو کے ساتھ  
 پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کوئیں  
 خواہش کو احمقوں نے پرستش دیا قرار  
 کیا پوچھتا ہوں اس بُت بیدار گر کوئیں  
 پھر بے خودی میں بھول گیا راہ کو تے یار  
 جانا و گرنہ ایک دن اپنی خبہر کوئیں  
 اپنے پہ کر رہا ہوں قیاس اہل دھڑک  
 سمجھا ہوں دل پزیر، متابع ہنر کوئیں  
 غالب! خُدا کرے کہ سوارِ سمنہ ناز  
 دیکھوں علی ہمدردِ عالی گہر کوئیں



پٹنے ہوں کلیجے دے یا روواں دل دے مروے نوں میں  
 ہر دے جے توفیق تے رکھاں نال اُلاہی والے نوں میں  
 سول کیتے نہیں آپرن دیندا تیرے گھرواں نہیں لینا  
 بندے بندے کوں پچھناں، جانا کیڑے پاسے نوں میں  
 ویری دے دی پوہے سانوں جانا پیا ہزاراں پھیرے  
 پھنگا سی جے کرنہ ڈٹھا ہندا تیرے لانگھے نوں میں  
 ہے کیہرہ جتھوں کس کے نقیص، میری ڈسے بلا ہیکڑ توں  
 توں جانا، نہیں جانا اکا تیرے کک بھلیکے نوں میں  
 ہور سنو! ہن اوہ وی آکھن ایہ تے اصولوں چکڑ ہویا  
 ہندی سار جے انج ہونی لے پھنچدا انج نہ جھگے نوں میں  
 جتھوں دیکھاں ڈڑکی لاند اوبدے نال ٹراں دوکراں  
 حالی تیکر کدوں پچھاتا اپنے دھبہ سچے نوں میں  
 اوبدی چاہت نوں دی احمق پوہا داناں دتی بیٹھے  
 دستا کیڑے دن پوچھن بیٹھاساں مادھو پھندے نوں میں  
 قیر آج مستی اندر بھلیا دلیر یار گلی دیاں راہواں  
 نہیں تے کہے دہاڑے جانا نتھیں آپ گواچے نوں میں  
 سارے جگ دُسنیکاں نوں جاتا لے میرے ورگے ای نہیں  
 گھٹ کے سینے لائی بیٹھاں، کلا شمع غزلے نوں میں  
 غالب زب کرے تے سیلاں پاندے گھوڑے دی کاٹھی تے  
 دیکھاں علی ہساور والی آپیاں شانماں والے نوں میں



ذکر میرا بہ بدی بھی اُسے منظور نہیں  
 غیر کی بات بگڑ جائے تو کچھ دُور نہیں  
 وعدہ سیرِ گلستاں ہے خوش طالع شوق  
 مرثوۂ قتلِ مقدّر ہے جو مذکور نہیں  
 شاہرہ سی مطلق کی کمر ہے عالم  
 لوگ کہتے ہیں کہ ہے پر ہمیں منظور نہیں  
 قطرہ اپنا بھی حقیقت میں ہے دریا لیکن  
 ہم کو تقلیدِ تنگِ ظرفی منظور نہیں  
 حسرت اے زودِ خرابی کہ وہ طاقت نہ رہی  
 عشق پر عمرِ بدہ کی گوں، تہی رنجور نہیں  
 علم کر غلیم! اگر نطفِ دریغ آتا ہو  
 تو تغافل میں کسی رنگ سے مجبور نہیں  
 میں جو کہتا ہوں کہ ہم لیں گے قیامت میں تیس  
 کس دعوت سے وہ کہتے ہیں کہ ہم حور نہیں  
 صاف دُردی کش پیمانہ ہم ہیں ہم لوگ  
 وائے وہ بادہ کہ افشردہ انگور نہیں  
 ہوں ظہوری کے مقابل میں خفائی غالب  
 میرے دعوے پہ یہ محبت ہے کہ مشہور نہیں



میرا مال بُریوں دی اوہنوں وارے نیس  
 غیسر وُنجائے، ایوی گل دُراڈے نیس  
 لاسے پھل نظائے دے، بل لمعشق ہو راں  
 قتلاں دے بشکابے نیس پر گو ہڑے نیس  
 باہج و جوڑوں سوہنے والک، کل عالم  
 لوکی اکھن ہے پر ساڈی نظرے نیس  
 ساڈی دی چھٹا اصلے دی دریا اے پر  
 وانگوں شاہ منصور اسی تے اُچھلے نیس  
 موت سواداں منج رہیا، ہمت کھتے  
 مارو عشق توں ڈھکدے زور تانے نیس  
 قمر و ساجے بہسروں جھاکا آدیندا ای  
 بے پردا ہیوں توں بے دستا حالے نیس  
 جے اکھاں دن حشر تہاں توں بکلاں گے  
 کہن غروروں، ایہہ کوئی حور اں دے گے نیس  
 تھلا پینے آں جمشید پیالے دا  
 کس چینی این جیہڑی ڈاکھوں پُچھے نیس  
 مخفی بن کے غالب جوڑنموری دا  
 دعوے دی سچیاں شہرت بکھرے نیس



نالہ جز حُسنِ طلب اے، تم ایجا د نہیں  
 ہے تقاضائے جفا شکوۂ بیدا د نہیں  
 عشق و مزدوری عشرت گز خسر و کیا خوب  
 ہم کو تسلیم نگو نامی فزا د نہیں  
 کم نہیں وہ بھی خرابی میں، پہ وسعت معلوم  
 دشت میں ہے مجھے وہ عیش کہ گھریا د نہیں  
 اہل بنیش کو ہے طوفانِ حوادث، مکتب  
 لطمۂ موج، کم از سیلی اُسماء د نہیں  
 داتے محسوس تسلیم و بدا حال و فنا  
 جانتا ہے کہ ہمیں طاقتِ فزا د نہیں  
 رنگِ تمکین گل دلالہ پریشاں کیوں ہے  
 گر چہ راغانِ سہرِ رگزر باد نہیں  
 بند گل کے تلے بند کرے ہے گلچیں!  
 مرودہ اے مرغ کہ گلزار میں میا د نہیں  
 نفی سے کرتی ہے اثبات تراوش گویا  
 دی ہے جاتے دہن اس کو دم ایجا د نہیں  
 کم نہیں جلوہ گری میں ترے کوچے سے بہشت  
 یہی نقشہ ہے ولے اس قدر آباد نہیں  
 کرتے کس منہ سے ہو غربت کی شکایت غالب  
 تم کو بے مسرتی یارانِ وطن یاد نہیں!



ہستیاں پتیا! عرضاں جھولی باجوں، میرے ہو کے نہیں  
 میں تے قسمہ سوال آں، تیرے ظکماں دے ٹیکوے نہیں  
 عاشق ہو کے غمزدہ دے محل و ہاڑی کرنا کیسہ؟  
 ایسہ وڈیا پاتی تے فرما و مہراں دی سانوں ولے نہیں  
 گھٹ اُجاڑاں او تھے دی نہیں پر ایسہ کھلاں گھٹے نہیں  
 تھلاں برتے مینوں اوہ اوہ مہجاں میں گھر چیتے نہیں  
 ہر پتیاں دے ہڑھ توں اکھاں ولے پتیاں پڑھنے میں  
 چھل ہتھا، اُستاواں وی چندوں زرا کیسے نہیں  
 واہ تقدیرے، مہر نکڑا، منہ دے ون بچالی دے  
 اوہنے جاتا اے ہن ساٹوں ایسہ فرماواں جو گے نہیں  
 رنگ گلاں دی اکھاں وا مارا ڈاری جائے کیوں  
 جے کراہیوی جھکھڑاں دی راتہواں وچ بلے دلیسے نہیں  
 چل پشاری دے وچ پاکے مالی تینوں رکھیا اے  
 بھیل موئے، جھل مبارک! آج شکاری باگے نہیں  
 نہیں نہیں وچوں! ہاں ہاں، آخر توں ڈلھ پیندی آہندے نہیں  
 ایسے نئی رب بندویں اوہنوں وٹی منہ دی تھاں تے نہیں  
 تیری ایس گلی توں گھٹ نہیں زرا دکھالی بخت دی  
 انجے دے گھر کوٹھے نہیں پر انجے دے دے دے نہیں  
 غالب کیڑے منہ پر دیس دیاں بدخوتیاں کرنا ایس  
 تینوں دیس دیاں سبناں دی سب گھا علی چیتے نہیں



دو دنوں جہان دے کے وہ سمجھے یہ خوش رہا  
یاں آپڑی ہے شرم کہ تکرار کیا کریں

تھک تھک کے ہر مقام پہ دو چار رہ گئے  
تیرا پستانہ پاتیں تو ناچار کیا کریں

کیا شمع کے نہیں ہیں ہوا خواہ اہل بزم  
ہو غم ہی جہاں گداز تو غم خواہ کیا کریں



ہنو گئی ہے غیسر کی شیریں بیانی کا درگر  
عشق کا اس کو گماں، ہم بے زبانوں پر نہیں



دو ذریں جگ اوہ مینوں دے کے خوش کر بیٹھے سَن  
ایتھے لُج پئی سی ، مَرُو مَرُو جھولی کیسہ کر دے

تھک تھک کے تھان تھان تے کہنے لوکی تھان رہ گئے  
تیسرا البھدیاں کھوج نہ لُجیا، کھوجی کیسہ کر دے

دلیوے دی، محفل والے کوئی وا بھالیندے نیتس  
اُگ جے اندر لگی ہر دے در دی کیسہ کر دے



جادو ڈانگ رقیب دے بول بھری ساڈے بھولے یار تے کم کر گئے  
ساڈے شوق دانیتس اتبار اوہنوں ساڈے دُر گیاں چُپ چیتیاں تے





قیامت ہے کہ سن لیلیٰ کا دشتِ قیس میں آنا  
تعب سے وہ بولا، یوں بھی ہوتا ہے زمانے میں

دلِ نازک پہ اس کے رحم آتا ہے مجھے غالب  
نہ کر سرگرم اس کافر کو اُلفتِ آزمانے میں



دل لگا کر لگ گیا اُن کو بھی تنہا بیٹھنا  
بارے اپنی بے کسی کی ہم نے پائی دایاں

ہیں زوالِ آمادہ اجڑا آفرینش کے تمام  
مسرگردوں ہے چسپاں رخِ رگِ زلزلہ بادیاں



یہی قیس کہتے رلی ریتراں تے، سنی گل تے اوس نے اڈ آنے  
 حیرت نال پچھے سچی دس مینوں، بریتاں ایہوی میاں جہان دیاں  
 نازک یار دا جیو نہ تا بھلتے، غالب اوس واسیکٹ فوہیک مینوں  
 ایہو جیسے ٹوک محبوب تائیں، آکھاں لائنہ پیار ازمان دیاں



نیوں لا کے ہن اوہوی لکے کھلے کھلے گنتیں لگن  
 شکرے اپنی بے کتیاں دی سانوں نبھی شاہا، ایتھے  
 گھاٹے پی اے ہر شے ایتھے جودہی جگ تے پیدا ہوئی  
 آسماناں دا سورج جھکھٹاں لانگھے بلدا دیوا ایتھے



یہ ہم جو جسد میں دیوار و در کو دیکھتے ہیں  
کبھی صبا کو کبھی نامہ بر کو دیکھتے ہیں

وہ آئیں گھر میں ہمارے، خدا کی قدرت ہے  
کبھی ہم اُن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

نفس لگے نہ کہیں اس کے دست و بازو کو  
یہ لوگ کیوں برے زخم جگر کو دیکھتے ہیں

ترے جواہرِ طرفِ گلہ کو کیسا دیکھیں!  
ہم اوجِ طالعِ نعل و گہر کو دیکھتے ہیں



اُسی جُدا ئیاں اندر جیہڑے کندھ بُو ہے دُل دیندے  
کدی ہوا توں، کدی اُسی پے ہسہ کارے دُل دیندے

ساڈے گھرا دہناں دا آؤنا، رُب دے رنگ نیاے  
اک نظر دے اوہناں دُل، دُوجی گھرا پے دُل دیندے

اوہ دے ہتھاں باہواں نوں کدھرے نظراں نہ لگن  
لوکی کاہنوں پٹ پٹ میرے پچھٹ جگرے دُل دیندے

تیسرے مُکّے چمکن جیہڑے موتی، اوہ کیسہ تیکنے  
اُسی جواہر لالاں دے پے بختاں دے دُل دیندے



نہیں کہ مجھ کو قیامت کا اعتقاد نہیں  
 شبِ فراق سے روزِ جزا زیاد نہیں  
 کوئی کہے کہ شبِ مر میں کیا بُرائی ہے  
 بلا سے آج اگر دن کو ابر و باد نہیں  
 جو آؤں سامنے اُن کے تو مرجانہ کہیں  
 جو جاؤں واں سے کہیں کو تو خیر باد نہیں  
 کبھی جو یاد بھی آتا ہوں میں تو کہتے ہیں  
 کہ آج بزم میں کچھ رفتہ و فساد نہیں  
 علاوہ عید کے جلتی ہے اور دن بھی شراب  
 گدائے کوچہ سے خانہ نامراد نہیں  
 جہاں میں ہو غم و شادی ہم، ہمیں کیا کام  
 دیا ہے ہم کو خدا نے وہ دل کہ شاد نہیں  
 تم اُن کے وعدے کا ذکر ان سے کیوں کرو غالب  
 یہ کیسا کہ تم کہو اور وہ کہیں کہ یاد نہیں



ایہہ نہیں، روند قیامت نوں میں دلوں بجانوں میں دانیں  
 رات جھنڈ دی نالوں آخر دن بدلے وا وڈا نہیں  
 دتے کوئی کیہہ چن رات اندر دسدی بُریائی اے  
 نہ سہتی آج ونے جے ہڈل وا دے گھوڑے چڑھیا نہیں  
 اوہدے دل آواں تے اوہ نہ آکھے آجی آیاں نوں!  
 ودھیا ہرداں تے جباخیسریں! اوہدے ٹونوں سہو انیں  
 بھل کے یاد کدی جے آجاواں تے ایسا آہندے میں  
 کیہہ گل اے! آج محفل اندر کوئی کھڑکا دڑکا نہیں  
 ملن شراباں ایس دوارے عیسوں اگتے پیچھے دی  
 سنے خانے دامانگت بڑہویوں کدی دی خالی مٹیا نہیں  
 روندے روندے لوک کدی جے ہنس دی یین تے سائوں کیہ  
 زب سائوں تے اوہ دل وٹا جیہڑا ہنس جو گانیں  
 غالب اوہنوں اوہدا وعدہ کدھرے یاد کرائیں نہ  
 رنج نہ ہر دے آکھ ہویں تے اوہ چا آکھے، چیتا نہیں



تیرے تونس کو صبا باندھتے ہیں  
 ہم بھی مضمون کی ہوا باندھتے ہیں  
 آہ کا کس نے اثر دیکھا ہے  
 ہم بھی رگ اپنی ہوا باندھتے ہیں  
 تیری فرصت کے مقابل اے عمر  
 برق کو پا بہ حنا باندھتے ہیں  
 قید ہستی سے رہائی معلوم  
 اشک کو بے سرو پا باندھتے ہیں  
 نشہ رنگ سے ہے واشد گل  
 مت کب بند قبا باندھتے ہیں  
 غلطی ہائے مضامین مت پوچھ  
 لوگ نالے کو رسا باندھتے ہیں  
 اہل تدبیر کی داماند گیاں  
 آبلوں پر بھی حنا باندھتے ہیں  
 سادہ پرکار میں خواباں غالب  
 ہم سے پیمان وفا باندھتے ہیں



زمانہ سخت کم آزار ہے بجان اسد  
 وگرنہ ہم تو ترقع زیادہ رکھتے ہیں



تیری بکئی نوں جھانجھے ڈا بٹا بٹھدے  
 نکلن باتیں یار اسی تے گڈا بٹھدے  
 ہا ہواں دی تاثیر کہے نے دی ڈر تھی جے؟  
 اپنے آپ اسی اپنا پئے گڈا بٹھدے  
 عمرے! تیری ثوراں دا جے جوڑ پوے تے  
 بجل دے دی پیریں نہیں مندی چا بٹھدے  
 قید حیات کوں کوئی بچ نہیں سکيا  
 اتر و نوں دی سر پیریں پئے ڈانجا بٹھدے  
 رنگ دی مستی چڑھیاں ای تے پل کھڑا لے  
 مستے ہوئے، چولے دا گڈ پڑکا بٹھدے  
 مضمرناں دے غیب برائیاں دج ایہناں دی  
 لوکی، ہوکے دے لاڑے نوں ڈھکیا بٹھدے  
 جیڑے کرن آپا اوہوی عقلوں ہارے نہیں

پیریں چھالے دیکھو آتے مندی چا بٹھدے  
 کچھڑے، ساد ٹرا دے بن دے سو بنے غالب  
 ساڈے درگے نال پریت بھر دسا بٹھدے



دیے ڈا بٹا گھٹ ستایا چند اسد اللہ صدقے  
 سانوں تے کچھ ایہدے کوں نہیں لیاں آساں





دائم پڑا ہوا ترے دہ پر نہیں ہوں میں  
 خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہیں ہوں میں  
 کیوں گردشِ مدام سے گھبرانے جلے دل  
 انسان ہوں پیالہ و ساغر نہیں ہوں میں  
 یارب زمانہ مجھ کو مٹاتا ہے کس لئے  
 لوحِ جہاں پہ حرفِ مکرر نہیں ہوں میں  
 حد چاہیئے سزا میں عقوبت کے واسطے  
 آخر گناہ گار ہوں، کافر نہیں ہوں میں  
 کس واسطے عزیز نہیں جانتے مجھے  
 لعل و زمرہ و زرد و گوہر نہیں ہوں میں  
 رکھتے ہر قدم، مری آنکھوں سے کیوں دریغ  
 رُتبے میں مسدود ماہ سے کتر نہیں ہوں میں  
 کرتے ہر مجھ کو منہِ مدم بوس کس لئے  
 کیا آسمان کے بھی برابر نہیں ہوں میں  
 غالب! وظیفہ خواہ ہو، دوشاہ کو دُعا  
 وہ دن گئے کہ کہتے تھے، لو کہ نہیں ہوں میں



تیرے بڑے اُتے ڈکا، عُمراں تیسکرتیں میں  
 ایں حیاتی ہر کھید سجن ! جیڑا پتھر نہیں میں  
 سدا سدا دے گیڑے اندر دل نہ کیوں دل چھڑے  
 بندہ ہاں، کوئی بھنگ پیالہ رستاں اندھنیں میں  
 رتبا ! کاہنوں ایہ جگ والے مینوں بھتیں ڈعا ہندے  
 جگ تختی تے لکھیا مہیا دوہڑا اکھر نہیں میں  
 دوزخ وچ عذاباں دا کوئی اور ک بنا ہرے  
 رنج گناہی ہواں گا پر اسلوں کافر تیں میں  
 کاہنوں میرے دُرگے نوں دی نہیوں اکھ وچ رکھدے  
 لال، جواہر، ہیرا، موتی، پتہ، گوہر نہیں میں  
 میری اکھیاں اُتے پیر دھرن توں کیوں پیاں لگیں  
 کسے حساب کتابوں جن سورج توں کتر تیں میں  
 مینوں توں اپنے پیراں نوں چٹنوں کیوں پیاں لگیں  
 توں جاتا آسماں دی دی شان برابر نہیں میں  
 غالب لگیاں کھانا میں بہن شاہ نوں دے غاں سیان  
 لڈ گئے دن جد آہندا آسیں فوکر تیں میں



سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں  
 خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں  
 یاد تھیں ہم کو بھی رنگا رنگ بزم آرائیاں  
 بسکُن اب نقش و نگارِ طاقِ نیاں ہو گئیں  
 تھیں بناتِ انعمش گردوں دن کو پرستے میں نہاں  
 شب کو ان کے جی میں کیا آتی کہ عریاں ہو گئیں  
 قید میں یعقوب نے لی گو نہ یوسف کی خبر  
 بسکُن آنکھیں روزِ دیوارِ زنداں ہو گئیں  
 سب رقیبوں سے ہوں ناخوش پر زنانِ مصر سے  
 ہے زلیخا خوشش کہ محوِ ماہِ کنعاں ہو گئیں  
 جو تے خوں آنکھوں سے بہنے دو کہ ہے شامِ فراق  
 میں یہ سمجھوں گا کہ شمعیں دو فروزاں ہو گئیں  
 ان پری زادوں سے لیں گے غلہ میں ہمِ استقام  
 قدرتِ حق سے یہی حوریں اگر واں ہو گئیں  
 زمیند اس کی ہے، دماغ اس کا ہے راتیں اس کی ہیں  
 تیسری زلفیں جس کے بازو پر پریشاں ہو گئیں  
 میں چمن میں کیا گیا گویا دبستانِ کھل گیا  
 بلبلیں سن کر مرے نالے غزنخواں ہو گئیں



ساریاں تے تیس، رُوپ وٹا کے کچھ پھل نکلیاں ہو گئیاں  
 ہنسی ہنسیاں اوہلے خبیرے کیہ کیہ شہ نکلاں ہو گئیاں  
 سانوں دی رنگ رنگ دے رونق میلے سجدے بندے سن  
 اوہ گلاں ہن بجٹل پڑ چھتی متھر چھیاں ہو گئیاں  
 سنت ٹٹیاں قطبی رہیاں ونے ونے وچ سڑاں دے  
 راتیں کیٹری موجے آیاں ستے ننگیاں ہو گئیاں  
 بھاویں بندی خانے سارنتی یعقوب نہ یوسف دی  
 پرکالی کوٹھی دی کندھے جھرتے نکلیاں ہو گئیاں  
 سارے سڑن رقیباں توں پرستے ٹھنڈا لہجہ دے  
 مصری تاراں تک یوسف نوں نکلیاں ہو گئیاں  
 اکھوں وین دیو رت ندیاں شام ہنیر جسدائی دی  
 نیں جاناں گا اکھ دیوے روشن دولٹاں ہو گئیاں  
 ایساں نہیاں کوں لٹاں گے بے وچ ہستاں دے  
 زب کرے جے ایہو اتھے جا کے خوراں ہو گئیاں  
 زیندر اوہدی، مان دی اوہدے، مانے لیاں راتاں اوہ  
 جیدیاں باہواں اتے ستر تیریاں دُلفاں ہو گئیاں  
 میں کیہ پایا پیسہ بچھے! جانو مکتب کھل پیا!  
 میرے ہونے کے ہر لبس دی ہونے کے غزلاں ہو گئیاں

وہ نگاہیں کیوں ہوتی جاتی ہیں یارب دل کے پار  
 جو مری کو تاجی قسمت سے مرگاں ہو گئیں  
 بسکہ روکامیں نے اور سینے میں انجریں پئے بیئے  
 میسری آہیں بخینہ چاک گریباں ہو گئیں  
 واں گیا بھی میں تو اُن کی گالیوں کا کیا جواب  
 یاد تھیں جتنی دعائیں صرف درباں ہو گئیں  
 جانفزا ہے بادہ جس کے ہاتھ میں جام آگیا  
 سب لکیری ہاتھ کی گویا رگ جاں ہو گئیں  
 ہم موحّد ہیں ہمارا کیش ہے ترک رہنوم  
 ملتیں جب بیاہ گئیں مسئلے ایماں ہو گئیں  
 رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج  
 مشکلیں مجھ پر یزید اتنی کہ آس ہو گئیں  
 یونسی گر روتا رہا غالب تو اسے اہل جہاں  
 دیکھنا ان بستیوں کو تم نہ دیراں ہو گئیں

اوہ نظراں کیوں رہا میرے دل سے دُستِ ہندیاں جان  
 اوہ جو میرے سختوں دی آری توں چلکاں ہو گئیاں  
 گھٹ گھٹ سینے پائیاں میں پر آگڑ بچھڑا پھلیاں  
 میرے گلے پھٹ لنگارے بغیر ہاتھواں ہو گئیاں  
 نہیں جے اوتھے اُڑاں دی کبہ موڑا اوہ ہاں پھٹکاں دا  
 ہنسن چٹیاں یاد دُعاواں رکھے دے ناں ہو گئیاں  
 پاندی جان شراب، جدھے دی ہتھ پیالا جا چڑھیا  
 ساریاں لیکاں جہاں تلی تے شہرگ جیسیاں ہو گئیاں  
 اُسی مواحد بندے اک دے ساڈا دیں جیتی اے  
 فرقے بندیاں ٹھکیاں تے ایمان پھوٹاں ہو گئیاں  
 صدے سندا سندا بندہ آخر صدے سہہ جاندا  
 میں آخیاں ایڈ ہنڈاں آنت سکھیلیاں ہو گئیاں  
 جگ دُسنیکو جے کر غالب انجے اکھوں رہے وسدا  
 ویکھ لوو گے شہر گراواں اک دن دُٹیاں ہو گئیاں



دیوانگی سے دوش پہ زنا رہی نہیں  
 یعنی ہماری جیب میں اک تار بھی نہیں  
 دل کو نیا نہ حسرت دیدار کر چکے  
 دیکھا تو ہم میں طاقت دیدار بھی نہیں  
 ملتا تھا اگر نہیں آساں تو سہل ہے  
 دُشوار تو یہی ہے کہ دُشوار بھی نہیں  
 بے عشق عمر کٹ نہیں سکتی ہے اوریاں  
 طاقت بقدر لذتِ آزار بھی نہیں  
 شوریدگی کے ہاتھ سے سر پہ دبا دوش  
 صحرا میں اسے خدا کوئی دیوار بھی نہیں  
 گنجائشِ عداوتِ اغیار اک طرف  
 یاں دل میں ضعف سے ہوس یا رہی نہیں  
 ڈرنا نہ ہائے زار سے میرے خدا کو بان  
 آخر نوائے مرغِ گرفتار بھی نہیں  
 دل میں ہے یار کی صفِ شرکاں سے رکشی  
 حالانکہ طاقتِ خلشِ خار بھی نہیں  
 اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا  
 لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں  
 دیکھا اسد کو جلوت و خلوت میں بار ہا  
 دیوانہ گر نہیں ہے تو ہشیار بھی نہیں



جھل اندر موہڈے جنجو اڑیا دی نیس  
 گلے دی تھاں تند کتے دھاگا دی نیس  
 دل، درشن دی ہک دی ندرے کر چھڈیا  
 ڈٹھاتے، سانوں درشن جیسو دی نیس  
 نبھنا تینوں سوکھ نیس تے سوکھے آں  
 ایہوی اڈکھا لگداے اڈکھ دی نیس  
 عشق پناں کیہر جینا اے پر سانوں تے  
 دکھاں دی لذت جیہڑا جیرا دی نیس  
 جھل دے ہتھوں ہر موہڈے دا بھار نرا  
 تھلاں برستے رتیا اکندھ بوبا دی نیس  
 غیساں دے ویراں دی تھاں تے اک پاسے  
 منجے دل وچ تے سبھاں دا چا دی نیس  
 بچ میرے کر لاناں توں، من اللہ نوں  
 ایہہ پنجہرے دے پنچھی دا رولا دی نیس  
 دل پلکاں دی پال اگے ہک ڈاہنداے  
 پیڑ وچارا کندھے دی جر دا دی نیس  
 ایڈے بھولے تے نہ رتیا کون مرے  
 کرے لڑائیاں ہتھ برچھا ورجھا دی نیس  
 دھک کئی وار استہ نوں اندر باہر  
 جے کرنیس جے جھلاتے فاتا دی نیس





نہیں ہے زخم کوئی بچنے کے درخور مرے تن میں  
 ہوا ہے تارِ اشکِ یاس رشتہ چشمِ سوزن میں  
 نہوتی ہے مانعِ ذوقِ تماشا، خانہِ ویرانی  
 کفِ سیلاب باقی ہے برنگِ پنبہ روزن میں  
 ودیعتِ خانہِ بیداد کا دوش ہائے خرگاں ہوں  
 نگینِ نامِ شاہ ہے مرا ہر قطرہِ خوں تن میں  
 بیاں کس سے ہو غفلت گسری میرے شہتال کی  
 شبِ مہر جو رکھ دیں پنبہ دیواروں کے سوزن میں  
 نکوہش مانعِ بے ربطی شورِ جنوں آئی !  
 ہوا ہے خندہِ احباب، بخیہ جیبِ ودامن میں  
 ہوئے اُس مہر دوش کے جلوہ تمثال کے آگے  
 پر افشاں جو ہر آئینہ میں مشبہِ ذرہ روزن میں  
 زہ جانوں نیک ہوں یا بد ہوں پر صحبتِ مخالف ہے  
 جو گل ہوں تو ہوں گلشن میں، جو خس ہوں تو ہوں گلشن میں  
 ہزاروں دِل ویسے جو ششِ جزوِ عشق نے مجھ کو  
 سیہ ہو کر سودا ہو گیا ہر قطرہِ خوں، تن میں  
 اسدِ زندانی تا شیبِ الفت ہائے خواباں ہوں  
 غمِ دستِ نوازش ہو گیا ہے طوقِ گردن میں



اک پھٹ دی نیس بسین دے ڈاردا میرے پنڈے اندر  
 تندرے آسے، بنجواں، دھاکہ سوئیاں نکلے اندر  
 وید نظرے ڈکالایا، گھر بر باد دی چھیرے  
 بنجواں ہڑھ دی جگہ جیوں لوگڑ رہ گئی جھرنے اندر  
 میں پلکاں دی کافی کاراں دا ہاں سانبوڑ کا  
 دلیر نام گنیش ہر لہو قطرہ جھٹے اندر  
 میرے زین بیری دے کیر کوئی خیرے دے  
 چن چڑھے جے رکھئے گوہڑا کشہ میں جھرنے اندر  
 جھٹل ڈل ایل اُجڑاں ڈتیاں جگ پھکاراں  
 یاراں دے، دُند ہاسے، ہو گئے بنجئے گلے اندر !  
 سورج درگے دے مورت بشکامے ساہیں پھوکن  
 چلکاں وچ شیشے دے جیویں دتے جھرنے اندر  
 چنگا مندا جو کجھ ہاں، پر آل دُوال بے رتا  
 پھسل ہاں جھٹ اندر جے کر ککھ ہاں باگے اندر  
 عشق ہنیر سودائی مینوں دل دتے بے انتے  
 تیکا تیکا لہو دا چتر کلتن، جھٹے اندر  
 اسد اللہ، دلداراں دے پیاراں دے قیدی ہوتے  
 ہسدوں گل وچ بانہواں، جیویں دھون کلاہے اندر

۱۔ درخور۔ لائق - ۲۔ تار اشک یاس - ۳۔ مانع ذوق تماشا - ۴۔ پنہر - ۵۔ ولایت خانہ  
 ۶۔ پنہر۔ دولتی - ۷۔ بے رمی - ۸۔ نگویش - ۹۔ جلوہ تماش - ۱۰۔ سوہیا -



مزے جہان کے اپنی نظر میں خاک نہیں  
 سوائے خونِ جگر، سو جگر میں خاک نہیں  
 مگر غبار ہوتے پر ہوا اڑا لے جاتے  
 وگرنہ تاب و توانِ بال و پر میں خاک نہیں  
 یہ کس بہشتِ شمائل کی آمد آمد ہے  
 کہ غیرِ جسدِ گل، رہ گزریں خاک نہیں  
 بھلا آسے نہ سہی کچھ مجھی کو رحم آتا  
 اثرِ برے نفسِ بے اثر میں خاک نہیں  
 خیالِ جسدِ گل سے خراب میں نئے کش  
 شراب خانہ کے دیوار و در میں خاک نہیں  
 ہڑا ہوں عشق کی غارت گری سے شرمندہ  
 سوائے حسرتِ تمیزِ گھر میں خاک نہیں  
 ہمارے شعر ہیں اب صرف دل لگی کے اسد  
 کھلا کر فائدہ عرضِ ہنرمیں خاک نہیں



ایس جگ جہان اُنڈ سائے ساڈی اکھ توں بھاوندے کھیہ نہاں  
 اکتوڑت کلیچڑے سیک مہیسی ادسے تھاں کلیچڑے کھیہ نہاں  
 دھوڑ ہون تے کہتے ہوا سانوں اوہدے تیک اُوڑ کے لئے جاتے  
 نہیں تے جا پدا اے جہاں ساہ اُصلوں ساڈے کھب کھب اُڑے کھیہ نہاں  
 کیڑے جُتیاں پُلن گمان والے گھڑی پلک توں ایدھروں لنگھنا اے  
 باج پھلتاں دے فرش زمین اُتے پیراں ہیٹھ رلدی لاگھے کھیہ نہاں  
 آؤنا اوس لوں نہیں سی تے نہ آؤندا مینوں اپنا آپ وراگ آؤندا  
 کہے پاسے نہ داںجیاں چھیڑ پایا، میرے ہو کیاں دے پلے کھیہ نہاں  
 ہیشے سوچ دے پھل دی چھاں پاروں چین والڑے مُست بے حال ہوئے  
 پانی وچ مکان شراب خانے، کندھاں کھیہ نہاں بوسے کھیہ نہاں  
 عشق محل پُارٹے ڈھان والا جسدوں سوچنا داں ہولاپے جاناں  
 نری سُدھر اُسار اُسار نے دی ہوئے میسرے جھگے کھیہ نہاں  
 ساڈے شعر آج نرے نیں اسدا اللہ وچ بیلیاں ہنساں جو گے  
 گل کھٹی اے فن اظہار بوٹے رت دتیاں دی پھلے کھیہ نہاں



دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت و دوسے بھرنے آئے کیوں  
 روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ٹلائے کیوں  
 دیر نہیں، حرم نہیں، درد نہیں، آستان نہیں  
 بیٹھے ہیں رنگرز پہ ہم غیسہ ہمیں اٹھائے کیوں  
 جب وہ جمال و لفروز، صورتِ مسرتیم روز  
 آپ ہی ہو نظارہ سوز، پردے میں منہ چھپائے کیوں  
 دشنہ سخنرہاں ستاں، ناوکِ ناز بے پناہ  
 تیرا ہی عکس رخ سہی، سامنے تیسرے آئے کیوں  
 قیدِ حیات و بندِ غمِ حاصل میں دونوں ایک ہیں  
 موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں  
 حسن اور اس چہ حسنِ ظن، وہ گئی بواہوس کی شرم  
 اپنے پہ اعتماد ہے، غیسہ کو آزمائے کیوں  
 واں وہ غروبِ عتد و ناز، یاں یہ حجابِ پاس و رخ  
 راہ میں ہم ملیں کہاں، بزم میں وہ بلائے کیوں  
 ہاں وہ نہیں خدا پرست، جاؤ وہ بے وفا سہی  
 جس کو ہو دین و دل عزیز، اس کی گلی میں جائے کیوں  
 غالبِ محبت کے بغیر کون سے کام بند ہیں  
 روئیے زار زار کیسا، کیجئے ہائے ہائے کیوں



ایسہ دل کوئی اٹ پتھر نہیں، غم دیوے نہ چھلکا کاہنوں  
 جتھوں ساڈا رونائیں بجاندا دے سائوں آپ رُحو اکاہنوں  
 ایسہ مسجد نہیں، ایسہ مندر نہیں، ایسہ بوا برو نہ نہیں کاسے  
 لاگھے تے بیٹھے آں کوکو، دے ایتھوں غیسرا اٹھا کاہنوں  
 روپ اوہ جیسٹا من چکا نڈا جیوں سورج شکر دہر اندا  
 نظر اں نوں ساڈا گوا بجاندا، لے کھڑے تے گھنڈ پا کاہنوں  
 نخرے دی کاتی ساہ پیندی، نازاں دی کاتی بے انتی  
 تیرا ہی مکھ پرشچاواں سہی، دے تینوں شکل دکھا کاہنوں  
 چند ٹری دا بچا، دیکھ دی بچا ہی ایسہ دھنوں دونوں اکوئیں  
 ساہ ٹکنوں پہلاں بندے نوں دیکھ جاندا دے دھوٹ کٹھا کاہنوں  
 سوہنے نوں سوہنا مان اُتوں تہاں جوچھے دے لکھ رہ گئے نہیں  
 اوہ ایڈا آپ یقینا اسے، نئے دیر ی نوں آزما کاہنوں  
 اوہ صردی روپ گمان آو، ایہ صردی جینہہ دے لکھ لکھلی  
 راہواں وچ بنا کتھ ساڈا، اوہ سانوں لین سدا کاہنوں  
 آٹو! اوہ رب نوں نہیں من دا، بچپال وی نہیں رُٹھے ہوو  
 جتھوں پیارے جہان ایمان میاں اوہنوں اوس گلی دم چا کاہنوں  
 مرنکے غالب دے باجوں کم کیڑے نہیں جوڑنے نہیں!  
 کیوں سرتے بانواں دیکھ لیتے، روں اکھیاں نیر وگا کاہنوں



غنچہ ناشگفتہ کو دُور سے مت دکھا کر یوں  
 بوسہ کو پوچھتا ہوں میں، منہ سے مجھے بتا کر یوں  
 پرسش طرزِ دبسری کیجئے کیا کہ بن کے  
 اُس کے ہر اک اشارے سے نکلے ہے یہ ادا کر یوں  
 رات کے وقت مئے پئے، ساتھ رقیب کو ملے  
 آئے وہ یاں خدا کرے پر نہ کرے خدا کہ یوں  
 غیر سے رات کیا بنی؟ یہ جو کس تو دیکھتے  
 سامنے آن بیٹھنا اور یہ دیکھنا کہ یوں  
 بزم میں اس کے روبرو کیوں نہ خموش بیٹھتے  
 اس کی تو خامشی میں بھی ہے سی مدعا کہ یوں  
 میں نے کہا کہ بزمِ ناز چاہیے غیسر سے تھی  
 سن کے ستم ظریف نے مجھ کو اٹھا دیا کہ یوں  
 مجھ سے کہا جو یار نے جاتے ہیں ہوش کس طرح  
 دیکھ کے میری بے خودی چلنے لگی ہوا کہ یوں  
 کب مجھے کوئے یار میں رہنے کی وضع یاد تھی  
 آئینہ دار بن گئی حیرت نقشِ پا کہ یوں  
 گر ترے دل میں ہو خیال وصل میں شوق کا زوال  
 موجِ محیطِ آب میں مارے ہے دست و پا کہ یوں  
 جو یہ کہے کہ ریختہ نمیوں کہ ہو رشکِ فارسی  
 گفتہ غالب ایک بار پڑھ کے اُسے سنا کہ یوں



منہ میٹیا پھل سمانڈا سے، دُوروں ارنج نہ پایا دکھا کہ ارنج  
 تینوں پچھیا چم چم کیا کیسے لے، مینوں تجھیاں منہ سمجھا کہ ارنج  
 کیوں عاشقاں دے جیو کہ کھنا ایں کیسے تجھے آپے پی دسدی ہے  
 اوہ دے نغزیاں اکھ تنگیاں دی، ٹٹ پینی ادا، ادا کہ ارنج  
 وٹیا رات دا ہووے تیرے پی ہووے سنگت نال دُقیب دے کیسے ہووے  
 رتا آو کی دی ایدھر سے نیتی ہووے، رہا جیسا نہ چن چڑھا کہ ارنج  
 رات مانی آں غیر دے نال کیوں؟ میں جے پچھیا فیر تے دیکھیا کیسے  
 اوہ داسا منے آن کے بہرہ جانا، مینوں ایسہ کجھ دیکھنا پایا کہ ارنج  
 اوہ دی محفلے اوس دے نکھرے شاہو، چھہ دُڈھ کے کسے نہیں دھکم چلے  
 چمپ جان پئی اوس می دے مٹاں، ایتھے مین دی ایہ ادا، اکہ ارنج  
 مینوں اکھیا تساں دی بزم اندر کسے غیر واہین رواتے نیس  
 اوس ہاسیاں پچھے نے مٹاں دیاں ای، مینوں پچھیا ٹرت اٹھا کہ ارنج  
 مینوں پچھیا یا رنے دس تے سسی کیوں ہوش اڈا ریل مار جان دے  
 ترس کھا کے میری مدھوشیاں تے کولوں آڈکے نکلے برا کہ ارنج  
 کیوں یار دی گلی دے دج رہنا مینوں کدوں سی بچ پچھلے نوں  
 اک پیڑے آید دی جیرتاں نے دتا عقل نوں شیشہ دکھا کہ ارنج  
 جے کر دیکھنے دا ہووے شوق تینوں جسے شوق دی کدی طلب ہوئی  
 چھل چھلے دی چھل سمندراں دی کندھے پئی لکے اوسے تا، کہ ارنج  
 کیوں ریختہ ڈنگدا فارسی نوں جے کوئی چھلے اسیر پنجابیاں توں  
 اک وار بھال کے کول اوہنوں غائبان دے بول سنا، کہ ارنج





اپنا احوالِ دلِ نزار کہوں یا نہ کہوں  
ہے حیا مانعِ اظہار کہوں یا نہ کہوں

نہیں کرنے کا میں تقریرِ ادب کے باہر  
میں بھی ہوں محرمِ اسرار کہوں یا نہ کہوں

شکوہ سمجھو اسے یا کوئی شکایت سمجھو  
اپنی ہستی سے ہوں بیزار کہوں یا نہ کہوں

دل کے ہاتھوں سے کر ہے دشمنِ جانی اپنا  
ہوں اک آفت میں گرفتار کہوں یا نہ کہوں

میں تو دیوانہ ہوں اور ایک جہاں ہے غمناز  
گوش میں در پس دیوار کہوں یا نہ کہوں

آپ سے وہ مرا احوال نہ پوچھیں تو اسد  
حسبِ حال اپنے پھر اشعار کہوں یا نہ کہوں



دکھی دل نوں کیہ بن گئیاں، اکھاں یا نہ اکھاں  
بچ پوسے کیڑے کھوۂ ڈگلاں، اکھاں یا نہ اکھاں

گھنڈ حیا دا لاہندا تیں میں، اکھن دے کچھ مینوں  
میں وی جاناں اک دو گھنڈیاں، اکھاں یا نہ اکھاں

بھادویں جان اُلاہا ایسوں، بھادویں جھور بھڑانے  
اپنی ہر نوٹ نکوت نک آں، اکھاں یا نہ اکھاں

دل دے ہتھوں جیسٹا اپنا جو کے جاتوں دیری  
خبرے کیڑی پھرنی پھڑیاں، اکھاں یا نہ اکھاں

میں تے ہو یا جھلا دُنیا کھنبوں ڈار بناندی  
کنو کن پچھو کڑ کسندھاں، اکھاں یا نہ اکھاں

اسد اللہ جے آپ ای میری ذات نہ بچتے کوئی  
شعراں اندر حال فقیراں، اکھاں یا نہ اکھاں

## ردیف (۹)



حسد سے دل اگر افسردہ ہے گرم تماشا ہو  
 کہ چشم تنگ شاید کثرتِ نظارہ سے دا ہو  
 بقدرِ حسرتِ دل چاہیے ذوقِ معاصی بھی  
 بھروں یک گوشہ دامن، گر آبِ بہت دریا ہو  
 اگر وہ سرد قد، گرم خرامِ ناز آ جائے  
 کفِ ہر خاکِ گلشن، شکلِ قمری نالِ افسر ما ہو



کہے میں جا رہا، تو نہ دو طعنہ، کیا کہیں  
 بھولا ہوں حقِ صحبتِ اہل کینشت کو  
 طاعت میں تمارے نہ مئے دانگیں کی لاگ  
 دوزخ میں ڈال دو کوئی لے کر بہشت کو  
 ہوں منحرف نہ کیوں، رہ و رسمِ ثواب سے  
 ٹیسٹہا لگا ہے قط، تسلیمِ سرِ نوشت کو  
 غالب کچھ اپنی سعی سے لہنا نہیں سمجھے  
 خسرو من جلے، اگر نہ ملے کھائے کشت کو



ساڑے پاروں جے دل بجیا ، تائے جیاتی نظراں دی  
 خبرے سوڑی اکھ ، نظارے ، کھید کرن قلبوتاں دی  
 سدھراں جیڈی تریسہ دی ہوئے ، ہوئے جدوں گناہوں دی  
 میری چنٹ نہ بگلی کردی ، چپڑی ست مسندیاں دی  
 جے ادھ سدھرو دا ٹوٹا ، مان گمانوں آٹھلے !  
 اک اک سٹھہ ہاگے دی سخی قمری بن بن کر لاندی



جے میں مسجد جاؤڑیا ، مارونہ بولی حالے دی  
 برتے جھارٹا جاناں مندر دے بھگتاں دی بھنی ٹوں  
 تاں جے وچ عبادت تھکے زولا شمسد خراباں دا  
 ددزخ دے وچ جھاڑے کوئی جنت بھری بھراتی ٹوں  
 کیوں میں ٹنکر نہ ہوداں نیسکو کاری وی کاروں  
 پنچھی بھکی لگی اسے ، تقدیر قسم دی کافی ٹوں  
 غالب میری قسمت نہیں سی کیتی دا پھل پانا وی  
 سڑ جاندا کھسوارہ جے نہ مکڑی کھاندی پیل ٹوں



وارستہ اس سے ہیں کہ محبت ہی کیوں نہ ہو  
 کیجئے ہمارے ساتھ، عداوت ہی کیوں نہ ہو  
 چھوڑا نہ مجھ میں ضعف نے رنگ اختلاط کا  
 ہے دل پہ بار، نقشِ محبت ہی کیوں نہ ہو  
 ہے مجھ کو تجھ سے تذکرۂ غیہ کا غلہ !  
 ہر چند بر سبیل شکایت ہی کیوں نہ ہو  
 پیدا ہوئی ہے کتے میں درد کی دوا  
 یوں ہو تو چہارۂ غمِ الفت ہی کیوں نہ ہو  
 ڈالا نہ بے کسی نے کسی سے معاملہ  
 اپنے سے کینچتا ہوں، خجالت ہی کیوں نہ ہو  
 ہے آدمی، بجائے خود اک محشرِ خیال  
 ہم انجمن سمجھتے ہیں، خلوت ہی کیوں نہ ہو  
 ہنگامہ زبونی ہمت ہے افعال !  
 حاصل نہ کیجئے دہرے عبرت ہی کیوں نہ ہو  
 وارستگی، ہسانہ بے گانگی نہیں !  
 اپنے سے کر، نہ غیر سے وحشت ہی کیوں نہ ہو  
 ہشتا ہے فورتِ فرصتِ ہستی کا غم کہیں  
 عمر عزیز، صرف عبادت ہی کیوں نہ ہو  
 اس فتنہ خو کے در سے اب اٹھتے نہیں امتہ  
 اس میں ہمارے سر پہ قیامت ہی کیوں نہ ہو



ساڈے دُور کھل اے تینوں، لار نہ اکتیاں بجاویں  
 رُودہ پر ساڈی اکتیاں اندر، بَن کے دُڈکاں بجاویں  
 چند نمائی چھڑیا کتے گوشت ملایاں جوگا  
 دل بیسہ جاندا، پیندا اُلفت دا پڑھچاواں بجاویں  
 تیسری چہرے تے ناں دیری دا، مینوں تیتوں شبکوہ  
 کیڈی راہ کلاوی دے راہیں پائیاں پھٹکاں بجاویں  
 جیسر کوئی روگ نئیں جس دا وارو لوک نہ دُسن  
 کتے عشق دا وارو جگ توں اُڈیا لوکاں بجاویں  
 بے دُتیاں نے دُسن نہ پایا مینوں پور کبے دے  
 آؤن پیاں لکھ اپنے آپوں، آؤندیاں شراں بجاویں  
 بندہ اپنے دُچوں تپدی اک سوچاں دی آخر  
 ساٹوں بھنڈی محض جاپے ہوئے کتیاں بجاویں  
 شراں دا گھنڈ، آپ بھنڈاؤ اکتیاں مے گل دُھول اے  
 جگ توں کج نہ کدی دُبولو، دے پامتاں بجاویں  
 کھل آزادی، جیج نئیں کوئی دُکھو دُکھ دُسن دا  
 اپنے توں رُودہ بھیا بھیا، صحبت خیراں بجاویں  
 جدوں جیاتی تہمت فردی، ہرکھ کدی نئیں مُردا  
 ساری عمر پیاری مکے پڑھو نمازاں بجاویں  
 ادس آخر جوگے دے بُہویں نئیں اسدا لکھنا  
 ساڈے برتے آخر دُگ پئے، بیٹیاں بیٹیاں بجاویں



قفس میں ہوں گرا چھا بھی نہ جانیں میرے شیون کو  
 برا ہونا بڑا کیسا ہے فرسنگان گلشن کو  
 نہیں گر جمدی آساں نہ ہو، یہ رشک کیا کم ہے  
 نہ دی ہوتی خدا دیا آؤ دتے دوست دشمن کو  
 نہ نکلا آنکھ سے تیری اک آنسو اس جراحت پر  
 کیا سینے میں جس نے غم نچکاں شرکان سوزن کو  
 خدا شرمائے ہاتھوں کو کہ رکھتے ہیں کشاکش میں  
 کبھی میرے گریباں کو، کبھی جاناں کے دامن کو  
 ابھی ہم قتل گہ کا دیکھنا آساں سمجھتے ہیں  
 نہیں دیکھا شناور جڑے خوں میں تیرے توسن کو  
 ہوا چر چا جو میرے پاؤں کی زنجیر بننے کا  
 کیا بے تاب کاں میں جنبش جو ہرنے آہن کو  
 خروشی کیا کھیت پر میرے اگر سو بار ابر آوے  
 سمجھتا ہوں کہ ڈھونڈے ہے ابھی سے برق خرم کو  
 وفاداری بشرط استواری اصل ایماں ہے  
 مرے بُت خانہ میں تو کبھے میں گاڑو برہمن کو  
 شہادت تھی مری قسمت میں جودی تھی یہ خوش محمد کو  
 جہاں تلوار کو دیکھا ٹھکا دیتا تھا گردن کو  
 نہ کشتا دن کو تو کب رات کو توں بے خبر سوتا  
 رہا کھٹکا نہ چوری کا دُعا دیتا ہوں رہزن کو  
 سخن کیا کہہ نہیں سکتے کہ جو یا ہوں جو اہر کے  
 جگر کیا ہم نہیں رکھتے جو کھودیں جا کے معدن کو  
 مرے شام سلیمان جاہ سے نسبت نہیں غالب  
 فریدون و جہم دیکھنرو و داراب و بہمن کو



پنجرے اندرون دی ہے نہیں جڑ دے میرے گڑاٹاں توں  
 میری جان سکھاندی کیوں نہیں باغ ویاں دسینکاں توں  
 سوکھی نہیں ہے قربت ادھری تاں وی سول نہ گھٹدا ہے  
 زبانا کا جنوں چب دتا ای چار بیسلی دا ہوراں توں  
 تیری اکھوں اک آٹھر نہیں ڈوٹھی اوہ چٹ سینے تے  
 ہتھ دے روتا دیا اکھوں نوک سوتی ویاں پٹکاں توں  
 ہتھاں دی زب پوری پاسے کچھ کہتے چھڑ دے نہیں  
 میرا گھاناں آ پھر دے ، جا پٹکیوں پھر دے سبھاں توں  
 حال مقتل دیندے ساڈن کتہ ڈرا دی کئی نہیں  
 ڈٹھاتیں نامسو وچ ترو دے تیرے گھوڑے داگاں توں  
 گل پھری جسد میرے پھیرے دی سنگل دے ڈو حال دے ،  
 کاتاں وچ سپاتی ڈٹھکاں مڑنایا فولادوں توں -  
 جے نت میری پیل بدل دتے ، نہیں ٹھنڈ مینوں دی  
 بجل رانی ہن توبہ صدی اسے کھلوائے کٹکاں توں  
 جتھوں پھرنا پکا پھرنا ، جسل اصول ایماں اسے  
 بت خانے مرگن تے سبے دفنایے پنڈتاں توں  
 میرے لیکہ شہادت بیسی طبع امیسل سی تاہیوں ای  
 دھون نوائی اوتھے جتھے ویکھ لیا تلواراں توں  
 جے نہ ونے ٹٹیندا راہیں گھوڑے وچ نہ سونداہیں  
 واہ چوری واہ دھڑ کوٹکا ، بیسلیاں ویاں ڈکیتاں توں  
 بل سٹھن نہیں ساڈے پتے ؟ اینویں موتی قبضے پئے  
 سینے وچ کلیہا نہیں جے کھٹکے پھرے کاتاں توں  
 اپنے شاہ سلیہاں دد گئے نال ، کھٹکاراں غالب کہہ  
 جم ، فریدوں ، خسرو ، دارا ، بہمن دد گئے شاہواں توں





دھوتا ہوں جب میں پیئے کو اس سیتن کے پاتو  
 رکھتا ہے ضد سے کھینچ کے باہر گھن کے پاتو  
 دی سادگی سے جان، پروں کو کہن کے پاتو  
 ہیبت کیوں نہ ٹوٹ گئے پیر زن کے پاتو  
 بھاگے تھے ہم بہت، سو اسی کی سزا ہے یہ  
 ہو کر اسیس، داجتے ہیں راہزن کے پاتو  
 مرہم کی جستجو میں چسدا ہوں جو دود دود  
 تن سے سوانگار ہیں اس خستہ تن کے پاتو  
 اللہ سے ذوقِ دشتِ نور دی کہ بعدِ مرگ  
 ملتے ہیں خود بخود مرے، اندر کفن کے پاتو  
 ہے جوشِ گل ہسار میں یاں تک کہ ہر طرف  
 اڑتے ہوئے اُچھتے ہیں مرغِ چمن کے پاتو  
 شب کو کسی کے خواب میں آیا نہ ہو کہیں  
 دکھتے ہیں تاج اس بہت نازک بدن کے پاتو  
 غالب مرے کلام میں کیونکر اثر نہ ہو  
 چیتا ہوں دھوکے خسرو شیریں سخن کے پاتو



واں اس کو ہولِ دل ہے تو یاں میں ہوں شرمسار  
 یعنی یہ میسری آہ کی تاشیر سے نہ ہو  
 اپنے کو دیکھتا نہیں، ذوقِ بستم تو دیکھ  
 آئینہ تاکہ دیدہء تجھیر سے نہ ہو



پیراں تھی دھوواں جہاں او جیسے چاندی دے گئے پیراں توں  
 تھلے توں چمک چمک جتے دھوواں پانیوں باہرے پیراں توں  
 جھولے ہتھیں جان گوانی، چم فسد ہا دے پیراں توں  
 واہ تقدیرے دیکھیں نہ بچا بچاں دے نیلے پیراں توں  
 پیراں پیراں بچھدے ساں او سے دی ایہہ کرنی بھرنی لے  
 بچھے بچھیں بھرنے آں مٹھیاں ڈاکو دے پیراں توں  
 مریم بچھدے بچھدے بچھیاں، لیاں لیاں واناں نیں  
 بچھیاں بڑھتی بچھنڈ بچی اے، بچھنڈے جتے پیراں توں  
 کیڈا چمکا تھلاں بھگوال دا اے مر توں بچھے دی  
 دچ کھن دی دیکھو میرے آپے ہلدے پیراں توں  
 ایتھوں تیکر چیت کے بچھلاں توں آخر آئی اے  
 آڈوی آڈوی بلبل تائیں پان اٹنگے پیراں توں  
 وات کے دے سٹھنہ اندر ٹرکے آیا لگدا اے  
 آج ایویں تئیں مٹھیاں بھردا چند ٹوکے پیراں توں  
 غالب میرے شعر سوادوں دا بچے کیوں نہ جانے  
 دھوکے پیناں کھنڈ سٹھن سردار سخی دے پیراں توں



اوہرا دل ڈب ڈب جاندیاں ایہہ ڈب ڈب جاناں  
 کہہ میرے ایہہ میری ہاتھوں دی تاثیروں نہ ہر دے  
 دیکھو غم ستم دے چمکے، اپنا منہ نہیں دھیندا  
 جتے نیک شکار دا اکھ شیشہ اکوں نہ ہر دے



دیا پہنچ کر جو غش آتا ہے ہم ہے ہم کو  
 صدرہ آہنگ زمیں بوس قدم ہے ہم کو  
 دل کوئیں اور مجھے دل مجھ و فراق کھتا ہے  
 کس قدر ذوق گرفتاری ہم ہے ہم کو  
 ضعف سے نقش پئے مور ہے طوق گردن  
 تیرے کوچے سے کہاں طاقت رہ ہے ہم کو  
 جان کر کیجے تفاسل کہ کچھ امید بھی ہو  
 یہ نگاہ غلط انداز تو سہم ہے ہم کو  
 رشک ہم طرحی درو آخر بانگ حسدیں  
 نالہ مرغِ حسد، تیغِ دو دم ہے ہم کو  
 سراوانے کے جو وعدے کو کتر چاہا  
 ہنس کے بولنے کہ ترے سر کی قسم ہے ہم کو  
 دل کے خوں کرنے کی کیا وجہ، ولیکن ناچار  
 پاس بے رونقی دیدہ اہم ہے ہم کو  
 تم وہ نازک کہ خموشی کو فغاں کہتے ہو  
 ہم وہ عاجز کہ تفاسل بھی ستم ہے ہم کو  
 لکھنؤ آنے کا باعث نہیں کھلتا یعنی  
 ہوس سیر و تماشا، سو وہ کم ہے ہم کو  
 مقطع سلسلہ شوق نہیں ہے یہ شر  
 عزم سیرِ نجف و طوف حرم ہے ہم کو  
 لئے جاتی ہے کہیں ایک توقع غالب  
 جادہ رہ کشش کافِ کرم ہے ہم کو



اونٹنے آپٹکے ہیٹھ آتے پین جو ڈنڈناں سانوں  
 پیراں دی برتی چٹن دیاں ڈھیسہ انگاں سانوں  
 دل نوں میں تے مینوں دل عشقوں نیس ڈولن ویندا  
 دکھ دی چٹرنی دا کیسہ چکا لنگا سائیاں سانوں  
 مارے جتے، آبر کھرا کیسٹری دا دھون گلاواں  
 تیسری گلیوں ڈوٹ دیاں کتھے ترفیقاں سانوں  
 اتوں اتوں ڈنگا ہودی، تاں جے آس نہ گئے  
 ڈنگیاں نظراں تیرے دتوں لگن زہراں سانوں  
 سول رقیب پنے دا آٹھے پیسہ کیشلی تھاہر دیں  
 دو دھاری تلوار اسے فخر یکسیر دہواں سانوں  
 برچسکھن والا راجے میں فیہر کرایا جیتے !  
 کچھوں ہنس کے آٹھے تیرے سر دیاں قسماں سانوں  
 دل نوں زور ت کرن دا چاند نیس سی پرناں دی  
 اکھ اُجاڑاں دیکھ کے آتیاں ڈاڈیاں شرماں سانوں  
 ایڈے تسی ٹوک ادچپ نوں وی کڑلائے آکھو  
 ایڈے اسی نمائے تیسری گھیس دی چھریاں سانوں  
 کیسٹری پنڈ پئی آتے لکھنوا ایہ گنڈھ نہ گھٹھے  
 سر سپاٹے دا وی ایڈا چانٹیں بھسواں سانوں  
 تند سرانیں ساڈی شوق لڑی دا شہرتے ایہوی  
 سیر نجف دی، سچ کعبے دی پیریں ڈاٹاں سانوں  
 آس جیتی اک لئی جانہی اسے غالب خبرے کتھے !  
 کشش کرم دے کاف دیاں نیں دٹاں راہواں سانوں



تم جانو تم کو غیسرے جو رسم و راہ ہو  
 مجھ کو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو  
 بچتے نہیں مواخذہ روزِ حشر سے  
 قتال اگر رقیب ہے تو تم گواہ ہو  
 کیا وہ بھی بے گزند کش و حق ناشناس ہیں  
 مانا کہ تم بشر نہیں خورِ مشید و ماہ ہو  
 ابھرا ہوا نقاب میں ہے اُن کے ایک تار  
 مرتا ہوں میں کہ یہ نہ کسی کی نگاہ ہو  
 جب میکدہ چٹا تو پھر اب کیا جگہ کی قید  
 مسجد ہو، مدرسہ ہو، کوئی خانقاہ ہو  
 سنتے ہیں جو بہشت کی تعریف سب درست  
 لیکن خدا کرے وہ تری جلوہ گاہ ہو  
 غالب بھی گر نہ ہو تو کچھ ایسا ضرر نہیں  
 دُنیا ہو یا رب! امد مرا بادشاہ ہو



توں جان بیبا تیرا کم جانے غیسہ نال جیویں تیرا واہ ہوئے  
 میری ذات دی کدی جے نوٹیں لیندا، اہی گل دا کیر گناہ ہوئے  
 پھڑنی خسر و ہار دی ہے ڈاڈی مینوں پک ہے توں ہی تیں بچ سکدا  
 جے کر قتل رقیب دے ناں لگے، تیرے جیہا ضرور گواہ ہوئے  
 بول: ادھوی بے دوسے نوں مار دے میں نالے حق توں حق پچھان دے تیں؟  
 چلو دنیا بشر تیں آپ ہو دیں اسد سچ چہی یا توں اوہناں جیہا ہوئے  
 دیکھ دیکھ کے اوس دے گھنڈ اندراک انھروں تند مر دہ پاندی  
 مرد اجاں میں ایس وچار اندر کسے ہر دی متے نگاہ ہوئے  
 جہدوں رہتے نہ وچ شراب خنانے مدوں تھاں مقام دی بانٹھ کادی  
 بھادیں مکتب تے بھادیں مسیت ہوئے، تکیہ ہوئے بھادیں خانقاہ ہوئے  
 سوٹھا جتی بہشت دی سنی بیٹھے وال پتھار دی جھڑٹھ تیں اوہ بھادیں  
 رب کرے پر تیرا مقام ہووے، تیرا سکھ تے میری نگاہ ہوئے  
 غالب جیسے وی رہن نہ جے اتھے ایڈی جگ نوں مول نہیں تھوڑ پندی  
 میلے جگ دے ہون تے رب سائیاں اتھے ہو میرا بادشاہ ہووے



گئی وہ بات کہ ہو گفتگو تو کیونکر ہو  
 کہے سے کچھ نہ ہوا، پھر کہو تو کیونکر ہو  
 ہمارے ذہن میں اس فکر کا ہے نام وصال  
 کہ اگر نہ ہو تو کہاں جاتیں؟ ہو تو کیونکر ہو  
 ادب ہے اور یہی کشمکش تو کیا کیجے؟  
 جیسا ہے اور یہی گو مگو تو کیونکر ہو  
 تھی کہو کہ گزارا صنم پرستوں کا  
 بتوں کی ہو اگر ایسی ہی ہو تو کیونکر ہو  
 اُجھنے ہو تم اگر دیکھتے ہو آتینہ  
 جو تم سے شہر میں ہوں ایک دو تو کیونکر ہو  
 جسے نصیب ہو روزِ سیاہ میسر اس  
 وہ شخص دن نہ کہے رات کو تو کیونکر ہو  
 ہمیں پھر اُن سے اُمید اور انہیں ہماری تدبیر  
 ہماری بات ہی پوچھیں نہ وہ، تو کیونکر ہو  
 غلط نہ تھا ہمیں غلط پرگیاں تستی کا  
 نہ مانے دیدہ دیدار جو، تو کیونکر ہو  
 بسا داس فرہ کو دیکھ کر کہ مجھ کو قرار  
 یہ نیش ہو رگ جہاں میں ہو تو کیونکر ہو  
 مجھے جنوں نہیں غالب، دے بقول حضور  
 صدقِ یار میں تسکین ہو تو کیونکر ہو



گا، مہر، کتھے نیں، گل بات ہووے تے کیوں ہووے  
 اکھیاں جتھے گل نہ ہووے، اکھوپے تے کیوں ہووے  
 ساڈے ذہن اندر ایسے ہی سوچ دا نام وصال اے جھٹا  
 نہ ہووے تے کتھے جائے، جے ہووے تے کیوں ہووے  
 مینوں بار ادب دی وگتی، اکھاں یا نہ اکھاں اوہنوں  
 اوہنوں پوسے حیا جے بولے، نہ بولے تے کیوں ہووے  
 آپے دس چنگی مندی گزراں ایہناں عاشق لوکاں دی  
 سارے معشوقاں دا چالا اہنج ہووے تے کیوں ہووے  
 کھیسہ پناہیں اپنے آپ نوں دیکھ کے جیسٹا شیشے اندر  
 شر اندر جے اک دو جون تیرے ورگے تے کیوں ہووے  
 جیدے نصیبیاں اندر ہووے میسے ونگ مہیر دا ہار  
 لیکھاں مٹیا، رات نوں جے نہ دن اکھے تے کیوں ہووے  
 فیروہناں توں آس اک ساٹوں اوہناں دے دل عزت ساڈی  
 جے اوہ ساڈی ذات کدی وی نہیں لیندے تے کیوں ہووے  
 دہم تے اکا جھوٹا نیس سی چٹھی دے گی آن سہارا  
 پر جے اکھ درشن دی جھکتی نہ مئے تے کیوں ہووے  
 اوس پلک نوں دیکھ کے دستو جے میری شر رگ نوں ڈنگے  
 رڈکاں ورتن جتھے، جین تہرا ہووے تے کیوں ہووے  
 غالب دی جھٹا نیس ہويا، تہاں وی ایہو فرمایا اے  
 اندر جسد فداق پریمی چین ہووے تے کیوں ہووے





کسی کو دے کے دل کوئی نواسنج نفاں کیوں ہو  
 نہ ہو جب دل ہی سینے میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو  
 وہ اپنی خونہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں  
 شک سرین کے کیا پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو  
 کیا غنوار نے رسوا لگے آگ اس محبت کو  
 نہ لا دے تاب جو غم کی، وہ میسرا راز داں کیوں ہو  
 وفا کیسی؟ کہاں کا عشق جب سر چھوڑنا تھا  
 تو پھر اے سنگدل تیسرا ہی سنگ آتاں کیوں ہو  
 قفس میں مجھ سے رُوداد چہن کہتے نہ ڈر ہمدم  
 گری ہے جس پہ کل بجبلی وہ میرا آشاں کیوں ہو  
 یہ کہہ سکتے ہو ہم دل میں نہیں، پر یہ تو بتلاؤ  
 کہ جب دل میں نہیں تم ہو تو آنکھوں سے مہاں کیوں ہو  
 غلط ہے جذب دل کا شکوہ دیکھو خبرم کس کا ہے  
 نہ کھیچو گھر تم اپنے کو، کشاکش درمیاں کیوں ہو  
 یہ فتنہ آدمی کی خاندان ویرانی کو کیا کم ہے  
 ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو  
 یہی ہے آزمانا تو ستانا کس کو کہتے ہیں؟  
 عذو کے ہوئے جب تم تو میرا امتحاں کیوں ہو  
 کہا تم نے کہ کیوں ہو غیر کے ملنے سے رسوائی  
 بجا کہتے ہو سچ کہتے ہو، پھر کیوں کہ ہاں کیوں ہو  
 نکالا چاہتا ہے کام کیا طعنوں سے تو غالب  
 ترے بے مہر کہنے سے وہ تجھ پر مہرباں کیوں ہو



چائیں چائیں جے کسے نوں دل دیتے پچھوں لگیتے رون کران کاہنوں  
 ہینہ سکھنا ہر دے جے دے باجوں ہر دے شہر وچ غیر زبان کاہنوں  
 اوہری اپنی کھونٹوں چھٹ دے نئیں ہینہ اسی دی اپنی چھٹے کیوں  
 ایڈے ہویاں پے کے پچھتے کیہ، ساٹوں لگے اوہیسا دکھان کاہنوں  
 مینوں میرے دواگ نے بھنڈیا اسے آگ لگے اجیسے یرانیاں توں  
 میرا دکھ نہیں جیڑا پچان جوگا، مخرم بنے اوہ میرا اندان کاہنوں  
 کاہر عشق نبھان؛ وفا کا ہدی؛ مار نکراں ساٹوں جے پیا مرنا  
 پتھر ہانہ لویا ہر دی بوسے دسن، دیتے تیرے ای کدے تے جان کاہنوں  
 وچ پنجری دسدیاں ڈریں کاہنوں جو جو باغ تے سنگیا بیتیاں نیں؛  
 کسے ہر توں بھلیاں پھوکیا ای؛ میرا آہنا شالاجلان کاہنوں  
 تینوں جے جہال کہ آکھ سکیں اسی دلاں دے وچ نہیں دہن والے  
 ہر دی توں ای توں جے دلاں اند، فیر اکھاں توں لکھن لکان کاہنوں  
 گلہ دے دی کچھ دا سہدا نئیں کہہ دے وچ قصور ہے ویکھ تے سہی  
 جے توں اپنے آپ توں کچھ دے نہ، آپے وچ رہندی کچھ تان کاہنوں  
 سکھتی دسدے گھریں بربادیاں لئی ایہہ لوہڑی گھٹ گزار دانیں  
 چنٹھاں چنٹھاں دا ہو گئیں توں سجن ہر دے اوہناں اویری آسمان کلہنوں  
 جے ہے ایہو آزمان دی رسم کوئی جیسے کیہ نہیں ہرستان والے  
 جسدوں ویری دی بکے جا فڈیوں لیندا پھر میرا امتحان کاہنوں  
 تہاں آکھیا غیبراں دے نال بلیاں ہر دے کاہنوں خیال بنامیاں؛  
 تہی سچے اوچی باوا اسی جہڑے ذرا فیہ آکھو میری جان کاہنوں  
 مار بولیاں چاہنا ایں کم کڈھنا نہیں غالباً تے کوئی بھل ہر دی  
 بے مسر، بے مسر، پیا آکھ اوہنوں ہر دے کچھ کے اوہ مہربان کاہنوں



رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو  
ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زبان کوئی نہ ہو

بے در و دیوار سا اک گھر بنایا چاہیے  
کوئی ہمسایہ نہ ہو اور پاسیاں کوئی نہ ہو

پڑیے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیمار دار  
اور اگر مر جائیے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو



دُور دُراڑے چل کے رہیے جیتھے نہ کوئی ہودے  
نہ سُنیے نہ آپ سُنا یے نہ کوئی گلیں جو دے

کنہ ہر بے دی بھکھی جاگ توں دُکھری گئی پائیے  
نہ کوئی آہنڈ گواہنڈے دتے چوکیدار نہ ہوئے

تاپ چڑھے تے پانی بچھین والا نہ کوئی نہتے  
مَر جاتیے تے نہ کوئی سانوں پٹ سیا پے روئے

## ردیف (۵)



از مسد تا بہ ذرہ دل و دل ہے آئینہ  
طوطی کوشش جہت سے مقابل ہے آئینہ



ہے سبزہ زار ہمدرد و دیوارِ غمگدہ  
جس کی بہار یہ ہو پھر اس کی خزاں نہ پوچھے

ناچار بے کسی کی بھی حسرت اٹھائے  
دُشوار ہی رہ دستِ ہمدرداں نہ پوچھے



سُوج توں لے فترہ ، ہر شے دل پر دل تے شیشہ اے  
چائے کھوٹ تے ہریٹھاں اوتاں ہریل آگے شیشہ اے



جھوک غماں دی بُہے کندھاں ہریالی دے کھیتر  
جیہدی بہار لے رنج دی ، اوہدی پت جھڑ کچھ نہ بچھیں

تنگ آکے بے کسیاں دی دی سدھ سدا پالی جائے  
پسندھ پراڑے ہر اہیاں دی کڑ کڑ کچھ نہ بچھیں

## ردیف (ی)



صد جملہ رُو بُرُو ہے جو شرگاں اٹھائیے  
طاقت کہاں کہ دید کا احساں اٹھائیے

ہے سنگ پر براتِ معاشِ جنوںِ عشق  
یعنی ہنوز منتِ طفلان اٹھائیے

دیوارِ بارِ منتِ مزدور سے ہے ختم  
اے خانساں خراب! نہ احساں اٹھائیے

یا میرے زخمِ رشک کو رُسوا نہ کیجئے!  
یا پردہٗ تبہیمِ پنہاں اٹھائیے



سو سو روپنیں مٹے جے پلکاں دا پردہ چکے  
ایسے جو گے کھتھوں، پئے اکھیاں دا بھارا چکے

بھل عشقے دی چوگ بکھی اے کھنگروٹیاں اُتے  
مطلب اے حالی بالآں دا ہوراؤھارا چکے

کندھ کاسے دے دین دے بھاروں ڈوگن بھار کھلتی  
لکھ نہ رہے پر بھار سرے تے مٹ کسے دا چکے

یاتے میرے رشک دے پھٹ نل آپے نہ پے بھنڈو  
یا بھجیاں مسکاناں دا چا آپے پردہ چکے





مسجد کے زیر سایہ خرابات چاہئے  
 بھوں پاس آنکھ قبلہ حاجات چاہئے  
 عاشق ہوئے ہیں آپ بھی اک اور شخص پر  
 آخر ستم کی کچھ تو مکافات چاہئے  
 دے دادا سے فلک ! دل حسرت پرست کی  
 ہاں کچھ نہ کچھ تلافی مافات چاہئے  
 سیکھے ہیں مر رُخوں کے لئے ہم مصوری  
 تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہئے  
 مے سے غرض نشاط ہے کس رُوسیاہ کو  
 اک گونہ بخودی مجھے دن رات چاہئے  
 نشوونما ہے اصل سے غالب فروغ کو  
 خاموشی ہی سے نکلے ہے حجابات چاہئے  
 ہے رنگ لالہ و گل و نسری جدا جدا  
 ہر رنگ میں ہمار کا اثبات چاہئے  
 سراپائے ختم پہ چاہئے ہنگام بخودی  
 رُوسائے قبلہ وقت مناجات چاہئے  
 یعنی بہ حسب گردش پیمانہ صفات  
 عارف ہمیشہ مست مئے ذات چاہئے



ہیٹھ بیٹے میخانہ برنداں دا ڈیرا ہووے  
 رچیویں اکھ بھڑوٹے تھلے میرا صاحب ہووے  
 ٹھکرے آپ ہوری دی دل دے بٹھے ہو رکھے نوں  
 قلم آخری کجھ نہ کجھ تے گھرنوں آؤندا ہووے  
 آسمانا! دے شاباسا دے دل سدھراں قے دی  
 کجھ تے تیرے دلوں ہوئیاں وائل تر دوا ہووے  
 ادھناں دے نئی بنے مستور ٹھکرے چن جنھاں دے  
 مہن ملان نئی کوئی تے وچ وسیلہ ہووے  
 گھٹ لاکے عیشاں والا بچ کیڑے کھوئے نوں  
 اکو جیسی بے سرتی دامینوں اٹھ پھس ہووے  
 جڑھ دے وچوں غالب پنگرن لغراں لیاں لیاں  
 چپ دے وچوں پھٹے جودی مطلب دل دا ہووے  
 دکھرا دکھرا رنگ گلاباں چنبیلی بچسل کلیاں!  
 سارے رنگ ہمارے ڈنڈے ایہہ رنگ پکا ہووے  
 مٹ شراباں دے پیریں ڈگئے مدہوشی ویلے  
 قبلے منہ ہوتے جے ہتھ دُعا دا چکیا ہووے  
 جہدوں صفات پیالہ اوہا گیارے دے وچ دیکھے  
 ذات شرابوں مٹ ہمیشہ عارف اوہا ہووے



بساطِ عجز میں تھا ایک دل، یک قطرہ خوں وہ بھی  
 سر رہتا ہے باندازِ چکیں سرنگوں وہ بھی  
 رہے اس شونخ سے آزدہ ہم چندے تکلف سے  
 تکلف برطرف، تھا ایک اندازِ جنوں وہ بھی  
 خیالِ مرگ کب تسکینِ دلِ آزدہ کو بخشتے  
 مرے دامِ تمنا میں ہے اک صیدِ زہل وہ بھی  
 نہ کرتا کاشِ نالہ، مجھ کو کیا معلوم تھا ہمدم  
 کہ ہرگا باعثِ افزائشِ دردِ دروں وہ بھی  
 نہ اتنا بڑبڑس تیغِ جفا پر ناز نہ مروت  
 مرے دریاتے بیابانی میں ہے اک موجِ خوں وہ بھی  
 مئےِ عشرت کی خواہشِ ساقیِ گردوں سے کیا کیجے  
 لئے بیٹھا ہے اک دو چار جہاں وارِ گوں وہ بھی  
 مرے دل میں ہے غالبِ شوقِ وصل و شکوۂ ہجران  
 خدا وہ دن کہے جو اس سے میں یہ بھی کہوں وہ بھی



مان غریبی اک دل ہنسی ، لہو دا ٹبکا ادھری  
 چرخن کہتے رہندا اے ہن پتھ ٹنگیا ادھری  
 اوس اُتھرے توں رہے کنوڑے کجھ دن جھوٹی مڑی  
 سچ آکھوتے جھٹل پناسی اینویں ساڈا ادھری  
 موت دُچار کدوں دُر چاندی دل درداں مانے نوں  
 میسری سدھہر تھچا ہی پیامید کڑا ادھری  
 چنگا سی کر لاٹ نہ پاندا ، سنگیا کیہ سن ، ساراں  
 بھگیاں پیڑاں وچ وادھے دا مڈھ پیا بچھا ادھری  
 غم کٹاری کاٹ کھاری ، ایڈا مان کریں نہ  
 میرے تلیو جھ سمند رے رت اچھالا ادھری  
 آسمان دے ساقی توں کیہہ موج شراباں ننگو  
 نئی بیٹھا اے ست پیالے اک اک مڑھا ادھری  
 سکت ملن دی جھبر جھرانے غالب سینے ڈرتے  
 بل پیند تے رہا اوہنوں ایوی دُسا ادھری



ہے بزمِ بُتاں میں سخنِ آزرده لبوں سے  
تنگ آئے ہیں ہم ایسے خوشامد طلبوں سے

ہے دورِ قسح و جبر پریشانی صہبا  
یک بار لگا دو ختم مئے، میرے لبوں سے

رندانِ درمیکدہ، گستاخ ہیں زاہد  
ز شمار نہ ہونا طرف، ان بے ادبوں سے

بیدارِ وفا دیکھ کے جاتی رہی آخر  
ہرچند مری جان کو تھا ربط لبوں سے



محبو باں دی محفل وچ گل مُنہ نہ لاندی ہوٹھاں نوں  
اکت پئے آں دیہندے دیہندے ایڈے بل بل ٹنگتاں نوں

ٹھوٹھا ٹھوٹھا ڈنڈیاں کھینڈے طبع شراب نہانی دی  
اکے ڈیکے مٹ شراباں میسو میرے ہوٹھاں نوں

میخانے دے بوجے ڈھکے برند ملاں بڑبڑے نیں  
دیکھیں کہ ہرے مُنہ نہ لائیں توں ایناں لنگ لٹھیاں توں

ہُشِ مریدا ڈھکھا ہو گئی آخہ نوں اللہ بیل  
بھاویں کیڈا جان میری نے جاتا بیل ہوٹھاں نوں



ماہم کو شکایت کی بھی باقی نہ رہے جا  
سُن لیتے ہیں گو ذکر ہمارا نہیں کرتے

غالب ترا احوال سُنا دیں گے ہم اُن کو  
وہ سُن کے بلالیں یہ اجساد نہیں کرتے



گھر میں تھا کیسا کہ ترا غم اسے غارت کرتا  
وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرتِ تعمیر ہو ہے



تاں جے ساتوں گل کرن دی کوئی دتھ نہ نتھے!  
 سُن چھٹ دے نیں بجا دیں ساڈا ذکر اذکار تیں کر دے  
 غالب تیسرا دکھ سکھ اوہناں اگے تے بار دے  
 سُن کے سدن تینوں، ایسا ٹھیکہ یار نہیں کر دے



مجھے اپنے کیسہ سی، عشق تیرا چتھوں دُحان دُنجان دے دھیاں لگا  
 سدھراک اُسار اُسار تے دی جیڑی جیویں تہی اوسے وانگراں ہے





غم دُنیا سے گر پائی بھی فرصت سراٹھانے کی !  
 فلک کا دیکھنا تقریب تیسرے یا دوا آنے کی  
 کھلے گا کس طرح مضمون مرے مکتوب کا یارب  
 قسم کھائی ہے اس کا کرنے کا غذ کے جلانے کی  
 پٹنا پر نیاں میں شعلہ آتش کا آساں ہے  
 دے مشکل ہے حکمت دل میں سوزِ غم چھپانے کی  
 انہیں منظور اپنے زخمیوں کا دیکھ آنا تھا !  
 اٹھے تھے سیرِ گل کو دیکھنا شوخی بہانے کی  
 ہماری سادگی تھی التفاتِ ناز پر مرنا  
 ترا آنا نہ تھا ظالم، مگر تمہید جانے کی  
 لکھ کو بہ حوادث کا تحمُّل کر نہیں سکتی  
 مری طاقت کہ تھی ضامنِ بتوں کے ناز اٹھانے کی  
 کہوں کیا خوبی اوضاعِ اہل تے زماں غالب  
 بدی کی اس نے جس سے ہم نے کی تھی بارہائیکی



حاصل سے ہاتھ دھو بیٹھ اے آرزو خرامی  
 دل جو ششِ گریہ میں ہے ڈوبی ہوئی اسامی  
 اس شمع کی طسرح سے جس کو کوئی بجھا دے  
 میں بھی جلے ہڈوں میں ہوں داغِ ناتمامی



جے دُنیا دے دُکھ کدی دیندے سا پیاں سرچاں دیاں  
 اَسماں دُل تکیاں، نِٹھیاں یاداں تیرے جان دیاں  
 رُتبا میری چھٹی دے مطلب دا کیسہ چاٹن ہو سُو  
 دوزخ جانے قصاں کھا لیتاں نیں دُرُق جِسلان دیاں  
 ریشم پٹ دے پتے اُگ دی بُب دُلیشن سُوکھا اے  
 مُشکل کاراں عِسم دی دھوئی سینے وِچ لُگان دیاں  
 اندروں پھل کے اپنے پھٹواں توں ادھ دیکھن چلیا سی  
 پھلّاں دُل ٹُرن، چتہ راسیاں، عذرا ہانے پاں دیاں  
 اسیو سا دُمرادے ساں رتے مُردے دُگ اُلا راں تے  
 ایسہ کیسہ آئیں، آؤندیاں اُٹیا، ٹُریاں گلاں جان دیاں  
 ہُن تے جگ آفاں تاجھڑیاں برتے جھٹن جگ تیں  
 میری ہمت توں سُن شریاں اوہدے نخرے چاں دیاں  
 ویلے دے پتراں دے دوتا دے غالب دُٹیا کیسہ!  
 اوہنے دُنگیا چھتوں سریاں پھلیاں دُودھ پکان دیاں



ہتھ حصول دصولوں دحو بُدھ، سدھراں تے نیں دتی دا  
 دِل دی چنواں دے ہڑھ اندر بیٹا دُڈی سامی دا  
 ادھ دیوے دی جتی جتھوں پکڑ مارن جھانڈے نیں  
 میں دی جھلے ہوئیاں دانگوں چوہ آں گلی لکڑی دا



کیا تنگ ہم ستم زدگاں کا مکان ہے  
 جس میں کہ ایک بیضہ مود آسمان ہے  
 ہے کائنات کو حرکت تیرے ذوق سے  
 پر تو سے آفتاب کے ذرے میں جان ہے  
 حالانکہ ہے یہ سیلی خارا سے لالہ رنگ  
 غافل کو میرے شیشے پر مئے کا لگان ہے  
 کی اس نے گرم سینہ اہل ہوس میں جا  
 آدے نہ کیوں پسند کہ ٹھنڈا مکان ہے  
 کیا خوب تم نے غیب کو بوسہ نہیں دیا  
 بس چُپ رہو، ہمارے بھی منہ میں زبان ہے  
 بیٹھا ہے جو کہ سایہ دیوارِ یار میں  
 فرمانروائے کشور ہندوستان ہے  
 ہستی کا اعتبار بھی غم نے مٹا دیا  
 کس سے کہوں کہ داغ جگر کا نشان ہے  
 ہے بارے اعتماد و فاداری اس قدر  
 غالب ہم اس میں خوش ہیں کہ نامہ زبان ہے



ایڈا سوڑا ساڈے مریاں مکیاں کان مکان اے  
 جس دے اندر کیری دا اک آئڈا دی آسمان اے  
 تیرے عشق سوڑا دل کن پسا را پڑھدا جاندا  
 سوڑج دے لشکا اے پاروں دتے اندر جان اے  
 گل تے اینج اے بھنگری ستاں سرہ سرہ لال لال اے  
 دل دے شیشے وچ شراب اے، غافل کئے گان اے  
 ہو چھ دے بریلے سینے اندر بگھا ہویا  
 کیویں بھاوے نہ او منوں ایہہ ٹھنڈا ٹھنڈا مکان اے  
 اٹکے اکھو، غیسہ کہے نوں منہ نہیں تساں چمایا  
 ایتھے ای زوہ، ساڈے وی تے منہ دے فیج زبلاں اے  
 دلداراں دی کندھ پڑ پھاویں جیڑا رلیا بیٹھا  
 ہند ولایت اندر چلدا ایہدا ای فرمان اے  
 دکھاں گنج لیا اے مڈھ حیاتی دا وی ایہتوں  
 بھتوں وستاں اے اے ای جگرے واسل نشان اے  
 ساڈے عشق سچے آتے او منوں مان بڑا اے  
 غالب سائوں خوشیاں نے اوہ بھاویں آتیاں اے



درد سے میرے ہے تجھ کو بے قراری ہائے ہائے  
 کیا ہوتی غلام تری غفلت شماری ہائے ہائے  
 تیرے دل میں گر نہ تھا آشوبِ غم کا حوصلہ  
 تو نے پھر کس کی تھی میری غمگساری ہائے ہائے  
 کیوں مری غمخوارگی کا تجھ کو آیا تھا خیال  
 دُشمنی اپنی تھی میسری دوستداری ہائے ہائے  
 عمر بھر کا تو نے پیمانِ وفا باندھا تو کیا  
 عمر کو بھی تو نہیں ہے پائیداری ہائے ہائے  
 زہر لگتی ہے مجھے آبِ دہرائے زندگی  
 یعنی تجھ سے تھی اسے ناسازگاری ہائے ہائے  
 گل فشان ہائے نازِ جسلوہ کو کیا ہو گیا  
 خاک پر جوتی ہے تیسری لالہ کاری ہائے ہائے  
 شرمِ رسوائی سے جا چھینا نقابِ خاک میں  
 ختم ہے اُلفت کی تجھ پر پردہ واری ہائے ہائے  
 خاک میں ناموسِ پیمانِ محبت بل گئی  
 اُٹھ گئی دُنیاسے راہِ درہم یاری ہائے ہائے  
 ہاتھ ہی تیغِ آزما کا کام سے جاتا رہا  
 دل پہ اک لگنے نہ پایا زخیم کاری ہائے ہائے  
 کس طرح کاٹے کوئی شب ہائے تارِ بنگال  
 ہے نظرِ خودگردہ اختہ شماری ہائے ہائے  
 گوشِ مجبورِ پیامِ وحشتمِ محرومِ جمال  
 ایک دل کس پر یہ ناامید واری ہائے ہائے  
 عشق نے پکڑا نہ تھا غالب! ابھی وحشت کا رنگ  
 رہ گیا، تھا دل میں جو کچھ ذوقِ خواری ہائے ہائے



میرے درواں ہتھوں ہوں شلیبہ بچتی ہاتے ہاتے  
 بکھتے تھے تھے بے درد تیری بے پرواہی ہاتے ہاتے  
 تیرے دل توں جے کرنیں سی جگر آدکھ آزاداں دا  
 غیر بھلا توں بنیوں کاہنوں میرا لڑی ہاتے ہاتے  
 میرے درد و دراک دی کاہدی سنجنا تینوں جیتا سی  
 ڈیر کا گئی اپنا تیری میری یاری ہاتے ہاتے  
 لگیاں دی بچ رکھن دا بھادیں سی عہد حیات دا  
 یار حیات دی تے بکھتے ایڈی ہنڈوی ہاتے ہاتے  
 مہرہ لگدا مینوں دانہ پانی ایس حیات دا  
 کیوں جے ایسے تیرے نال نہ کیسی بھنگی ہاتے ہاتے  
 روپ ویاں نھراں توں کر دے پھل کیڑی تے کھا گئی  
 بن ڈھیری تے بیگانے پھلن دی ڈھیری ہاتے ہاتے  
 بدنامی توں چھپے کے لگیا مٹی دے گھنڈ بچے توں  
 اچھے کسے نہیں عشق ہوراں دی گل کچاں ہاتے ہاتے  
 لگیاں دی بچ مٹی دے دھج تل کے مٹی ہو گئی اسے  
 دیت پریتاں دی بن سامے جگ توں اُڑی ہاتے ہاتے  
 تیخ دھنی دا ہتھ ای کتوں گیا گواچا ہو یا جے  
 دل تے اک دی کم دا پھٹ نہ لگا حالی ہاتے ہاتے  
 ادھ کتے تے کیوں کتے برساتاں دھج خیر سی رات  
 جھپڑی اکور ہندی لے راتیں تاسے گن دی ہاتے ہاتے  
 کن دھچھڑے سکھ سنیوں تے اکھ وائی روپ مر دیاں  
 کھلے دل دی کیڑی کیڑی آس گواچی ہاتے ہاتے  
 غالب عشق اچھے دی نہیں سی دگیا رنگ شہدیاں دے  
 ہوئے ہوئے دی بھکھ ادنوں دل توں لگی ہوئی ہاتے ہاتے



سُرسشتگی میں عالم ہستی سے یاس ہے  
تسکین کو دے نوید کہ مرنے کی آس ہے

لیتا نہیں مرے دل آوارہ کی نصیر  
اب تک وہ جانتا ہے کہ میرے ہی پاس ہے

کیجے بیاں سُردِ رتبِ غم کہاں تنک  
ہر مٹو مرے بدن پہ زبانِ سپاس ہے

ہے وہ غرورِ حسن سے بیگانہ رُف  
ہر چند اس کے پاس دلِ حق شناس ہے

پی جس قدر طے شبِ مستاب میں شراب  
اس بطنی مزاج کو گرمی ہی راس ہے

ہر اک مکان کو ہے یکس سے شرفِ اسد  
مجنوں جو مر گیا ہے تو جنگلِ اُداس ہے



عشق ٹپوڑے، جگ جگاتی دلوں دی مایوسی اے  
دیو مبارک سکھاں تائیں، آس مرن دی لگ پئی اے

اوہ میرے سیلانی دل دی سارکدی وی لیندائیں  
حالی تیکر بھل اے اوہنوں، میرا دل میرا ہی اے

کشتوں تیکر گل آٹھ ایسے تاپ نماں دے نشیاں دی  
اک اک وال بدن تے جیویں جیہہ شکر لے کر دی اے

زوپ گمانوں اوہ بچالی والی قدر پچھانے نہ  
بھاریں اوہے کول کسے دا دل انصاف احمادی اے

چن دی رات شراب ملے جتی کو تینوں، پیتی جیا  
بنم روگ طبیعت نوں بس گرمی بندھی پیندی اے

اَسد اللہ، ہر دسوں تائیں ہندے بھاگ نیں داسی دے  
دیکھو مجنوں مر یا جے تے جنگل گور اُواسی اے





گر خامشی سے فائدہ اخضائے حال ہے  
 خوش ہوں کہ میری بات سمجھنی محال ہے  
 کس کو سناؤں حسرتِ اظہار کا نگلہ  
 دلِ فردِ جمع و خرچِ زباں ہائے لال ہے  
 کس پردے میں ہے آئینہ پرداز اسے خدا  
 رحمت: کہ عذرِ خواہ، لبِ بے سوال ہے  
 ہے ہے! خدا نخواستہ وہ اور دشمنی  
 اے شوق، منفعل! یہ تجھے کیا خیال ہے  
 مشکیں لباسِ کعبہ، علی کے قدم سے جان  
 نافِ زمین ہے نہ کہ نافِ غزال ہے  
 وحشت پہ میری عرصۂ آفاق تنگ ہے  
 دریا، زمین کو عرقِ انفصال ہے!  
 ہستی کے مت فریب میں آجائیو اسد  
 عالم تمام حلقۂ دایم خیال ہے



تم اپنے شکوے کی باتیں نہ کھود کھود کے پوچھو  
 حذر کرو مرے دل سے کہ اس میں آگِ دلی ہے  
 دلا! یہ دردِ عالم بھی تو مفتنم ہے کہ آخر  
 نہ گریہِ سحری ہے نہ آہِ نیم شبی ہے



جے کر چپ دار بچ لگانا گلاں جے  
 فکریں میریاں گلاں، سمجھوں اچیاں جے  
 دل پھولن دی سدھر بکتے جا جھرتے  
 دل دے کھاتے نریاں گنگلیاں پیجاں جے  
 حوہ کیرے گنڈ دوج شیشے دیندے اد  
 بخشو چا، معذور ہاں تے مہراں جے  
 رب ہنیر کرے نہ، ادہ، اتے دیر کرے  
 ہارے شوق نوں پختو ایر کیرے سجیاں جے  
 کعبے مک علی دے پیراں داصدہ  
 ناف ہرن دی نیتیں ایسناں زمیناں جے  
 جھل ہوا دے گھوڑے جگ دے جھوڑی  
 مست سمندر، شرم تریلی دھرتاں جے  
 اسد اللہ جی ! ہونڈ ولادیں آؤنا نہ  
 سارا جگ پسارا، دہم گلاواں جے



کیرہ مینوں تار نیں تیرے تے، اس گل دے پھولن پھولیں نہ  
 بچ میرے دل دے سیکے توں ہن دین دے تباں آگیاں توں  
 دکھ درد غنیمت جان ولا، ادہ ویلا وی آجانا اے  
 مک جانے روئے فجراں دے، نیس لہجے ہوئے آتاں توں



ایک جا حرفِ وفا لکھا تھا وہ بھی مٹ گیا  
 ظاہر کا غڈ ترے خط کا غلط بردار ہے  
 جی جلے ذوقِ فنا کی ناتمامی پر نہ کیوں؟  
 ہم نہیں جلتے، نفس ہر چند آتشبار ہے  
 آگ سے پانی میں بجھتے دقت، اُٹھتی ہے صدا  
 ہر کوئی در ماندگی میں نالہ سے ناچار ہے  
 ہے دہی بدستی ہر ذرہ کا خود غمِ خواہ  
 جس کے جلوے سے زمیں تا آسماں سرشار ہے  
 مجھ سے مت کہہ تو ہمیں کہتا تھا اپنی زندگی  
 زندگی سے بھی مرا جی ان دنوں بیزار ہے  
 آنکھ کی تصویرِ سرِ نامہ پہ کھینچی ہے کہ تا  
 تجھ پہ کھل جائے کہ اس کو حسرتِ دیدار ہے



پیش میں گزرتے ہیں جو کوچے سے وہ میرے  
 کندھا بھی کساروں کو بدلنے نہیں دیتے



اکتھاس سی بکھیا لفظ وفا دا اوہری اڈیا  
 صاف ورق چھٹی والگدا، کھٹی بھین نہیں دیندا  
 کیوں نہ سینے بھانبر مچے آدھکڑ چس فلتے  
 سڑیے نہ، بھادیں ساہواں والہ بو آگ دسیندا  
 پانی اندر ٹھجھدی آگ پئی ساڑ دے دا کڈھدی  
 بھجیاں مہجیاں ہر کوئی کوکھاں چپکھاں رہے مریندا  
 اوہو فٹے فٹے دی مستی دا ٹھگتن ہارا  
 فرشتوں عرشاں توڑی جس دا ڈپ نشے دریندا  
 یاد کرانہ مینوں "سانوں آہندا میں چند اپنی"  
 اپنی چند دوتوں دی بہن تے دل پیا جان، پھیندا  
 سرنازیں دے تھکے کھلی آکھ دی شکل آہیلی  
 تاں جے تینوں دتے ایوی درشن بھکھ رکھیندا



ڈولی سیرہ کے اوہ جہ میری گلیوں لنگھدے نیں  
 موڈھا دی نہیں پر تن دیندے چار کھاراں توں



مری ہستی فضائے حیرت آبادِ تمنا ہے  
جسے کہتے ہیں نالہ، وہ اسی عالم کا اعتقا ہے

مخزاں کیا، فصلِ گل کہتے ہیں کس کو کوئی موسم ہو  
وہی ہم ہیں قفس ہے اور ماتمِ بالِ وپر کا ہے

وفائے دلبراں ہے اتفاقی دردِ لے ہمدم  
اثرِ فریادِ دل ہائے حزیں کا کس نے دیکھا ہے

نہ لائے شوخیِ اندیشہ، تابِ رنجِ نو میدی  
کعبِ افسوسِ ملنا، عہدِ تجدیدِ تمنا ہے



میری جان گراں حیرانی وا، چھتے آساں ڈیرا ستیا اے  
 جنہوں اکھن پنجھی ہو کے وا اوہ ایسے شہر نہ لمجدا اے

کیہ پت جھڑتے کیہ چیت سے بھاویں کیٹری رت آجاتے  
 اوہ ورم ساڈا، اوہو بچا ہی اے، اوہو پٹنا کھیر لٹاں دا اے

جے کرن وفا دلبر کہہ مرے ایہ گل تقدیری اے، نہیں تے  
 لاچار دلاں دیاں فریادیں کنہ چیر کہے من پایا اے

اوس اتھری یاد توں آکھ دیو نہ جھلتے وردنر اسان دے  
 ایہہ تلیاں تلیاں ہرکھ دیاں آساں وا دھاگا دھیا اے



رحم کر ظالم کہ کیسا بُد چراغ کُشتہ ہے  
 نبض بیمارِ وف، دُودِ چراغ کُشتہ ہے  
 دل لگی کی آرزو بے چین رکھتی ہے ہمیں  
 دردِ نیاں بے رونقی، سُدِ چراغ کُشتہ ہے



چشمِ خواباں، خامشی میں بھی نوا پر داز ہے  
 مُرمد تو کسے کہ دُودِ شعلہ آواز ہے  
 پیکرِ عشاق، سازِ طالع ناساز ہے  
 نالہ گویا گردشِ ستارہ کی آواز ہے  
 دستِ گاہِ دیدہ خونبارِ مجنوں دیکھنا  
 یک بیاباں جسلوہ گل، فرشِ پانداز ہے



ترس کریں بے ترسا کہہ اے ہستی نہجے دیوے دی  
 نبض دقاوے روگی دی جیوں دھونی نہجے دیوے دی  
 دل توں آہرے لان دی اچھیا سا نوں تلندی ہندی اے  
 جے نہ آہرے لگے بچت ہندی نہجے دیوے دی



دلبر دی اکھ چپ چپتی وی پئی گلیں مچدی اے  
 کجلا دتے جیویں بول بلارے مچ دی دھونی اے  
 عشق دی جوگ کائے جیہڑا بختوں راگ براگی اے  
 ڈیکاں، اکٹو گردش تھلے تارا دوسے دہائی اے  
 مچنوں دی رت روندی اکھ دا اید کمال ہی اکھیں دیکھ  
 رڑے بریتے جیدھر دیکھو پھسلاں چادر دھچی اے





عشق مجھ کو نہیں، وحشت ہی سہی  
 میری وحشت، تری شہرت ہی سہی  
 قطع کیجے نہ تعلق، ہم سے  
 کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی  
 میرے ہونے میں ہے کیا رسوائی  
 اے وہ مجلس نہیں بخلوت ہی سہی  
 ہم بھی دشمن تو نہیں ہیں اپنے  
 غیبر کو تجھ سے محبت ہی سہی  
 اپنی ہستی ہی سے ہو، جو کچھ ہو  
 آگئی گر نہیں بغفلت ہی سہی  
 عمر ہر چند کہ ہے برق خدام  
 دل کے خوں کرنے کی فرصت ہی سہی  
 ہم کوئی ترک و فاکرتے ہیں !  
 نہ سہی عشق، مصیبت ہی سہی  
 کچھ تودے اے فلک، نا انصاف  
 آہ و فغاں کی رخصت ہی سہی  
 ہم بھی تسلیم کی خوڈا لیں گے  
 بے نیازی تری عادت ہی سہی  
 یاد سے چھیڑ چلی جائے اسد  
 گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی



مینوں عشق نہ ہو یا، جھٹل کھلارا سہی  
 میرا جھٹل کھلارا تیری چرچا سہی  
 ساڈے نالوں گت لگاتے تروریں نہ  
 کچھ وی نہیں تے بھلیا اٹ کھڑا سہی  
 میرے ہوتاں تیری کیسہ بدنامی اے  
 محفل دے وچ نہیں تے بھاویں کلا سہی  
 اسی وی کوئی جان اپنی دے دیری نہیں  
 دیری کیڈا تیرے اُتے مریا سہی  
 اپنی ہستی پاروں ہر دے جو ہر دے  
 جے نہ لیتجے، اپنا آپ گواچا سہی  
 بھاویں بجلی گھوڑے چڑھی حیاتی اے  
 دل نوں رت ڈوہن دا اکو جھکا سہی  
 اسی بھلا کوئی لگیاں چھڈن والے آں  
 نہ سہی عشق سلجھا، کچھ خدا با سہی  
 اسمانا بے عدلا! کچھ توں وی دیشدہاں  
 ہر کے، ہارے فدا یاداں واویلا سہی  
 اسی کدی وی اگوں سر نہ چکاں گے  
 بے پروا ہیاں تیرا کتھ وسیا سہی  
 سبناں نال استاد اللہ اٹ کھڑا رہے  
 جے نہیں میل ملاپ اوہناں دی اچھا سہی



ہے آرمیدگی میں نگو ہش بجل مجھے  
 صبح وطن ہے خندہ دندان نما مجھے  
 ڈھونڈے ہے اس مغنی آتش نفس کو جی  
 جس کی صدا ہو جلوہ برق فنا مجھے  
 ستانہ طے کروں ہوں رہِ دادی خیال  
 تا بازگشت سے نہ رہے مدعا مجھے  
 کرتا ہے بسکہ باغ میں تو رہے حجابیاں  
 آنے لگی ہے نگہت گل سے حیا مجھے  
 کھلتا کسی پہ کیوں مرے دل کا معاملہ  
 شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے



زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالب  
 ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے



لئی تان لئی تے ستیاں وارہ پھٹکاں مینوں  
 دھنکی دیس میرے دی ہس ہس کدھدی دندیاں مینوں  
 اک آلاپ سڑیا راگی انجدا لہجدا پھرناں  
 جیہدیاں تاناں مارن پتیاں طوروں لشکاں مینوں  
 مستی دے ہنگلاٹے سوچیاں گھائی ٹردا جاناں  
 تان جے پرت کھلواں تے نہ بچن رہاں مینوں  
 باغ اندرتوں رنج گھنڈ لاہ کے ننگ پننگا دتیں  
 پچل دی خشبو دتوں دی ہن آسیاں شرمیاں مینوں  
 کشتوں میسدا حال دے دا ایتھوں تیکر کھلدا  
 جیہڑے آپ نکھیرے بھنڈیا ادھناں شعراں مینوں



غالب جے کرا یسے دا ہے ننگھ جیاتی جانی  
 یاد آیا تے کیہہ آکھاں گے ساڈا دی رب ہے سی



اس بزم میں مجھے نہیں بنتی حیا کئے  
 بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کئے  
 دل ہی تو ہے سیاستِ درباں سے ڈر گیا  
 میں اور جاؤں در سے ترے بن صدا کئے  
 رکھتا پھروں ہوں خرقہ و سجادہ رہن مئے  
 مدت ہوئی ہے دعوتِ آب دہوا کئے  
 بے صرفہ ہی گزرتی ہے ہو گرچہ علمِ خضر  
 حضرت بھی کل کہیں گے کہ ہم کیا کیا کئے  
 مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں گے اے نسیم  
 تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے  
 کس روز تمہیں نہ تراشا کئے عذو  
 کس دن ہمارے سر پہ نہ آئے چلا کئے  
 صحبت میں غیر کی نہ پڑی ہو یہ خو کہیں  
 دینے لگا ہے بوسے بغیر التجا کئے  
 ضد کی ہے اور بات مگر خو بُری نہیں  
 بھولے سے اس نے سیکڑوں وعدے وفا کئے  
 غالب تمہی کہو کہ ملے گا جواب کیا  
 مانا کہ تم کہا کئے اور وہ سنا کئے



اوہ ہی محفل اندر میٹھوں گھنڈ نہیں جانے دے کہتے  
 بکلیا ساں میں بھادویں لوکاں سینتر چارے کہتے  
 ہستی پتھوں دل نا، راکھے دی پھٹکاروں چھنویاں  
 میں جاندا ساں؛ توہوہوں باہج صداؤں ڈرے کہتے  
 گر دی کراں کلا لاں اگتے کہتے مصلا لونی  
 چرتوں چیت پڑے تے پانی میں نہیں کھٹے کہتے  
 داہجی جاندی اسے بھادویں تے خطر حیاں ہودے  
 آپ ہوری دی کل اکھن گے کیہہ کیہہ کرنے کہتے  
 مٹی نوں توفیق جے ہودے، ایمنوں پچیاں مویے  
 توں اٹل خزانے موتی ہمیرے کہتے کہتے  
 کیڑے دن نہ دیری ساڈے بہرتے پوئے بالے  
 کیڑے دن نہ بہرتے آرے لٹے ساڈے کہتے  
 غیبراں دی بستی دی کدھرے مار نہ فرجی ہوسو  
 آپے آج چھاندا مکھڑا، آج نہیں ترے کہتے  
 اڑی پھڑی دی دکھری گل اسے، اُنچ دہاروں چنگا  
 جھل جھلکھے اوسنے کہتے وعدے پورے کہتے  
 غالب، آپے دوست خاں تینوں کیہہ پرتاوا کھجنا  
 منیا توں دی آکھ لیا، کن اوس دی ایدے کہتے



رفتارِ عمر قطع رہو اضطراب ہے  
 اس سال کے حساب کو برقِ نقاب ہے  
 مینائے مئے ہے سرو، نشاطِ بہار سے  
 بالِ تذرو، جسدِ موجِ شراب ہے  
 زخمی ہوا ہے پاشنہ پائے ثبات کا  
 نے بھاگنے کی گون، نہ اقامت کی تاب ہے  
 جادادِ بادہ نوشیِ رنداں ہے ششِ جہت  
 فاضل گماں کرے ہے کہ گیتی خراب ہے  
 نظارہ کیا حریف ہو اس برقِ حسن کا  
 جوشِ بہار، جلوے کو جس کے نقاب ہے  
 میں نامراد دل کی تسلی کو کیا کروں  
 مانا کہ تیرے رخ سے نگہ کا میاب ہے  
 گزرا اسد، مسرتِ پیغامِ یار سے  
 قاصد پہ مجھ کو رشکِ سوال و جواب ہے



روہڑ حیات دی اے جیویں روہڑ خیال چاہاں  
 جے سورج بجلی ہووے تے آوے ورہاں  
 چیت سمے دے نشیوں جا پے سر و شراب صراحی  
 کھمب چکوری دا بھیدہ مارے جیویں چھل شراباں  
 پکے پیر ارادے، دے پیساں دی آڈی پاٹی  
 نہ دس نسن بھجتن تے نہ ہین کھلونوں تاہاں  
 سارا جگ میخواراں وی جاگیر، شراب بھنڈارا  
 عقلوں آتھے دیکھن وی تے جگ تے بھیر شراباں  
 اوہدے روپ دی بجلی دا لشکارا کینہ اکھ جھلے  
 پھل بوٹے پھسواڑی جلوے اوہدے کھنقاہاں  
 میں بد بخت ولے نوں اپنے کیویں چا ورجاواں  
 نظراں تیرے ٹکھتے بہیدے ہور وی دیکھن خواہاں  
 اسدا اللہ، مینوں دلبر دے سنے سرور نیتیں دتا  
 قاصد و آتوں مار لیا اے مینوں کشک غذاہاں





دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آجاتے ہے  
 میں اسے دیکھوں، بھلا کب مجھ سے دیکھا جاتے ہے  
 ہاتھ دھو دل سے، یہی گرمی گرانڈیشے میں ہے  
 آگینے تشدی صہب سے پھلا جاتے ہے  
 غیر کو یارب وہ کیونکر منع گستاخی کرے  
 گر حیا بھی اس کو آتی ہے تو شرما جاتے ہے  
 شوق کو یہ لت کہ ہر دم نالہ کھینچے جاتے ہے  
 دل کی وہ حالت کہ دم لینے سے گھبرا جاتے ہے  
 دُور چشم بد! تری بزم طرب ہے واہ وا  
 نغمہ ہو جاتا ہے، واں گرنالہ میرا جاتے ہے  
 گر چہ طہر تغافل پر وہ دایرہ رازِ عشق  
 پر ہم ایسے کھوتے جاتے ہیں کہ وہ پا جاتے ہے  
 اس کی بزم آرائیاں سن کر دل رنجوریاں  
 مثل نقش بُد جاتے غیسر، بیٹھا جاتے ہے  
 ہو کے عاشق وہ پری رُخ اور نازک بن گیا  
 رنگ کھلتا جاتے ہے جتنا کہ اڑتا جاتے ہے  
 نقش کو اس کے مصور پر بھی کیا کیا ناز ہیں  
 کھینچتا ہے جس قدر آتنا ہی کھینچتا جاتے ہے  
 سایہ میرا مجھ سے مثل دُود بھاگے ہے اسد  
 پاس مجھ آتش بجاں کے کس سے بیٹھا جاتے ہے



دیکھو کیسہ تقدیر نکلتی اپنے تے رشک آجاندا  
 میں اوہنوں دیکھاں ہُن ایسے تے میتھوں نیں ڈٹھا جاندا  
 دل دتوں ہتھ دھوئے جیکر ایہو سیک نیں فکر اے  
 کوڑے پانی دا کھٹا جھٹھہ شیشہ پگھرا جاندا  
 غیبراں نوں اوہ رہا کیوں ہٹکائے گستاخی توں  
 شرم جیہ جے آدی جاسو، گل کرنوں شرما جاندا  
 اوہر حال جھٹھتے دی اے، ہر دیلے پے ہو کے بھرتے  
 ایہر حال دے دا ایہہ دے، ساہ لیندا، دل ڈٹھا جاندا  
 مڑچاں کیوں نہ واراں تیسری بھدی گوندی محفل توں  
 جھٹھتے گوئن کلی بن جاتے، ہوکا جے میسرا جاندا  
 بھادویں دانگ گواچیاں بیہکے عشق دا بھیت لگانے ہتے  
 ایڈے اسی گواچے آں، اوہنوں سب کچھ لہجہ جاندا  
 ادب دی محفل دے سن رونق میسے دل دکھائ پھنڈیا  
 غیبراں دی من مرضی والے نقش چھیاا نہیندا جاندا  
 ہو کے عاشق یار پری ٹکھ ہوو لوکا بن میٹھا  
 پتھر دا جاندا اے رنگ جیویں جیویں اڈیا جاندا  
 مان بھرے دا نقش مَصور نال دی شوخی کروا اے  
 کیویں کچھتے، چنٹاں کچھتے اوناں اوہ کچھدا جاندا  
 اسدا اللہ، پڑھیاواں میسرا میتھوں بچے دھوئے انگوں  
 بلدی آگ دے کول کہے کولوں دی نیں بیٹھا جاندا



گرم فساد رکھا، شکرِ نہالی نے مجھے

تب اماں حیدر میں دی، بردِ لیالی نے مجھے

نہید و نقبِ دو عالم کی حقیقت معلوم

لے لیا مجھ سے مری ہمتِ عالی نے مجھے

کثرتِ آرائی و حسد ہے پرستاری و تم

کر دیا کافہ ان اصنام خیالی نے مجھے

ہوسِ گل کا تصور میں بھی کھٹکا نہ رہا

عجب آرام دیا بے پردہ بالی نے مجھے



ہمیشہ، دچھائی مورت، چاہڑے تا فریادیں مینوں  
 انج دچھوڑے وچ بچایا، پوہ دیاں راتاں مینوں

نقد و نقد تے ہاڑی سونی دونوں منڈیاں بھنڈیاں  
 آپ خریدیا اے میتھوں میریاں بہتاں مینوں

سوڈج چھڈ کے کرنناں بھڑنا، وہاں مندر وڑنا  
 دین اسلاموں کڈھنا ایساں دہی کرشناں مینوں

بھل دیاں بریجیاں دا سوچاں اندروی دھڑ کوٹھا  
 انجس دی غیش کرائی کتے کھمب کھمب اٹاں مینوں



کارِ گاہِ ہستی میں لالہ داغِ سماں ہے  
برقِ خرمینِ راحت، خونِ گرمِ دہقان ہے

غنچہِ تاشگفتن ہا، برگِ عافیت معلوم  
بادِ جودِ دلجمعی، خوابِ گلِ پریشان ہے

ہم سے رنجِ بیابانی کس طرح اٹھایا جائے  
داغِ پشتِ دستِ عجزِ شعلہِ خسِ بندان ہے



اُگ رہا ہے در و دیوار پہ سبزہِ غالب  
ہم بیاباں میں ہیں اور گھر میں بہار آئی ہے



جگ دے میلے لالے دے پھل پتے سل سراپہ جے  
 سکھ چٹیاں کھلواڑے، بھلی، بلند السو ہالی دا جے  
 کلیاں دی نہیں کھڑ دیاں تیکر، سکھ دی پتی بھین نیس  
 بھاویں اندوں کٹھا اے پر پھل دا خواب کھلاراجے  
 بے چینی دے دکھاں دی پنڈ ساختوں یار چکیوے نہ  
 داغ دی کنڈ لواتی بیٹھا، لمباں دے منہ تیلہ جے



کنڈھاں بڑہریاں اُتے غالب گھاہ بوٹے پے بسک  
 آپ اسی پے ریتڑ رلدے، ساڈے گھر میں بہاراں



سادگی پر اس کی مرجانے کی حسرت دل میں ہے  
 بس نہیں چلتا کہ پھر خنجر کف قاتل میں ہے  
 دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کسا  
 میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے  
 گرچہ ہے کس کس بُرائی سے دے با ایں ہمہ  
 ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اُس مغل میں ہے  
 بس ہجوم ناامیدی! خاک میں مل جائے گی  
 یہ جو اک لذت ہماری سعی لاحاصل میں ہے  
 سبج رہ کیوں کھینچے ، داماندگی کو عشق ہے  
 اٹھ نہیں سکتا ہمارا جو قدم ، منزل میں ہے  
 جلوہ زارِ آتشِ دوزخ ، ہمارا دل سسی  
 فتنہ شورِ قیامت کس کے آب و گل میں ہے  
 ہے دل شوریدہ غالب ، مسلم بیچ و تاب  
 رحم کر اپنی تمنا پر کہ کس مشکل میں ہے



اوہ دے بھول پنے تے مرتیے، دل دی ڈاڈی مرضی لے  
 پیش نہ جاتے فیہ آج خوئی لے ہتھ آگئی برہی اے  
 دیکھو رس گفتاراں دا جیہ سڈی دی گل اوہنے کیتی  
 مینوں اینویں لگے، اکھاں ایہوی میرے دل دی اے  
 بھاویں کیہہ کیہہ بھیسڈ نہ لگن متھے میرے، تاں دی تے  
 میری گل اے میتھوں چنگی اوس پرے وچ ہندی اے  
 باؤسی توں چند چھڈاؤ، نسیں تے متھے رُل جانی  
 اوہ جیہڑی اک اچھل جیہی نس بھیج وچ لذت ہندی اے  
 رہ دی ہٹی پھکے کاہنوں، ہنہن دے سر شاہشے  
 جیہڑا پیسہ نہ چکیا جاندا اوہ منزل دا راہی اے  
 دوزخ دی آگ دا گھلوارہ ہے دے ساڈا دل بھاویں  
 حشر دیاں گڑ گج بلاواں، گوئی کس دی ہٹی اے  
 غالب دا دل وہماں پھنڈیا، منتر وہم دروے دا  
 آس اپنی تے رحم کما ئیں، پھس گئی ڈاڈی اوکھی اے





دل سے تری نگاہ جگر تک اُتر گئی  
 دونوں کو اک ادا میں رضا مند کر گئی  
 شق ہو گیا ہے سینہ خوشالذتِ فراق  
 تکلیف پر وہ داری زخیم جگر گئی  
 وہ بادۂ شبانہ کی سرمستیاں کساں  
 اُٹھئے بس اب کہ لذتِ خواب بھر گئی  
 اُڑتی پھرے ہے خاک مری، کوئے یاریں  
 بارے اب اے ہوا، ہوسِ بال و پر گئی  
 دیکھو تو دلِ فسرِ بے اندازِ نقشِ پا  
 موجِ خسامِ یار بھی کیا گل کتر گئی  
 ہر لہوِ ہوس نے حسنِ پرستی شعار کی  
 اب آبروئے شیوہ اہلِ نظر گئی  
 نظارے نے بھی کام کیا داں نقاب کا  
 مستی سے ہر نگہ ترے رخ پر بھر گئی  
 نسر داد دی کا تفرقہ یکبار مٹ گیا  
 کل تم گئے کہ ہم پہ قیامت گزر گئی  
 مارا زمانے نے اسدا اللہ خاں تمہیں  
 وہ ولولے کساں؟ وہ جوانی کدھر گئی؟



دل توں ہندی نین کٹاری وچ کلیجے لیہہ گئی  
 ودہاں گھراں توں اک دکھالی راضی کر کے لیہہ گئی  
 دھن سواد وچھوڑے والے، سینے پاڑ کرارے  
 بھٹ جگر دے سانجھن دی وی کھیل گمروں لیہہ گئی  
 گجھرو راماں مست شہزادیاں، لور خمار ی کتے  
 جاگو، فجرے خواب نٹے دی پٹنگھ ہلار لیہہ گئی  
 ہن تے میری دھوڑ دی آڈی پھر دی یار دوارے  
 بھلا کرے رب پریاں دا، کیہ تھوڑ پراں دی زہ گئی  
 دیکھ زرا اوہ پیر کھرا راہیاں توں سینترارے  
 ٹوہ پیارے دی چھل کیڈی دے کلیاں دی شہہ گئی  
 نظراں پاٹے ہو چھے دی ہن حسن دی مالا جپے  
 اکھ شجا کھی رکھن والے لوکاں دی نگہ ڈھیہ گئی  
 دیکھنیاں دی جا کے اتھے سگوں قاتماں لائیاں  
 ہر کوئی دیدنٹے دی پھندی تیرے مکھ تے چھیہ گئی  
 آوندے جانے دی ساٹوں زہ گئی سار نہ اصولوں  
 کل جبدوں توں ٹریوں کوڈیا کیڈی آخر ڈھیہ گئی  
 دیلے تینوں مار لیا اسے اللہ خان جوانا !  
 بکتے جوش جوانی، کتے آپ جوانی زہ گئی



تسکین کو ہم نہ روئیں جو فوقِ نظر ہے  
 حُورِ ان خُلد میں تری صورت مگر ہے  
 اپنی گل میں مجھ کو نہ کر دینِ بعدِ قتل  
 میرے پتے سے خلق کو کیوں تیرا گھر ہے  
 ساقی گری کی شدم کر د آج ورنہ ہم  
 ہر شب پیاسی کرتے ہیں نئے جس قدر ہے  
 تجھ سے تو کچھ کلام نہیں لیکن اے ندیم  
 میرا سلام کہیو اگر نامہ بر ہے  
 تجھ کو بھی ہم دکھائیں کہ مجنوں نے کیا کیا  
 فرصت کشاکشِ غمِ نہاں سے گر ہے  
 لازم نہیں کہ خضر کی ہم پیروی کریں  
 مانا کہ اک بزرگ ہمیں ہم سفر ہے  
 اے ساکنانِ کوچہ دلدار دیکھنا  
 تم کو کہیں جو غالبِ آشفقتہ سر ہے



سُکھاں دا کیہ رونا ہے کر سکتھ نظر دا تھجے  
 حوڑاں وچ دی شکلوں خبرے تیرے درگا تھجے  
 مار کے سینوں کدھرے اپنی لگئے دُب نہ چھڈی  
 ایس نشانوں غاماں خاصاں گھر کیوں تیرا تھجے  
 ساقی رکھ آج بچ ورتوں دی نہیں تے اپنے گھروں  
 بہت راتیں پیئے آں بھا دیں اوتھا پڑا تھجے  
 تینوں گاہل اُلاہسا کاہدا، اپنا کر دے سنگیا  
 میرا زدا سلام تے آکھیں جے ہر کارا تھجے  
 تینوں کر کے آپ دکھائیے کیہ مجنوں نے کیا  
 واندک جے دکھاں دی کچھ کچھیا توں بھلیا تھجے  
 ایہہ کوئی وچ حدیث نہیں آیا خبر دے پچھے رُتیے  
 اک وڈیرے پینڈے ساتھی ساٹوں منیا تھجے  
 ولسہ یار لگی دس نیکیاں اوہنوں دی ورجانا  
 پھر دا کہتے کہے نوں جے غالب ہر پھر یا تھجے



کوئی دن گر زندگانی اور ہے  
 ہم نے اپنے جی میں ثانی اور ہے  
 آتشِ دوزخ میں یہ گرمی کہاں  
 سوزِ غم ہائے نہانی اور ہے  
 بارہا دیکھی ہیں اُن کی رنجشیں  
 پر کچھ اب کے سرگرائی اور ہے  
 دے کے خطِ منہ دیکھتا ہے نام پر  
 کچھ تو پیغامِ زبانی اور ہے  
 قاطع اعمار ہیں اکشرِ نجوم  
 وہ بلائے آسمانی اور ہے  
 ہو چکیں غالبِ بلائیں سب تمام  
 ایک مرگِ ناگمانی اور ہے



چار دہاڑے جے کر اُجے حیاتی ہور اے  
 میں وی اپنے دل اندر مہن دھاری ہور اے  
 دوزخ دے انگیارے ایڈے ساڑو کتھوں  
 گنجیاں پیڑاں سینے دھونی دھندی ہور اے  
 اوہے نت دے رو سے دھندے آونے آں  
 اتواری کوئی اوہنے بوٹی ننگھی ہور اے  
 چٹھی دے کے ہر کارا منہ پٹ پٹ دیکھے  
 اودھردی کوئی اپنے گل ستانی ہور اے  
 کہتے تارے عمر اں توں پے موچھے پاندے  
 اوہ پر آسماناں توں لٹھی آری ہور اے  
 غالب سرتوں سارے جھکھڑ جھل گئے نیں  
 اک اُٹائی موت ہنیری زہندی ہور اے



کوئی اُمید پر نہیں آتی  
 کوئی صورت نظر نہیں آتی  
 موت کا ایک دن معین ہے  
 نیند کیوں رات بھر نہیں آتی  
 آگے آتی تھی حالِ دل پر ہنسی  
 اب کسی بات پر نہیں آتی  
 جانتا ہوں ثوابِ طاعت و نذر  
 پر طبیعت ادھر نہیں آتی  
 ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہیں  
 ور نہ کیا بات کر نہیں آتی  
 کیوں نہ چچنوں کہ یاد کرتے ہیں  
 میسی آواز گر نہیں آتی  
 داغِ دل گر نظر نہیں آتا  
 بُو بھی اسے چارہ گر نہیں آتی  
 ہم دہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی  
 کچھ ہماری خبر نہیں آتی  
 مرتے ہیں آندو میں مرنے کی  
 موت آتی ہے پر نہیں آتی  
 کہے کس منہ سے جاؤ گے غالب  
 شرمِ تم کو مگر نہیں آتی !



کندھے ول آساں دی بیڑی آوندی نہیں  
 اصلوں کوئی شکل دی نظری آوندی نہیں  
 پکی گل اے مرنا اک دن ہستیا اے  
 بنیندہ کا ہنوں راتیں جھپٹی آوندی نہیں  
 اگتے دل دے حالوں ہا سڑ آوندی سی  
 ہون کہے وی گلوں بجیڑی آوندی نہیں  
 منیا متھے ٹیکیاں اجد و دھیرے نہیں  
 ایسے پاسے طبع کپٹی آوندی نہیں  
 انجے دی کوئی گل اے جیڑی کردا نہیں  
 نہیں تے کیڑی گل اے جیڑی آوندی نہیں  
 کیوں نہ چیکاں ماراں ، چیتا آونداسو  
 وارج کتے جے اوہنوں میری آوندی نہیں  
 جے کر سئل ولے دا نظری آوے نہ  
 یار طیبیا تینوں مُشک دی آوندی نہیں  
 اُپڑے پئے آں او تھے جتھوں ساتوں وی  
 کوئی ساڈی چنگی مندی آوندی نہیں  
 اک مُرن دی اچھیاں پچھے مرنے آں  
 موت آوندی اے ، آوندی آوندی آوندی نہیں  
 غالب کیسڑے مُنہ کہے ول ٹریا ایں  
 تینوں خبرے بچ نرنا دی آوندی نہیں





دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے      آخر اس درد کی دوا کیا ہے  
 ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار      یا الہی یہ ماجہ کیا ہے  
 میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں      کاش پوچھو کہ دعا کیا ہے  
 جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود      پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے  
 یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں      غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے  
 شکنِ زلفِ عنبریں کیوں ہے      نگہ چشمِ سرمہ سا کیا ہے  
 سبزہ دگل کہاں سے آتے ہیں      ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے  
 ہم کو ان سے وفا کی ہے امید      جو نہیں جاتے وفا کیا ہے  
 ہاں بھلا کر، ترا بھلا ہو گا      اور درویش کی صدا کیا ہے  
 جان تم پر نشا کرتا ہوں      میں نہیں جاتا دعا کیا ہے

میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالب

مفت ہاتھ آئے تو بُرا کیا ہے



دلا جھلتیا توں دس تینوں ہو یا کیہ لے  
 سائوں اوہی جھکھ نہندی آوہ سائوں دھنیا  
 میرے رب اک مینوں وی زبان دہلی لے  
 جدوں تیرے پناں ربا ڈھول تیس دجدا  
 لوک پریاں دے مکھڑیاں والے کھتوں نہیں  
 کاسنوں مسکدیاں تھانوں توں فٹ چڑھے نہیں  
 کھتوں آئے پھیل پوٹے کھتوں ہر لایاں  
 اسی لگی پیریں اوہنوں پکا متی بیٹھے آں  
 کریں جھلا ہودی جھلا، ہودی جھلا کریں جھلا  
 چند جان تیرے اتوں میں تے اچھڑناں  
 تیرے دکھ دا علاج ایٹھے بیا کیہ لے  
 ربا سم نہ آوے ایہہ پوڑا کیہ لے  
 کدی مینوں وی چاکچھ، دل تیرا کیہ لے  
 فیڑو طویاں نقاریاں واہو لا کیہ لے  
 ناز، نخرے، اوواں تے جھکاوا کیہ لے  
 سر میلایاں رنگا ہواں دادو گارا کیہ لے  
 ایہہ گھٹاواں ایہہ ہواواں تھتوں پرا کیہ لے  
 جیہڑا جان دے انیس پک تے پکوا کیہ لے  
 ایدوں دودھ کے فقیر دا آواز کیہ لے  
 نہت منگیاں دے داداں دے ہجرو سا کیہ لے

بھادیں غائباتوں کوڈیوں وی کھوٹا ہودی گا  
 اینویں نہج جاتیں سائوں ساوا جاندا کیہ لے



کہتے تو ہو تم سب کہ بُتِ غالب ہو آئے  
 اک مرتبہ گھبرا کے کہو کوئی کہ وہ آئے  
 ہو کشمکشِ نزع میں ہاں جذبِ محبت  
 کچھ کہہ نہ سکوں، پر وہ مرے پوچھنے کو آئے  
 ہے صاعقہ و شعلہ و سیلاب کا عالم  
 آنا ہی سمجھ میں مری آتا نہیں گو آئے  
 ظاہر ہے کہ گھبرا کے نہ بھاگیں گے کیسے  
 ہاں منہ سے مگر بادۂ دوشینہ کی ہو آئے  
 جلا دے ڈرتے ہیں نہ واعظ سے جھگڑتے  
 ہم سمجھے ہوئے ہیں اُسے جس جیس میں جو آئے  
 ہاں اہلِ طلب، کون نے طعنہ نہایت  
 دیکھا کہ وہ ملت نہیں اپنے ہی کو کھو آئے  
 اپنا نہیں وہ شیوہ کہ آرام سے بیٹھیں  
 اس در پہ نہیں بار تو کعبہ ہی کو ہو آئے  
 کی ہم نفسوں نے اثرِ گریہ میں تقدیر  
 اچھے رہے آپ اس سے مگر مجھ کو ڈبو آئے  
 اُس انجمنِ ناز کی کیا بات ہے غالب  
 ہم بھی گئے واں اور تری تقدیر کو رد آئے



آکھن توں تے آکھو، ہنسی زلفاں والا آوے  
 کدی کوئی پامندہ وچ اگلاں آکے، اوہ پیا آوے  
 چند کھٹن دے ویلے خبرے پیار کوئی کچھ ماری  
 میسری جھہ نہ تے پر اوہ پچھن ٹریا آوے  
 بھل والہ شکارا، لب اے یا پائے ویاں ڈلھکاں  
 اکا آون سمجھ نہ آوے، جے کرا نجد آوے  
 وسدا اے گھاہر کے قبروں بچن کدوں فرشتے  
 مڑھوں راتیں پتی دا جے کرنہ بلآ آوے  
 ہر کپ دی پروانسیں، ملاں نال نہ است کھڑکا  
 سانوں بھل نئیں جیہڑے وی اوہ جانے پاپا آوے  
 کون کسے کھوجی داہنا بھلتے، اوہ نہ بھلتے  
 دیکھ لیا جے سجدانسیں تے آپ گواچا آوے  
 ساڈانسیں ایہہ چالا بندہ بھالے سکھ چاردا  
 جے اوہ بڑا بندہ اے، کسے دتوں ہندا آوے  
 رون دیاں تاشیراں دتن گئے مسن دم دے ساتھی  
 آپ ترے نے اوہیے ول پرمنیوں ڈوبا آوے  
 اوہی مان بھری محفل دی غالب کیر گل کرے  
 اوہی تیرے بختاں توں روکے وی گھانا آوے



پھر کچھ اک دل کو بقراری ہے  
 سینہ جو یاتے زخمِ کاری ہے  
 پھر جگر کھونے لگا، ناخن  
 آبدِ فصلِ لالہ کاری ہے  
 قبلہ مقصدِ نگاہِ نیاز  
 پھر وہی پردہٴ عماری ہے  
 چشم، دلالِ جنسِ رسوائی  
 دل خریدارِ ذوقِ خواری ہے  
 دُور ہی صد رنگِ نالہ فرسائی  
 دُور ہی صد گونہ اشکباری ہے  
 دل، ہوائے خرامِ ناز سے پھر  
 محشرِ تانِ بے قراری ہے  
 جلوہ، پھر عرضِ ناز کرتا ہے  
 روزِ بازارِ جاں سپاری ہے  
 پھر اسی بے وفا پہ مرتے ہیں  
 پھر وہی زندگی ہماری ہے



فیر آج دل تے بن گئی اُوکھی بھاری اے  
 سینہ ادھ پھٹ لُجھا جیڑا کاری اے  
 فیر آج نوٹہ، کلیجا کھرچن لگتا ہے  
 پھل پھل آدے رُت پھلاں پھلکاری اے  
 مجنوں دی اکھ آگے کعبہ سدھراں دا  
 فیر آج اوہو پردہ دار عماری اے  
 اکھ دلائی ہوئی سووے پھٹکاں دے  
 دل بدنامی چُکے دا بیوپاری اے  
 اوہو سو سو جھرنے ڈکیاں ڈکیاں دے  
 اوہو سو سو ہنجواں دا چھڑ جاری اے  
 فیر آج دل بسہ ٹوریاں دے چار بھریا، دل  
 جیویں حشر مدانے تڑفن کاری اے  
 فیر آج روپ ڈھنڈورے دتے نازاں دے  
 تے تے تار عشاقاں نے چند واری اے  
 فیر اوہو بے نچتے پے مرنے آں  
 اوہو فیر جیاتی کرماں ماری اے

پھر کھٹا ہے درِ عدالتِ ناز  
 گرم بازارِ فوجداری ہے  
 ہو رہا ہے جہان میں اندھیر  
 زلف کی پھر سرشتِ داری ہے  
 پھر دیا پارۂ جنگ نے سوال  
 ایک فریاد و آہ و نزاری ہے  
 پھر ہوئے ہیں گواہِ عشقِ طلب  
 اشکباری کا حکم جاری ہے  
 دل و مشرکان کا جو مقدمہ تھا  
 آج پھر اس کی رُو بکاری ہے  
 بے خودی بے سبب نہیں غالب  
 کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

فیر آج مان گمان کچھ سی کھلتی اے  
 سودے ہوں ہراں دے گرم بزاری اے  
 مچ ہنیر گئے نیں دج خدائی دے  
 فیر آج اوہی زلفاں سر سرداری اے  
 دل دی بوٹی بوٹی فیہ سوالی اے  
 ہو کے ، ہا ہواں ، اکھ دی زارو زاری اے  
 فیہ گواہیاں منگیاں گتیاں عشق دیاں  
 ہنجاں توں دُسن داسن جباری اے  
 دل تے پلکاں دج مقدمہ جیڑا سی  
 فیہ آج اوہی پیشی اکے داری اے  
 تیسری اکھ ہنگامے غالب اینویں نیں  
 کچھ تے ہے نا جتھے بنگل ماری اے





جنوں، تہمت کش تسکیں نہ ہو، گر شادمانی کی  
نمک پاشِ خراشِ دل ہے لذتِ زندگانی کی

کشاکشِ ہائے ہستی سے کرے کیا سعیِ آزادی  
ہوئی زنجیر، موجِ آب کو، فرصتِ جوانی کی

پس از مُردن بھی دیوانہ زیارت گاہِ طفلان ہے  
شمارِ سنگِ نئے تَرُبّت پر میری گلِ فشانِی کی



عشق نہ دے سکھ چھاواں تہمت، دودن دی خوشنودی دی  
دل دے پچھیں لوں کرارا، لذت ایس جیاتی دی

دُنیا دی کچھ تانوں نکلیں دے چارے کیہ کر لیندے  
سنگلی تارے، پانی دی چھتے جسد روہڑروانی دی

مُرنوں پچھوں دی ایہہ جھلا، بالاں دی اکھ اندر سی  
پتھراں دے چنگیارے رونق ڈھیری تے پھل کرنی دی



نکو ہمش ہے سزا فسادی بیدارِ دلبر کی  
مبادا خندہ دندان نما ہو صبحِ محشر کی

رگِ سیلی کو خاکِ دشتِ مجنوںِ رشکی بخشے  
اگر بو دے بجائے دانہ، دہتاں نوکِ نشتر کی

پر پروانہ شاید بادبانِ کشتی مئے تھا  
ہوئی مجلس کی گرمی سے روانی دو دریاغری کی

کروں بیدارِ ذوقِ پر فشانِ عرض کیا قدرت  
کہ طاقت اڑ گئی اڑنے سے پہلے میرے شہر کی

کہاں تک روؤں اس کے خمیے کے پیچھے قیامت ہے  
مری قسمت میں یا زب کیا نہ تھی دیوارِ پتھر کی



ادھنوں پھٹکاں جو فسر یا دکرے دہر دیاں ظلمات دی  
 اینج نہ ہووے مینوں دُنڈیاں کڈھے فجر خیراں دی

مٹی قیس بریتے اندر میل دی رگ جم پلوے  
 بے فصلاں دی تھاں تے ہالی گڈے فشر فصلاں دی

خبرے پر پروانے دا چتو سی مئے دی کشتی دا  
 محفل مچی تے پیالے نوں لگی روہڑ شراباں دی

اڈنی دے اڈنے چسکے دی گلوں کیسہ پر ماراں میں  
 سکت، اڈاری اڈنوں اگے اڈی میرے کھباں دی

کشتوں تیسکر اوہدی پٹری پچھے ڈسکاں قبسہ پیا  
 میسرے لیکھے رتا نہیں سی کندھ ہلاں تے پتھراں دی



بے اعتدالیوں میں شبک سب سے ہم ہوئے  
 جتنے زیادہ ہو گئے اتنے ہی کم ہوئے  
 پنہاں تھا دام، سخت قریب آشیان کے  
 اڑنے نہ پاتے تھے کہ گرفتِ اہم ہوئے  
 ہستی ہماری اپنی فنا پر دلیل ہے  
 یاں تک مٹے کہ آپ ہی اپنی قسم ہوئے  
 سختی کشانِ عشق کی پوچھے ہے کیا جسد  
 وہ لوگ رفتہ رفتہ سراپا الم ہوئے  
 تیری دفا سے کیا ہوتا فی کہ دہر میں  
 تیرے سوا بھی ہم پر بہت سے ستم ہوئے  
 لکھتے رہے جنوں کی حکایاتِ خونچکاں  
 ہر چند اس میں ہاتھ ہمارے قلم ہوئے  
 اللہ سے تیری تسدیٰ خو، جس کے بیم سے  
 اجڑاتے نالہ دل میں مرے رزقِ ہم ہوئے  
 اہلِ ہوس کی فسخ ہے ترکِ نبردِ عشق  
 جو پاؤں اٹھ گئے وہی ان کے علم ہوئے  
 نالے عدم میں چند ہمارے سپرد تھے  
 جو داں نہ کھینچ سکے سودہ یاں آکے دم ہوئے  
 چھوڑی اسد نہ ہم نے گدائی میں دل لگی  
 سائل ہوئے تو عاشقِ اہلِ کرم ہوئے



لہجیاں چڑھیاں بھل کے سارے جگ توں ہولے ہو گئے  
 جتنے دودھ دودھ گئے آں اودوں دودھ کے گھلاٹے ہو گئے  
 جال نہ دسیا، سیسی ڈا ہڈا آہنیاں دے نیسٹے  
 حالی کھمب کھلاڑے نہیں سن اوتھے ای کھٹے ہو گئے  
 ساڈی ہون، فنا ساڈی دی آپ گواہی دیندی  
 مٹدے مٹدے آخر توں سونہر اپنی آپے ہو گئے  
 چنھاں پنڈ پریم دی چائی، ہن کیسہ سار بچھانیں  
 ادہ بولی تے مہندے مہندے دکھ سارے ہو گئے  
 تیرا پیار اتھرو کیسہ ٹونجے ساڈے جگ دے اندر  
 تیتھوں اُتے دی ساڈے تے غم دھیرے ہو گئے  
 لکھدے رہے آں عشق ہوراں دی رت ورت کہانی  
 بھادیں ایس دہارے ساڈے ہتھ قسمل تے ہو گئے  
 کیڈی تیسری شوکرش کر جس دے ڈہل تراہوں  
 ڈیکاں دے ہنکورے دل دچ غم دے ٹھکے ہو گئے  
 عشق مدافوں کنڈ دکھا کے نسا جت ہو چھے دی  
 جیہڑے پیہ ٹھکیتے ادہو جھنڈے اُچے ہو گئے  
 ملک عدم دچ مٹھ کو ہو کے، پئے سن ساڈے پتے  
 جو نہ بھرنے اوتھے، ایتھے سائیاں جو گئے ہو گئے  
 مانگت بنیاں دی اسد اللہ دل دینا نہیں چھڈیا  
 منگن گئے تے عاشق وی دل دے سنیاں دے ہو گئے



جو نہ نقدِ داغِ دل کی کرے شعلہ پاسبانی  
تو فسرِ دگی نہاں ہے برکینِ بے زبانی

مجھے اس سے کیا توقع بزمانہ جوانی  
کبھی کوڈکی میں جس نے نہ سُنی مری کہانی

یونہی دکھ کسی کو دینا نہیں خوبِ درد نہ کہتا  
کہ مرے عدو کو یا رب بٹے میری زندگانی



مُہر دلے دے داغ دی جے نہ لب کرے نگرانی  
چُپ دے اوہلے لکلی بیٹھی اوہے مُکھ حیرانی

چڑھی جوانی اوہے توں میں اُکا آس نہ لانی  
جتنے نکلیاں ہندیاں دی نتیں میری سنی کہانی

دُکھ کسے نوں دینا چنگا ہنداتے میں آہندا  
میرے ویری نوں دے رُبا میری عمر ہنڈانی





خلعت کدے میں میرے شبِ غم کا جوش ہے  
 اک شمع ہے دیلِ سحر، سو غموش ہے  
 نے مژدہ وصال نے نظارہ جمال  
 مدت ہوئی کہ آشتی پچشم و گوش ہے  
 نے کیا ہے حسنِ خود آرا کو بے نقاب  
 اے شوق یاں اجازت تسلیم دہوش ہے  
 گوہر کو عقدِ گردِ بیاں میں دیکھنا  
 کیا آوج پرستارہ گوہرِ فردش ہے  
 دیدارِ بادہ، حوصلہ ساقی، نگاہ مست  
 بزمِ خیال میکہد بے خردش ہے  
 اے تازہ دارِ دانِ باطِ ہوائے دل  
 ز تہار اگر تمہیں ہو بس نادِ نوش ہے  
 دیکھو مجھے جو دیدہ عسرت نگاہ ہو  
 میسری سنو، جو گوشِ نصیحتِ نیش ہے



شو کے رات غماں دی میرے گلے اُت ہنیراے  
 دس فجد دی دیوا ای جہد لاٹوں بجیا بجیا اے  
 نہ سکھ سنہیا میل ملاپوں، روپ نظامے بچدے نہیں  
 اکھاں، کتناں اک دُوجے دا چھڈیا ساڑچروکالے  
 آپ شنگارے روپ شرابی ہویاں گھنڈ لاء سٹے نہیں  
 ہن کیدہ شرماں عاشق جانے، تینوں کا ہا جھا کا اے  
 سبناں دے گل گانی اندر ڈھکے موتی دیکھی جاں  
 جو ہری دا آج بخت اچیرا عرشیں چڑھیا تارا اے  
 دید، شراہاں، جگرا، ساقی۔ نظراں مستی بہتیاں نہیں  
 محفل ڈھکیاں یاداں دی میخ نہ گھٹ بھرتیاے  
 ہو کے دیواں سجرے سجرے سدھراں دیڑے ڈڑیاں لٹوں  
 ایس نشے پانی دا ڈنگیا، کتھے پانی منگدا اے  
 دیکھے، ہنوں اوہ اکھ جیہڑی دیکھیاں موہرا پھٹے نہ  
 میسرے دل کرو کن جیہڑا متاں زہر پیارا اے

ساقی بجلہ، دشمنِ ایمان و آگہی  
 مُطرب بہ نغمہ، رہزنِ تمکین و ہوش ہے  
 یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشہ بَاط  
 و اماں باغبان و کفِ گلِ فروش ہے  
 نطفِ خدام ساقی و ذوقِ صدائے چنگ  
 یہ جنتِ نگاہ، وہ سرِ دوسِ گوش ہے  
 یا صمد جو دیکھتے آ کر تو بزم میں  
 نے وہ سرور و سوز نے جوش و خروش ہے  
 داغِ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی  
 اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے  
 آتے ہیں غیب سے یہ مضامین خیال میں  
 غالب صریحِ خدام نوائے سرِ دوش ہے

ساقی رُوپ سر دلوں دیری دین دُنی تے سوجھاوا  
 راگی راگِ الاپ سنگھاروں، اُنکھاں سُرَت لیڑاے  
 کہے تے رات سمے دیندے ساں جستان ڈیڑے خوشیاں تے  
 تھاں تھاں پھلاں جھج پراتاں قندے رُگ چلیا اے  
 ساقی ثوراں پَلیاں موراں، مشری تان سرنگیاں دی  
 ایہنوں نیناں سُرگ تے اوہنوں کتاں سُرگ کچھالے  
 کہے سویرے فجریں دیکھو محفل مار بھوالی جے  
 نہ اوہ سیک نشے دا جا پے نہ اوہ مچ بَلارا اے  
 راتاں سنگ دُچھتا سینے سر ڈاسل جہائی دا  
 اک نشانی دیوالی وی دیوالا اوہوی بچھیا اے  
 کولوں تے نیس کردا گلّاں غیبوں ول دچ پتیاں نہیں  
 چیکاں نوک قلم تھیں غالب سن جبریل ککارا اے



نہ ہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی  
 امتحانِ ابد بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی  
 خسارِ خارِ المِ حسرتِ دیدار تو ہے  
 شوقِ گلچیں گلستانِ تسلی نہ سہی  
 مے پرستانِ باخُم مے مٹے لگائے ہی بنے  
 ایک دن گر نہ ہوا بزم میں ساقی نہ سہی  
 نفسِ قیس کہ ہے چشمِ وچہ راغِ صہرا  
 گر نہیں شمعِ سیہِ خانہِ لیلیٰ نہ سہی  
 ایک ہنگامہ پہ موقوف ہے گھر کی رونق  
 فوجِ غم ہی سہی نغمہ شادی نہ سہی  
 نہ ستائش کی تمنا نہ جھلے کی پروا  
 گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی نہ سہی  
 عشرتِ صحبتِ خواہاں ہی غنیمت سمجھو  
 نہ ہوئی غالب ! اگر عسبرِ طبعی نہ سہی



میرے مریاں جے نیس تینوں ٹھنڈ کیجے، نہ سہی  
 جتھے ہور از میشاں پتھے ایہوی اوتھے نہ سہی  
 اوہنوں دکھیں لی سکھ دی سینے سول تے ہے سو  
 عیش اُٹھ پیچھے دے پھل شوق تر وڑے نہ سہی  
 میخوارو! آج گھڑیاں نوں ای منہ لایاں گل منی  
 کدی کدائیں محفل اندر نیس ساقی تے نہ سہی  
 چند مجنوں دی نجد بریتے اکھ دیواتے ہے نا  
 یسلی دی پٹری دا چانن نیس بنیاتے نہ سہی  
 بول بکلاما ہودے تاں گھر دسد ارسدا لگدا  
 دین، سیاپے، پٹے سہی بجے گیت خوشی دے نہ سہی  
 نہ ڈڈیاں دی ٹبکھ مینوں نہ لالچ دیلاں دے  
 میرے شعران دچڑاں مطلب جے نیس بھدے نہ سہی  
 دو گھڑیاں سوہنے سچناں دی بہنی عیش غنیمت  
 غالب جے نیس پئی حیات لے پمیلے، نہ سہی



میں ہوں مشتاقِ جفا مجھ پہ جفا اور سہی  
 تم ہو بیدار میں خوش اس سے سوا اور سہی  
 غیر کی مرگ کا غم کس لئے اسے غیر تب ماہ  
 ہیں ہوس پیشہ بہت وہ نہ ہوا اور سہی  
 تم ہو بت پھر تمہیں پندارِ خدائی کیوں ہے  
 تم خداوند ہی کہلاؤ خدا اور سہی  
 کوئی دُنیا میں مگر باغ نہیں ہے داغ  
 خلد بھی باغ ہے خیر آب دہرا اور سہی  
 مجھ کو وہ دو کہ جسے کھا کے نہ پانی مانگوں  
 زہرہ کچھ اور سہی آبِ بقا اور سہی  
 تیرے کوچے کا ہے مائل دل مضطر میرا  
 کعبہ اک اور سہی قبلہ نما اور سہی  
 حُسن میں خود سے بڑھ کر نہیں ہونے کے کبھی  
 آپ کا شیوۂ اندازِ ادا اور سہی  
 کیوں نہ فردوس کو دوزخ میں ملا لیں یا رب  
 میرے واسطے تھوڑی سی فضا اور سہی  
 مجھ سے غالب یہ علائی نے غزل لکھوائی  
 ایک بیدار گزرنے فضا اور سہی



مینوں دکھ دی جھکے ہمیش رہندی رُج قمر و ساپا ہور بجاویں  
 تینوں آتیا چار یوں ٹھنڈے سینے، ایدوں دُونیاں کُری جبا ہور بجاویں  
 اک خیر وے مرن واسوگ کا ہنوں چن ٹوٹیا مینوں ہے ٹوٹ کا بدی  
 ہو چھے بھرن ہزار سنسار اندر، ہو یا اوہ نہ سہتی، ہو یا ہور بجاویں  
 تسی بے اتساں توں ہے کا بداء، ایس جگ تے مان خدا بیاں  
 تساں واسطے لقب خداوند اے بنے کوئی خدا پیا ہور بجاویں  
 اکو نام نہ بان توں لوں ملان ہور جگ تے باغ کوئی نہیں جیویں  
 جتھوں کہتیں بہشت ہے باغ ادوی پُرسے پانیاں امیلہ ہور بجاویں  
 مینوں انجری چیز وے کھان جوگی جتھوں کماندیاں گھٹ نہ لاں پانی  
 دُہر ہور کجھ اے موہرا ہور بجاویں، اُمرت پین پیالڑا ہور بجاویں  
 تیری گلی وے جانے اڈا اڈکے، دوستوں باہر ہو یا میتھوں قلب میرا  
 کعبہ جگ کے تے ہور بجاویں، قسبہ اوس دکھایا ہور بجاویں  
 تسی روپ گمان تے مان اندر، کدی حور توں آگاہ نہیں جاسکدے  
 ہووے پایا جے تساں واٹور چالانا زخروں وکھرا ہور بجاویں  
 رہا کا ہنوں نہ باغ بہشت والے وچ دوزخاں گھول بلا لیتے  
 کھلے ڈاکھ کے سیر سپائیاں نوں بنے موسیٰ سلسلہ ہور بجاویں !  
 غالب غزل علانی نے ایہہ مہیتوں نور مار کے یار لکھوالی اے  
 خاطر یار دی ہس کے لاں سینے، قمر وان اک لہجیا ہور بجاویں





آگہ مری جان کو قرار نہیں ہے  
 طاقتِ بیدادِ انتظار نہیں ہے  
 دیتے ہیں جنتِ حیاتِ دہر کے بدلے  
 نشہ بہ اندازہِ خم سار نہیں ہے  
 گریہ نکالے ہے تری بزم سے مجھ کو  
 ہائے کہ رونے پہ اختیار نہیں ہے  
 ہم سے عبث ہے گمانِ رنجشِ خاطر  
 خاک میں عشاق کی غبار نہیں ہے  
 دل سے اٹھا لطفِ جلوہ ہائے معانی  
 غیر گل، آئینہ بہار نہیں ہے  
 قتل کا میرے کیا ہے عہد تو بارے  
 دائے اگر عہدِ استوار نہیں ہے  
 تو نے قسم لے کشی کی کھائی ہے غالب  
 تیری قسم کا کچھ اعتبار نہیں ہے



آجادی میری جان توں ہُن تے قرار نہیں  
 جیرے دے دس تیسرا رہا انتظار نہیں  
 دکھاں بھری حیاقی دائل پاندے جنتاں  
 اینا نشہ تے پلے دی بھدا خمار نہیں  
 رونا جے تیسری محفلوں مینوں کدھائے چا  
 توں دکھ مینوں رون تے کجھ اختیار نہیں  
 کیہہ دہم ای! ہن ساڈے دلاں وچ کدو دتاں  
 سُن! عاشقاں دی مٹی دے اندر غبار نہیں  
 دل وچ حقیقتاں دے نظائے نیں دیکھ لے  
 پھل شیشہ اے بہار دانئیں تے بہار نہیں  
 محبوب میرے قتل وا وعدہ تے کر لیا  
 مرجاں گا جے ایہہ وعدہ کوئی پٹے بھارتیں  
 سونہہ پین دی تے کھا ہدی آنالہ، مدان وچ  
 پر تیسری ایس سونہہ دا کوئی اعتبار نہیں



ہجومِ غم سے یاں تک سرنگونی مجھ کو حاصل ہے  
 کہ تارِ دامن و تارِ نظر میں فرق مشکل ہے  
 رفوئے زخم سے مطلب ہے لذتِ زخمِ سوزن کی  
 سمجھو موت کہ پاسِ درد سے دیوانہ غافل ہے  
 وہ گل جس گستاں میں جلوہ فرمائی کرے غالب  
 چمکنا غنچہ گل کا، صدائے خندہ دل ہے



پا بدامن ہو رہا ہوں بسکہ میں صمدِ نود  
 خارِ پا میں، جو ہر آئینہ زانو مجھے  
 دیکھنا حالتِ مرے دل کی ہم آغوشی کے وقت  
 ہے نگاہِ آشنا، تیسرا سر ہر مو مجھے  
 ہوں سراپا سازِ آہنگِ شکایت، کچھ نہ پوچھ  
 ہے یہی بہتہ کہ لوگوں میں نہ چھڑے تو مجھے



بجا رہاں دے ایتھوں تیکر سرچا نہواں کیتا اے  
 تئسہ نظر تے تئسہ چولی نوں دکھرا کرنا اوکھا اے  
 پھٹ سوا یاں نوک سوتی دی چوہوں لذت لہجی اے  
 ایہ نہ جانیں جھٹلا درو بخاٹوں بھلیا پھر دا اے  
 اوہ پھل جھیرٹے باگے غالب اپنا نوپ دکھائے چا  
 کلیاں کھڑ کھڑ پین تے جا پے دل دا کھڑ کھڑ ہاسا اے



تھلاں بڑے گاہ کے بیٹھا پیر اپنے رنج کٹھاں  
 پیریں کٹھے جا پن گوڈی شیشے چمکاں مینوں  
 ایڈا آج نہال ہو یا دل سینے لا کے تینوں  
 جاتو نظراں جا پن تیریاں کٹھل ٹرلھاں مینوں  
 وانگ سرنگی پاٹا سینہ ساٹھہ جھرنے تاناں  
 چنگا اے جے چھیریں نہ وچ بیٹھ رقیباں مینوں



جس بزم میں تو ناز سے گفتار میں آوے  
 جاں کا لبہ صورت دیوار میں آوے  
 سائے کی طرح ساتھ پھر یہ سرودِ صنوبر  
 تو اس قدر دلکش سے جو گلزار میں آوے  
 تب نازِ گراں مائیگی، اشکِ بج ہے  
 جب لختِ جگر، دیدہ خونبار میں آوے  
 دے مجھ کو شکایت کی اجازت کہ رستمگر  
 کچھ تجھ کو مزا بھی مرے آزار میں آوے  
 اس چشمِ فسوں گر کا اگر پاتے اشارہ  
 طوطی کی طرح آئینہ گفتار میں آوے  
 کانٹوں کی زباں سُکھ گئی پیاس سے یارب  
 اک آبلہ پا دادی پرتخار میں آوے



جیڑی محفل تیری مٹھڑی چھو گفائے آوے  
کندھ اُلیکے جھشیاں اند جان مہلا سے آوے

سرد صنوبر نال پھرن پڑ چھاویں وانگوں تیرے  
تیرے دگات سردوٹا جے گلزائے آوے

اودوں آتھران بھری تے بھارے مل دی ہندی  
خیدوں کلیجے بوٹی، اکھوں رت پھوہائے آوے

مینوں حال پکار کرن دی چھوٹ تے دے بے درد  
تینوں رنج مزادی میرے درد کراے آوے

اودھی اکھ دے چھو منتر دی سینتر دی جے منگھے  
ہرین وانگوں شیشہ دی گفٹار دہائے آوے

کندیاں دی تسی چھو رہا سک سک کندھ ہونے  
چھالے بھریا پیر کوئی پکھڑے دی باہے آوے

مرجاؤں نہ کیوں رشک سے جب وہ تین نازک  
 آغوشِ خمِ حلقہٗ زُتار میں آوے  
 غارت گرِ ناموس نہ ہو گر ہوسِ زُر  
 کیوں شاہِ گلِ باغ سے بازار میں آوے  
 تب چاکِ گریباں کا مزا ہے ، دلِ نالاں  
 جب اک نفسِ الجھا ہوا، ہر تار میں آوے  
 آتشکدہ ہے سینہ مرا، رازِ نہاں سے  
 اے داتے اگر معرضِ اظہار میں آوے  
 گنجینہٗ معنی کا طِلمِ اس کو سمجھتے !  
 جو لفظ کہ غالب مرے اشعار میں آوے

سُول پوسے ، مَر جہاں جے کراوہ گندل دَرگا جُتھ  
جنجو دے صلے دی جھولی بیٹھ ہلارے آوے

غیرت نوں جے غارت نہ کر دے زرد و اشکارا  
پھل جیہا معشوق نہ باگوں و کن بڑے آوے

گُلماں بیر و بیر کرن دا مَنّا سوادے اودوں  
اک اک ساہ کھیا گلے دی اک اک تائے آوے

اگت دا بھانبر سینہ میرا بھیت نکالے سیکوں  
واہ چندے جے کرا یہ بھانبر پھولن والے آوے

اوہنوں ڈھیسہ حقائق دا امراہ خزانہ جانو  
جیہڑا لفظ دی غالب میرے شعر ہلارے آوے





حسن مر گر چہ ہنگام کمال اچھا ہے  
 اس سے میرا مر خورشید جمال اچھا ہے  
 بوسہ دیتے نہیں اور دل پہ ہے ہر غلط نگاہ  
 جی میں کہتے ہیں کہ مفت آئے تو مال اچھا ہے  
 اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا  
 ساغر جم سے مرا جام سفال اچھا ہے  
 بے طلب دیں تو مزا اس میں سوا ملتا ہے  
 وہ گدا جس کو نہ ہو خوتے سوال اچھا ہے  
 ان کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق  
 وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے  
 دیکھتے پاتے ہیں عشاق مبتوں سے کیا فیض  
 اک برہمن نے کہا ہے کہ یہ سال اچھا ہے  
 ہم سخن تیشے نے فسہ باد کو شیریں سے کیا  
 جس طرح کا کہ کسی میں ہو کمال اچھا ہے  
 قطرہ دریا میں جو مل جاتے تو دریا ہو جاتے  
 کام اچھا ہے وہ جس کا کہ مال اچھا ہے  
 خضر سلطان کو رکھے خالق اکبر سرسبز  
 شاہ کے باغ میں یہ تازہ نہال اچھا ہے  
 ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن  
 دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے



چودھویاں لوں چن لشکارا بھاویں کیہڑا چنگا اے  
 پر میرا چن سورج مڑھیا ایوں بڑہا چنگا اے  
 آپ تے نہیں منہ چمن دیندا پر دل تے اکھ دکھدا اے  
 اندروں ایوی لالچ کردا مفتی سودا چنگا اے  
 بچ دی جلتے تے بازاروں اوہے دنگا لے آئے  
 جم دے جام توں لکھ اپنا مٹی دا پیالہ چنگا اے  
 منگیاں باجھوں خیر پے تاں رہندا بھرم فقیری دا  
 اوہ منگستا جیہڑا نہیں آپے نمونوں منگدا چنگا اے  
 اوہے درشن ہندیاں ای جے منہ تے لالی پھر جاندی  
 اوہوی آکھے روگ بھوگ ہن تے بھڑا چنگا اے  
 دیکھو عاشق موم جیسے کیہ پان مراداں پتھراں توں  
 اک پتری والے دیتا ایہہ سال سواہرا چنگا اے  
 اک تیسے اک چھینی، شیریں تے فر باد ملاتے نیں  
 جیویں دا وی جیہڑے بندے کس کمایا چنگا اے  
 قطرہ دج دیا دے ڈگتے تے دریا اکھواندا جے  
 اوہ کم چنگا جیہڑے کم دا انت نتیجہ چنگا اے  
 خالق اکبر، خضر جیہ سلطان نوں رکھے ساداوی  
 شامہاں دی چسواڑی لگا سچرا بوتا چنگا اے  
 بھل تے سانوں وی نہیں جنت جو کچھ ہے سو ہے تانہی  
 دل نوں آہرے لان دا غالب سوچ بھلیکھا چنگا اے



عجب نشاط سے جلا د کے چلے ہیں ہم آگے  
 کہ اپنے ساتے سے سراؤں سے ہے دو قدم آگے  
 قضائے تھا مجھے چاہا خراب بادۂ آفت  
 فقط خراب لکھا بس نہ چل سکا قلم آگے  
 غم زمانہ نے جھاڑی نشاطِ عشق کی مستی  
 وگرنہ ہم بھی اٹھاتے تھے لذتِ الم آگے  
 خدا کے واسطے داد اس جنونِ شوق کی دینا  
 کہ اس کے در پر پہنچتے ہیں نامربر سے ہم آگے  
 یہ عمر بھر جو پریشانیاں اٹھائی ہیں ہم نے  
 تمہارے آئیو اے طرہ ہائے خم بہ خم آگے  
 دل و جگر میں پر افشاں جو ایک موجدِ نوحوں ہے  
 ہم اپنے زعم میں سمجھے ہوئے تھے اس کو دم آگے  
 قسم جنازے پہ آنے کی میرے کھاتے میں غالب  
 ہمیشہ کھاتے تھے جو میری جان کی قسم آگے



بھنگڑے پاندے ٹرپے آں ننگیاں تلواراں اُگتے  
 پڑچھاویں توں بسرا پیراں توں دی دوکریاں اُگتے  
 دُتیا ربّاں میں پریم پیلے، لکھیاں سُن تقدیراں  
 "دُتیا بلکہ کے کافی توں نہ ٹریاں بکھتاں اُگتے  
 عشق نشے دی دھوڑ داغوں جھاڑی جگ آزاراں  
 نہیں تے سینے دسدیاں سُن ایہہ مٹھیاں سولاں اُگتے  
 رُب دے ناں تے ایڈی شوق تریمہ دی شابا اکھیں  
 اوہے دُرتے ہر کارے توں اُپڑ جاناں اُگتے  
 جیڑے اَساں کھلا دے جھتے بُن حیاتی ساری  
 رُب کرے اوہ آؤن تہاڈے زلفاں چھلیاں اُگتے  
 دلوں کلیجے توڑی پھڑکن جیڑے رت اُچھالے  
 سائوں لگدے سُن ایہہ آؤندیاں جانیاں ساہواں اُگتے  
 غالب اوہ سو تہہ کھاندے میرے موتے برا بھلا دی  
 جیڑے رت کھاندے سُن میرے ہر دیاں قصاں اُگتے



شکوے کے نام سے بے مزخفا ہوتا ہے  
 یوں بھی مت کہہ، کہ جو کئے تو لگہ ہوتا ہے  
 پُر ہوں میں شکوے سے یوں راگ سے جیسے باجا  
 اک ذرا چھوڑیے، پھر دیکھتے، کیا ہوتا ہے  
 گو سمجھت نہیں، پر حسن تلافی دیکھو  
 شکوہ جوڑ سے سرگرم جفا ہوتا ہے  
 عشق کی راہ میں ہے چرخِ کوکب کی یہ چال  
 سست رو جیسے کوئی آبلہ پا ہوتا ہے  
 کیوں نہ ٹھہریں ہدفِ ناوک بیدا کہ ہم  
 آپ اٹھا لاتے ہیں گر تیر خطا ہوتا ہے  
 خوب تھا پہلے سے ہوتے جو ہم اپنے بدخواہ  
 کہ بھلا چاہتے ہیں اور بُرا ہوتا ہے  
 نالہ جاتا تھا پرے عرش سے میرا ادواب  
 لب تک آتا ہے جو ایسا ہی رسا ہوتا ہے



جے شکوے داناں وی کیتے غصے موہرا ہندا اے  
 ایہوی نہ آکھو جے انج وی آکھو شکرا ہندا اے  
 شکوے انج بھرے نیں دل وچ جیویں سبتک سرگم دے  
 چھیدر کے مینوں دیکھتے سستی فریکہ تماشا ہندا اے  
 بھاویں وچوں سمجھے نہ پر دل تے واہ وار کھیا سو  
 خلماں دے شکوے سن سن کے ہود وی تتا ہندا اے  
 عشق دے پینڈے تاریاں جڑیا امبروی انج گیرے لے  
 جیویں مٹھا پاندھی پیسریں چھالے بھریا ہندا اے  
 کیوں غلم دی کانی دے پے آپ نشانے بنتے نہ  
 ٹپک لیا نیے تیر آپے مچے ماروں آگیا ہندا اے  
 چنگا سی جے مڈھوں اپنے آپ دا بھیرا منگ لیندے  
 ہن جے چنگا منگنے آں تے آکوں بھیرا ہندا اے  
 کدی تے تہہ کا عرشوں وی اگتے جاندا سی پر ہن تے  
 بڑہتا دی اپڑے تے تہاں توڑی اپڑیا ہندا اے

خامرہ میرا کہ وہ ہے بارِ بُد بزمِ سخن  
 شاہ کی مدح میں یوں نغمہ سرا ہوتا ہے  
 اے شہنشاہِ کواکب سپہ و مسدِ علم  
 تیرے اکرام کا حق کس سے ادا ہوتا ہے  
 ساتِ تسلیم کا حاصل جو فدا ہم کیجے  
 تو وہ شکر کا ترے نعل بہا ہوتا ہے  
 ہر مہینے میں جو یہ بدر سے ہوتا ہے ہلال  
 آستانِ پر ترے مہ ناصیہ سا ہوتا ہے  
 میں جو گستاخ ہوں آئینِ غزلخوانی میں  
 یہ بھی تیرا ہی کرمِ فوق فزا ہوتا ہے  
 رکھو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف  
 آج کچھ دردِ مرے دل میں سوا ہوتا ہے

دیکھو قلم ایہہ میسا، راگی شعر سخن دی محفل دا  
 شاہِ ظفیر دی صفت ثنا دل بول الارا ہندا اے  
 لشکر جیوں اسمانی تارے، شاہ! جھنڈا سورج دا  
 تیرے مسہ کرم دا بکتھے شکر ادا جا ہندا اے  
 ست زمیناں دا بے کر اگر اہتے مال خزانے لئی  
 ادھوی مر کے، تیرے ایڈے شکر جوگا ہندا اے  
 چن لے چن ایہہ پورے چن توں بن دا جو چن پہلی دا  
 تیسری برو نہ تے رگڑے متھا تاں چن ایڈا ہندا اے  
 میں جے کر دستود غزل لے آپ تارا ٹی بیٹھاواں  
 ایہوی تیرا کنڈ تے ہتھ لے تاں دل ودھیا ہندا اے  
 کوڑی پھسکی جے لگی تے غالب مینوں معاف کریں  
 آج کرتی اگے نالوں دل دھج درد سوایا ہندا اے





ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے  
 تمہی کو کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے  
 نہ شعلہ میں یہ کرشمہ نہ برق میں یہ ادا  
 کوئی بتاؤ کہ وہ شوخ تند خو کیا ہے  
 یہ رشک ہے کہ وہ ہوتا ہے ہم سخن تم سے  
 وگرنہ خوفِ بد آموزیِ عدو کیا ہے  
 چپک رہا ہے بدن پر لہو سے پیدائش  
 ہماری جیب کو اب حاجتِ رفو کیا ہے  
 جلا ہے جسمِ جہاں دل بھی جل گیا ہوگا  
 کر دیتے ہو جوابِ راکھ جستجو کیا ہے  
 رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل  
 جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لٹو کیا ہے  
 وہ چیز جس کے لئے ہم کو ہے بہشتِ عزیز  
 سواتے بادِ گلفِ م و مشکبو کیا ہے  
 پیوں شراب اگر خم بھی دیکھ لوں دو چار  
 یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے  
 رہی نہ طاقتِ گفتار اور اگر ہو بھی  
 تو کس امید پہ کہنے کہ آرزو کیا ہے  
 ہوا ہے شہ کا مصاحب بھرے ہے اتراتا  
 وگرنہ شہد میں غالب کی آبرو کیا ہے



گل گل تے آمہنا ایں کیرہ ایں ہاںوں تیرا کیہے  
 آپے دُستِ خاں تیرا ایہہ بولن دا چالا کیہہ اے  
 لاٹ اندر ایہہ دکھ نہیں بھلی دے نہ اینج وکھالی  
 کوئی بچھ کے دُستِ خاں اور شوخا اتھرا کیہہ اے  
 اوہ جے تینوں گلیں جووے ساڑ جیہا اک پنڈا  
 تیں تے لکھ سکھالے لاتے دُیری چننا کیہہ اے  
 رت نہاتے پنڈے تے چولا چمبڑ چمبڑ جندا  
 لیراں لٹھا گھماں ہُن جے نہ دی بیٹا کیہہ اے  
 جتھے سارا جُتھ بلیا دل کتھے بچنسا سی  
 سواہ توں یار پھر دِلن بیٹھا بچھو لچھا کیہہ اے  
 نس نس آڈاں اندر دُستے بچھدے نوں تیں مَن دے  
 اکھوں جے نہیں ٹپ کھلوتا اوس لہو دا کیہہ اے  
 اوہ شے جیہڑی شے دے پچھے جنت تھچھے بچھتے  
 مُشک پری پھل رنگ شراب اے ہور ٹھیکھا کیہہ اے  
 ہنچ ست مُت شراب جے دتے پنڈا چنگا لگناں  
 جھجھجھ دابھڑی، گاگر، چھنا، گھڑا پیالہ کیہہ اے  
 گل اکھن دی واہ نہ رہ گئی جے آدم دی کریتے  
 کیہڑے تہے دعوے آکھو ساڈی اچھیا کیہہ اے  
 شاہ دی بھنی پھندا اے تاں آڈی نہیں سولگدی  
 نہیں تے دُستو شہر اندر غالب دی واہ واکھہ اے



میں اُنہیں چھیڑوں اور کچھ نہ کہیں  
چل نکلتے جوئے پتے ہوتے

قسم ہو، یا بلا ہو، جو کچھ ہو  
کاش کہ تم مرے لئے ہوتے

میری قسمت میں غم گر اتنا تھا  
دل بھی یارب کئی دیے ہوتے

آہی جاتا وہ راہ پر غالب  
کوئی دن اور بھی چھے ہوتے



میں اوہناں نوں چھیڑاں تے ادھ کچھ نہ آکھن  
چھڑ پیندے جے نال شراہاں مئے ہندے

سپ ہوو، شینہ ہوو، جو کجڑی ہوو  
کیہ ہندا ہے آپ ہو ری ساڈے ہندے

جے میری تقدیر اندر غم اپنے سن؛  
دل دی ربا اپنے اہی سارے ہندے

غالب اوہوی سدا ہے پیندے پے جاندا  
چار دہاڑے ہو دی جیوندے جے ہندے



غیر لیں محفل میں بوسے جام کے  
 ہم رہیں یوں تشنہ لب پیغام کے  
 خستگی کا تم سے کیا شکوہ کہ یہ  
 ہتھکنڈے ہیں چرخ نیلی فام کے  
 خط لکھیں گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو  
 ہم تو عاشق ہیں تمہارے نام کے  
 رات پی زمزم پر مے اور صبح دم  
 دھوئے دھتے جامہ احرام کے  
 دل کو آنکھوں نے پھنسا یا کیا مگر  
 یہ بھی حلقے ہیں تمہارے دام کے  
 شاہ کے ہے غسل صحت کی خبر  
 دیکھئے کب دن پھر میں حمام کے  
 عشق نے غالب نکت کر دیا  
 وردہ ہم بھی آدمی تھے کام کے



غیر بھرن محفل وچ گھٹ پیالے دے  
 ساڈے تہ ترہائے سکھ سہیوڑے دے  
 تیرے تے کیہ شکوہ بربادی دا، ایہہ  
 چالے نیں نیسے آسمانوں گیڑے دے  
 چھٹیاں بکھدیاں رہنا گل کجھ وی نہ سہی  
 عاشق صرف اُسی تے اُن ناں تیرے دے  
 رات شراباں پی زمزم کنڈھے، فجسریں  
 ڈگے چوئے دھوئے حج دے بانے دے  
 دل نوں اکھیاں کیڈا بچا ہیا اے، خبرے  
 ایہوی گھر ملیں نیں وچ حال تھائے دے  
 شاہ نے سحت شفا دی تادی لانی اے  
 دیکھو پھرن دہاڑے کد اُنقاوے دے  
 غالب عشق ہوراں نے مٹی کر چھڈیا  
 نیں تے بندے بیساں اُسی دی سہیوڑے دے



پھر اس انداز سے ہسارائی  
 کہ ہوئے مسدود مہ تماشاائی  
 دیکھو، اے ساکنانِ خطہِ خاک!  
 اس کو کہتے ہیں عالم آرائی  
 کہ زمیں ہو گئی ہے سرتاسر  
 ڈوکشیں سطحِ چرخِ مینائی  
 سبزے کو جب کہیں جگہ نہ ملی  
 بن گیا روئے آب پر کائی  
 سبزہ و گل کے دیکھنے کے لئے  
 چشمِ زرگس کو دی ہے بینائی  
 ہے ہوا میں شراب کی تاثیر  
 بادہ نوشی ہے بادِ پیمائی  
 کیوں نہ مونیہ کو ہر خوشی غالب  
 شامِ دیندار نے شفا پائی



تغافل و دوست ہوں، میرا داغِ عجزِ عالی ہے  
 اگر پسلو تھی کیجے تو جا میری بھی خالی ہے  
 رہا آباد عالمِ اہلِ ہمت کے نہ ہونے سے  
 بھرے ہیں جس قسدرِ جامِ دہو میخانہ خالی ہے



فیر آج ایڈے رنگ نہاڑ ہماراں آسیاں  
 چن تے سوچ و دہاں اکھاں وچ دساتیاں  
 دیکھو! دھرتی دے اس ٹوٹے دے وسنیکو  
 اینوں آکھن جگ دی دوہٹی ٹوہاں پائیاں  
 ایڈی بھری بھرائی دھرتی نے آج دیکھو  
 نیلے آسماں نوں اکھاں کدھ دکھائیاں  
 ہریالی نوں جدوں کہتے دی تھاں نہ تھی  
 تھریانی تے کھتر گتیاں تھاں کاتیاں  
 کھڑ دے پھل نہیں ہریالی دے دشن دے مئی  
 زرگس دی اکھ نوں بل گتیاں میں رشتائیاں  
 وا دے جلتے کر دے کم شراباں دانیں  
 پین شراباں ورگا، پھکیاں پرے اڈائیاں  
 کیوں نہ غالب خوب چڑھن پے چاؤنیا نوں  
 دین پیارے شاہ ظفر نے صحتاں پائیاں



بے پرواہیاں یاری میری، دھون اچیری اے  
 جے توں پاسا وٹیں تے تھاں میں دی چھڈی اے  
 جگ دامیلہ بھریا، جا پے اللہ لوک نہ رہے  
 بھرے پیالے جے دسدے، میخانہ خالی اے





کب وہ سُنتا ہے کہانی میری؟  
 اودھچسودہ بھی زبانی میری  
 خلش غمزہ خونریز نہ لپچھ  
 دیکھ خوشانہ نشانی میری  
 کیا بیاں کر کے ہر ادویں گے یاد؟  
 مگر آشفتمہ بیانی میری  
 ہوں زخود رفتہ بیداتے خیال  
 بھول جانا ہے نشانی میری  
 متقابل ہے مقابل میری  
 رُک گیا دیکھ روانی میری  
 قدیر سنگ سرورہ رکھتا ہوں  
 سخت ارزاں ہے گرانی میری  
 گرد بادِ رو بیتابی ہوں  
 صرصر شوق ہے بانی میری  
 دہن اس کا جو نہ معلوم ہوا  
 کھٹل گئی بیچمدانی میری  
 کر دیا ضعف نے عاجز غالب  
 ننگ پیری ہے جوانی میری



کدوں سنے ادھ درد کہانی ساری میری  
 اُتوں اوہوی میرے موتوں خواری میری  
 خونی نخرے دی چوہمبڑا کیسہ بچپناں میں  
 دس دی نہیوں اکھیاں تھیں رت جاری میری  
 کیسٹری گل رو ہائے گی بچھوں سبناں توں  
 خبرے گل و چاری، سنسھی باری میری  
 دھم تھلاں وچ آپ گرا چا پھڑناں واں میں  
 میرا پتا نشانی منوں و ساری میری  
 جیہڑا جوڑا ایسی نکل اجڑا پیا لے  
 بھڑ گیا لے دیکھ کے طبع اڈاری میری  
 لاٹھے دی سہل وانگوں قدراں پائیاں میں  
 ڈاڈی ہولی پے گئی اے پینڈ بھاری میری  
 کھلیا تیاں دے پینڈے وچ میں اک وردلا  
 شوق ہنیری بھٹی چکر تاری میری  
 اوہے مکھڑے واجد علم نہ ہو سکیاتے  
 ڈھلی پے گئی ساری علما چاری میری  
 زور نہانے بھٹوں غالب بھٹیجے پے آں  
 جوڑ بڑھاپے، آن جوانی باری میری



نقش نازِ بَتِ طناز بہ آغوشِ رقیب  
 پائے طاووس پئے خامہ مانی مانگے  
 تو وہ بد خو کہ تجسّد کو تماشا جانے  
 غم وہ افسانہ کہ آشفّتہ بیانی مانگے  
 وہ تپ عشقِ تنابے کہ پھر صودتِ شمع  
 شعلہ تابضِ جگر ریشہ دوانی مانگے



گلشن کو تری صحبت از بسکہ خوش آئی ہے  
 ہر غنچے کا گل ہونا، آغوشِ کشائی ہے  
 واں کنگرِ استغنا، ہر دم ہے بلندی پر  
 یاں نالہ کو اور آتشِ دھولے رسائی ہے  
 از بسکہ سکھاتا ہے غم ضبط کے اندازے  
 جو داغِ نظر آیا، اک چشمِ نمائی ہے



مازھو مان بھرے دی مُورت بیٹھ رقیب دی جھولی  
 مانی دی کانی دے لئی پوہنچی موریاں دی منگے  
 توں ایڈا چھتھا تیرے لئی حیرت کیڈ تماشا  
 میسری درد کسانِ میتھوں چھہ کمر لاندی منگے  
 انجھدی شوق حرارت منگاں کیوں جے دیوے دانگوں  
 لاٹ کھیجے توڑی ہٹی ڈوہنگی جاندی منگے



پھلواڑی نوں تیری بہنی ڈاڈھی راسے آئی لے  
 کلی کلی دی کھڑنی جیویں پھلاں جھولی آڈی لے  
 اودھر بے پردا ہیاں دا کنگرہ آسماناں ول جاندا  
 ایدھر ہر کے نوں ہتھ اپڑن دی ہمشرست مُچھی لے  
 ڈاڈھی جالچ سکھالیندے نیں غم دکھاں نوں سانجھن دی  
 جیسٹے داغ دکھالی دتی اوہنے اکھ دکھالی لے



جس زخم کی ہو سکتی ہو تدبیرِ رفو کی  
بلکہ دیکھو یا رب! اُسے قسمت میں عدو کی

اچھا ہے سرانگشتِ حنائی کا تصور  
دل میں نظر آتی تو ہے اک بوندِ لہو کی

کیوں ڈرتے ہو عشاق کی بے وصلگی سے  
یاں تو کوئی سُننا نہیں فریادِ کسو کی

صدِ حیف! وہ ناکام کراکِ عمر سے غالب  
حسرت میں رہے ایک بے تِوِ عربہ جو کی

دشمن نے کبھی مُنہ نہ لگایا ہو جگر کو  
خنجر نے کبھی بات نہ پوچھی ہو گلو کی



جہڑے پھٹ ٹٹ واہ لگ سکدی ہووے سیون تریپاں دی  
ربا! اوہنوں لیکھے لائیں قسمت وچ رقیباں دی

مہندی رنگ کسے دا پٹا یاداں نوں رنگ لانداسے  
ایسے پاروں دل وچ اسو دی چھٹ تے نغری آجاندی

تینوں کاہا پالا اسے جے عاشق ابلے پھر دے نیں  
کرن پے فساداں اتھے کون سنے گا ایماں دی

اوہدا منہ بڑا اسے غالب عمراں تیک نکڑاں جو  
اوہدیاں تاملنگاں لائی بیٹھا، گڑھتی جتھوں اتاں دی

چھری کدی دی منہ نہ کہیتا ہووے بھل کلیجے نوں  
خنجر دات کدی نہ پچھی ہووے سنگھی ہوراں دی



سیماب، پشت گرمی آئینہ دے ہے ہم  
حیراں کہتے ہوتے ہیں، دل بے قرار کے

آغوش گل، کشودہ برائے دواغ ہے  
اے عندلیب، چل کہ چلے دن بہار کے



ہے وصل، حجبہ عالم تمکین و ضبط میں  
ممشوق شونخ و عاشق دیوانہ چاہیے

اس لب سے مل ہی جائے گا بوسہ کبھی تو، ہاں  
شوقِ فضول و جسراتِ زندانہ چاہیے



پارہ شیشے دی پر وارے اکھ حیرانی، پر سادی  
 اکھاں نوں تارے لاندی لے، تھر تھر دل مے تاراں دی

پھل دی آڈی جھولی تینوں رب حوالے کیتاے  
 بلبل مویے ٹر پوہن تے، ٹر پئی رت بہاراں دی



وصل، جدائی درگاہے کر گئے وئے رہیے  
 ترنیلہ معشوق دی ہووے، عاشق جھلا ہووے

اوہرے ہوٹھاں نوں چمکن دی ترسہ اینویں میں بچدی  
 وادھو شوق تے چوڑ چوڑ پٹاں والا جگر اہوے





چاہیے اچھوں کو جتنا چاہیے  
 یہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیے  
 صحبتِ رنداں سے واجب ہے حذر  
 جاتے مے، اپنے کو کھینچا چاہیے  
 چاہئے کو تیرے کیا سمجھا تھا دل؟  
 بارے اب اس سبھی سمجھا چاہیے  
 چاک مت کر حیب بے ایام گل  
 کچھ اذہد کا بھی اشار چاہیے  
 دوستی کا پردہ ہے بیگانگی  
 منہ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیے  
 دشمنی نے میری کھو یا غیہ کو  
 کس قدر دشمن ہے دیکھا چاہیے  
 اپنی رُسوائی میں کیا چلتی ہے سعی  
 یار ہی ہنگامہ آرا چاہیے  
 منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید  
 ناامید ہی اس کی دیکھا چاہیے  
 غافل، ان مہ طلعتوں کے واسطے  
 چاہئے دالا بھی اچھا چاہیے  
 چاہتے ہو خوبرویوں کو اسد  
 آپ کی صورت تو دیکھا چاہیے



پیار کر دتے سوہنیاں توں پر بے آنتا  
 ایسہ جے پیار کرن کیمہ لینا ہور بھلا  
 رنداں دی بہنی توں بچن لازم ہے  
 کھچ پیالہ پنوں چنگا کھچ کھچا !  
 تیرے پیاراں توں دل خبرے جانا کیمہ  
 نہن بھلا کینوں مروا جاندا اسے ایڈا  
 پھٹلاں دی رت باہجوں گھماں پاڑیں نہ  
 اردوں دی کچھ سنبھیا آونا چاہی دا  
 پیار لگانا دی لگدا اسے دیر پیا  
 ساڈے توں گھنڈ کڈنا چھڈ دکھالے دا  
 میرے دیروں، غیر دی ہتھوں کڈھیا تو  
 دیکھو کیڈا دیری ہویا جے میرا  
 ساڈی، ہوئے ہوئے گھنٹوں دی نیس چل دی اوہ  
 سر جاتے جے نیجے سجن ڈھول جیسا  
 مرنے تے جوئے ڈور آمیداں دی  
 اوہدی نا آمیدی دا کیمہ ڈور میرا  
 مٹھے چن چنیاں دے بندیا، اوہ لوکی  
 منگدے پیار کرن والا اپنے درگا  
 سو بنے لوکاں تے اسد اللہ اکھ رکھیں  
 اپنا کدھرے مٹہ تے جا کے دیکھ ددا



ہر قدمِ دُوریٰ منزل ہے نمایاں مجھ سے  
 میری رفتار سے جاگے ہے بیاہاں مجھ سے  
 دس عنوانِ تماشا، بتغافلِ خوشتر  
 ہے نگہ، رشتہ شیرازہٴ مژگاں مجھ سے  
 وحشتِ ہتھیں دل سے شبِ تنہائی میں  
 صورتِ دُور رہا، سایہ گریزاں مجھ سے  
 غمِ عشاق نہ ہو سادگی آموزِ بُستاں  
 کس قدر خانہٴ آئینہ ہے دیراں مجھ سے  
 اثرِ آبلہ سے جادہٴ صحنہٴ جنوں  
 صورتِ رشتہ گوہر ہے چراغاں مجھ سے  
 بے خودی بہتر تمہیدِ فراغت ہو جو  
 پڑ ہے سایہ کی طرح میرا شبستاں مجھ سے



پیرو پیسہ بھجھوروں وانٹاں جان پر مے میستوں  
 کھری کراں تے چھوٹاں دھندے تھل دے پنڈے میستوں  
 اوہنوں دیکھن وانگٹ سوہنا جیویں نیں پے دیندے  
 جیویں پلکاں دی جھار ڈوری دید نظارے میستوں  
 بھانسی دل تھیں آگ تر تھے اکلا پے دی راتے  
 دھوں وانگوں پڑ چھاویں ہو دی رہے دواڑے میستوں  
 رانجھیاں دے غم میراں نوں ڈنگ چیروں نہ بٹکاؤں  
 کیڑے سنجے سنجے نیں شیشے گھر دیسڈے میستوں  
 جھل تھلاں دی راو دج چھالے پیرے پیرے پھتے  
 تند پر دے جیویں کچ موتی بل پے دیوے میستوں  
 رب کرے بے سرتی مینوں سکھ دی سیج دھچکے  
 جس دی چھاویں آن بھرے نیں زین بیرے میستوں

شوق دیدار میں گر تو مجھے گردن مارے  
ہر نگہ ہنسل گل شمع پریشاں مجھ سے

بیکسی ہاتے شبِ ہجر کی دشت ہے ہے  
سایہ خورشیدِ قیامت میں ہے پناہ مجھ سے

گردش ساغرِ صد جلولہ رنگیں تجھ سے  
آئینہ داری یک دیدہ حیراں مجھ سے

ننگِ گرم سے اک آگ ٹپکتی ہے اسد  
ہے چراغاں خس و خاشاکِ گلستاں مجھ سے

جے دیدار دے شوق گنہا ہوں توں میسہ ہر گیتیں  
 نظر اں جیوں گل جھاڑے دیوے پاں کھلائے میسوں  
 رات جھبہ دی ڈرو ڈرو پئے کر دے ساتھ کوئے  
 پڑ چھاواں، جا حشر دے سورج لگیں ڈر کے میسوں  
 سو سو روپ پیالے سخیا گیسٹے اندھ تمبھوں  
 شیشے دنڈن حیرانی دے پتھر آنے میسوں  
 نبلدیاں نظراں اسد اللہ ہر پاسے جھاتن لبیاں  
 باگے دے گلہ کنڈے جاہن بلدے دیوے میسوں



نکتہ چیں ہے غم دل اس کو سنائے نہ بنے  
 کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے  
 میں بلاتا تو ہوں اس کو مگر اسے جذبہ دل  
 اُس پر بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے  
 کھیل سجھا ہے کہیں چھوڑ نہ دے بھول نہ جائے  
 کاش یوں بھی ہو کہ بن میرے سنائے نہ بنے  
 غیر پھرتا ہے لئے یوں ترے خط کو کہ اگر  
 کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے؟ تو چھپائے نہ بنے  
 اس نزاکت کا بُرا ہوں وہ پھلے ہیں تو کیا  
 ہاتھ آویں تو انہیں ہاتھ لگاتے نہ بنے  
 کہہ سکے کون کہ یہ جہلوہ گری کس کی ہے  
 پردہ چھوڑا ہے وہ اس نے کہ اٹھائے نہ بنے  
 موت کی راہ نہ دیکھوں کہ بن آئے نہ رہے  
 تم کو چاہوں؟ کہ نہ آؤ تو بلائے نہ بنے  
 بوجھ وہ سر سے گرا ہے کہ اٹھائے نہ اٹھے  
 کام وہ آن پڑا ہے کہ بسائے نہ بنے  
 جنت پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب  
 کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے



اوہ یارتے ہے پرچھتی اسے اومہوں دکھڑائیاں گل نہ بنے  
 اوتھے گل کیوں بن سکدی اسے ختمے گل وی بنایاں گل نہ بنے  
 میرے سنڈیاں آؤندائیں اتھے اومہوں دل دیتے کچھ اومہ کچھ لاہ  
 اوہ سے دل توں رنج ولھیٹ پورے پناں تہیاں آیاں گل نہ بنے  
 حالی تے جانے دل لگیاں، کہتے تھلدا تھلدا بھل نہ بیٹے  
 رب اوہ سے دل وچ پا دیوے پناں مینوں ستایاں گل نہ بنے  
 جو غیر توں خط لکھ بیٹھا ایں رنج نے لے اومہوں پھر دا ای  
 کوئی دیکھ کے پچھ لے ایہ کیسے؟ اوہ سے توں نکالیاں گل نہ بنے  
 میں منیا آپ تے ہے چنگا، ایڈی چند ٹوک تے چنگل نہیں  
 کدی قسمت نال جے ہتھ آوے ہتھ نال چھو پایاں گل نہ بنے  
 ہر شے وچ نور غمور کدا، کوئی دیکھن والا دسدائیں  
 اوہ پردہ اوہنے ستیا اسے، ہتھ نال ہٹایاں گل نہ بنے  
 کیوں مرن دی راہ نہ نکل بیٹے جتھے آپے آؤنوں نہیں مڑنا  
 کہہ تیرا بے اتبار سے وار جتھوں سدیاں بلایاں گل نہ بنے  
 میسٹوں پیاروی گنڈھڑی ڈگ پئی اسے جھیری جھکیاں ہی جھکندی تیں  
 کوئی انجھدی ہر تے پنڈ پئی ہیٹھوں ہر کھکایاں گل نہ بنے  
 تیں عشق ہو راں تے زور کوئی، ایہ آگ تے غالب دکر ہی لے  
 لکھ پھوگاں مارے تیں بھندی، پانی نال بھجایاں گل نہ بنے





چاک کی خواہش اگر دشت بہ عریانی کرے  
صبح کے ناشد زخمِ دل، گریبانی کرے

جلوہ کا تیرے وہ عالم ہے کہ گر کیجے خیال  
دیدۂ دل کو زیارت گاہِ حیرانی کرے

ہے شکست سے بھی دل مایوس یارب کب تک  
آگینہ کوہ پر عرضِ گراں جہانی کرے

میکدہ گر چشمِ مست ناز سے پائے شکست  
موتے شیشہ، دیدۂ ساغر کی مژگانی کرے

خطِ عارض سے لکھا ہے زلف کو آفت نے حمد  
یک قلم منظور ہے جو کچھ پریشانی کرے



عشق، لنگار ویاں جے ننگے پنڈے ریتاں کردا  
پھسادی پورہ دانگوں پچٹ دل دا گلماں بیراں کردا

ایڑا دکھ چمکارا تیسرا سوچاں شیشے اندر  
دل دی اکھ توں حیرانی دا درشن عاماں کردا

ٹٹمنوں دی دل ڈاڈا ٹٹیاں رہا بکھتوں توڑی  
شیشے، بھار غماں دے، پر بت اگے عرضاں کردا

جے میخانے پین تریراں اکھ نشیلی پاروں  
شیشے وال، پیالے دی اکھ، پلکاں لمیاں کردا

گلکھاں تے خط پٹا لکھیتا، پٹیاں دے ہی پیاروں  
اکو لک ساٹوں وارا اسے جوڑ چھپواں کردا



وہ آکے خواب میں تسکین اضطراب تو دے  
وہ مجھے تپش دل، مجالِ خواب تو دے

کرے ہے قتل لگاؤٹ میں تیسرا رو دینا  
تری طرح کوئی تیغِ نگہ کو آب تو دے

دکھا کے جنبشِ لب ہی تمام کرم کو  
نہ دے جو بوسہ تو منہ سے کہیں جواب تو دے

پلا دے اوک سے ساتی جو ہم سے نفرت ہے  
پیالہ گر نہیں دیتا نہ دے، شراب تو دے

استدخوشی سے مرے ہاتھ پاؤں پھول گئے  
کسا جو اُس نے زرا میرے پاؤں داب تو دے



بے چینی نوں سُفنے وِچ ادھ آکے ٹھنڈتے پاوے  
پر کدھرے دل دی اگ مینوں دے توفیق سواوے

ڈسکیں تے اکھ اندر ہنجر قتل کرن پے مینوں  
تیرے وانگوں نین کٹاری کیڑا پان چڑھاوے

اکو وار ہلا کے بلھیاں سانوں مار مُکا چار  
مُنہ جے کر نئیں چُٹن دیندا ہاں نہ تے کوئی آوے

ساتی بُک وِچ لڈی جا جے ساتھوں نک چڑھائیں  
جے نئیں تھوٹھا دیندا نہ سہتی بُری شراب تے آوے

اسد اللہ، میرے پُھل گئے ہتھ پیرا پچائے چاواں  
اوہنے جد فساد مایا میرے کوئی پیسہ دباوے



تپش سے میری وقف کشمکش ہر تار بستر ہے  
 مرا سر رنج بالیں ہے، مرا تن بار بستر ہے  
 سرشک سر بصر ادا وہ نور العین دامن ہے  
 دل بے دست و پا آقا وہ، ہر خوردار بستر ہے  
 خوشا اقبالِ رنجوری عیادت کو تم آتے ہو  
 فروغِ شمع بالیں، طالع بیدار بستر ہے  
 بطونان گاہِ جوشِ اضطرابِ شامِ تنہائی  
 شعاعِ آفتابِ صبحِ محشر، تار بستر ہے  
 ابھی آتی ہے بُربالش سے اس کی زلفِ مشکیں کی  
 ہماری دید کو خوابِ زلیخا عار بستر ہے  
 کہوں کیا دل کی کیا حالت ہے پھر یار میں غالب  
 کہ بے تابی سے ہر اک تار بستر، خار بستر ہے



خطر ہے رشتہٴ آفتِ رگ گردن نہ ہو جائے  
 غروبِ دوستی آفت ہے، تُو دشمن نہ ہو جائے  
 سمجھ اس فصل میں کوتاہی نشوونما غالب  
 اگر گلِ سرود کے قامت پر پیرا ہن نہ ہو جائے



میرے سیکوں اُسل دے اک اک تار وچھائیاں  
 ہر ہر پیسہ سربانے دی تے پٹا بھار وچھائیاں  
 رڑیاں چڑھیا اتھرو جیویں ، نوہ نظر وچ گودی دے  
 ڈگیا ڈھٹھا دل دا کچھنؤ ، برخودار وچھائیاں  
 لگیاں دے دھن بھاگ تسی خود کچھن گچھن آگے او  
 دیرا بے سرباندی ، تار اجاگن ہار وچھائیاں  
 ہجر نماشیں کلھیا تیاں دیاں چھلداں خیر اُسائے نیں  
 حشر سویرے سوچ کرناں اک اک تار وچھائیاں  
 کستوری بھجیاں رُلغاں دی حالے ہک سربانے دے  
 ساڈی اکھ نوں خواب دلینا پندہا بھار وچھائیاں  
 کیہ دتاں کیہ دل تے دے تے غالب وچ دھوئے دے  
 پھر لگاں تے ہر تار وچھائیاں ، لگے خار وچھائیاں



ڈرناں عشق دی ڈوری دی شہ رگ ورگی نہ ہودے  
 یاری دا ہنکار کشاری ، اوہ دیر ی نہ ہودے  
 غالب دودھنو چھنو اوہ رت جانو گھاٹے دندی  
 پھلتاں دی چادر بے سرواں تے چڑھدی نہ ہودے



فریاد کی کوئی لے نہیں ہے  
 نالہ پائندہ نے نہیں ہے  
 کیوں بوتے ہیں باغباں تو بے  
 گر باغ اگدائے نے نہیں ہے  
 ہر چند ہر ایک شے میں تو ہے  
 پر تجھ سی تو کوئی شے نہیں ہے  
 ہاں اکھا یومت فریب ہستی  
 ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے  
 شادی سے گزر کہ غم نہ ہووے  
 اُردی جو نہ ہو تو دے نہیں ہے  
 کیوں رو قدح کرے ہے زاہد  
 ہے یہ بگس کی قے نہیں ہے  
 ہستی ہے نہ کچھ عدم ہے غالب  
 آخر تو کیا ہے اُسے "نہیں ہے"



لوڑ ہاڑیاں توں کسے لے دی نیس  
 ہوک بانس دی دنجھلی گوجرہ نیس  
 مالی کاس توں دیجی دے ہین توں جے  
 جے کر باغ شراب داؤ جبری نیس  
 بھادیں توں ہر شے وچ دسا ایں  
 تیرے جیہی پرشے کوئی دسدی نیس  
 ہندے دس نہ دس توں ہون اُتے  
 ”ہے“، آکھن پئے آکھ توں ہے ای نیس  
 خوشی بھسل جاؤ کھ نہ یاد آؤ نیس!  
 چیتر سے نیس تے لکڑ سے دی نیس  
 ملاں کاہنوں توں جام توں پیا چھندگیں  
 ایہ تے دے تے کوئی مکھ دی نیس  
 جیہے ہوئے تے تہے نہ ہوئے غالب  
 آخر کیہ ایں دس خاں یاد جی، ”نیس“





نہ پوچھ نہ سچہ مرہم جراحِ دل کا  
کہ اس میں ریزہٴ الماس جزوِ اعظم ہے

بہت دنوں میں توافل نے تیرے پیدا کی  
وہ اک نگہ کہ بظاہر نگاہ سے کم ہے



ہم رشک کو اپنے بھی گوارا نہیں کرتے  
مرتے ہیں ولے اُن کی تمنا نہیں کرتے

در پردہ انہیں غیسر سے ہے ربطِ نہانی  
ظاہر کا یہ پردہ ہے کہ پردہ نہیں کرتے

یہ باعثِ نومیدیِ اربابِ ہوس ہے  
غالب کو بُرا کہتے ہو، اچھا نہیں کرتے



پچٹ ولے دے وارو اندر مت پچھ کیہہ کیہہ پئیدا  
ایہ دے وچ کئی ہیرے دی سب توں پوے دھیری

تیسری بے پرواہیاں چمکے چمکے پچھوں بیکتی  
انج دی اک نظر جو لگے نظروں دوا کیسری



ریشک اپنا دی اسی جرن دا جیرا نئیں کرے  
مر مر جانے آں پر اوہدی اچھیا نئیں کرے

اوہے اوہے اوہناں میل بیٹی غیراں نال  
وکیہن واپردہ اے جیہڑا پردہ نئیں کرے

انج تے ہوچے لوکاں دی دی آس ترے گی  
غالب توں بھیرا آہندے او چنگانئیں کرے



کرے ہے بارہ ترے لب سے کسبِ رنگِ فروغ  
 خطِ پیالہ سدا سرنگاہِ گلچیں ہے  
 کبھی تو اس سرِ شوریدہ کی بھی داد ملے  
 کہ ایک عمر سے حسرت پرستِ بالیں ہے  
 بجا ہے گر نہ تھے نالہ ہائے بلبِلِ زار  
 کہ گوشِ گل، نغمِ شبنم سے پنہ آگئیں ہے  
 اسد ہے نزع میں چل بیوفا، برائے خدا  
 مقامِ ترکِ حجاب و وداع تمسکیں ہے



کیوں نہ ہو چشمِ بیاں محوِ تغافل کیوں نہ ہو  
 یعنی اس بیمار کو نظامِ سے پرہیز ہے  
 مرتے مرتے دیکھنے کی آرزو رہ جاتے گی  
 دلتے ناکامی کہ اس کافر کا خنجر تیز ہے  
 عارضِ گل دیکھ، روتے یارِ یاد آیا اسد  
 جو ششِ فصلِ ہساری، اشتیاقِ انگیز ہے



بھنڈی لالی تیرے ہر ہنٹوں، چوسن نشے شراباں دے  
 پھل چرنے دی اکھ پئی جا پے پورا گھیر پیالے دا  
 ہمارے سر توں توں سچا تھا پانی کدی تے دیندوں چا  
 عمراں توں ایہہ سدھداں پھنڈیا، بسکنا ہار سرائے ا  
 سچا اے جے سُن دانیتس اوہ بلبلس دے کر لاناں نوں  
 پھل کنوئی، تریل دا قطرہ دے کم روں دے توں بے دا  
 اسد اللہ دی جان لبیاں تے رب نانویں ٹر پوہن تے  
 آکر ٹھانی چھٹن تے ایہہ ویلا اے گھنڈ لاہنے دا



کیوں جی مغروں دی اکھ نہ غافل ہوئے ایہہ کیوں جی  
 ایس بنی والی توں دیکھن توں پرہیز دچاری اے  
 مڑے مڑے اوہدے ودرشن دی سبک رہندی نہ جانی  
 ربا قسمت ہر جانی، ظالم دی تیسہ کٹاری اے  
 اسد اللہ پھل دیکھدیاں مکھ یار دا آیا اے چیتے  
 کھڑ دی رت بہار نے مینوں دتی شوق آزاری اے



دیا ہے دل اگر اس کو، بشر ہے، کیا کہتے  
 ہوا رقیب تو ہو، نامہ بر ہے، کیا کہتے  
 یہ ضد کہ آج نہ آئے اور آئے بن نہ رہے  
 قضا سے شکوہ ہمیں کس قدر ہے، کیا کہتے  
 زہے کہ شتم کہ یوں دے رکھا ہے ہم کو فریب  
 کہ بن کے ہی انھیں سب خبر ہے، کیا کہتے  
 سمجھ کے کرتے ہیں بازاریں وہ پرستشِ حال  
 کہ یہ کہے کہ سرِ دگر زہے، کیا کہتے  
 تمہیں نہیں ہے سرِ رشتہ وفا کا خیال  
 ہمارے ہاتھ میں کچھ ہے مگر ہے کیا؟ کہتے  
 انہیں سوال پہ زعم جنوں ہے، کیوں لڑتے  
 ہمیں جواب سے قطعِ نظر ہے، کیا کہتے  
 حسد، مزائے کمالِ سخن ہے، کیا کیجے  
 ستم، بہائے متاعِ ہنر ہے، کیا کہتے  
 کہا ہے کس نے کہ غالبِ بُرا نہیں یکن  
 سوائے اس کے کہ آشفۃ سر ہے، کیا کہتے



جے اوہنوں دل دے بیٹھا اے، بندہ اے، کیہہ آکھو  
 بنے رقیب جے بنیا اے، ہمد کا والے، کیہہ آکھو  
 اڑی پھڑی سواج نیتیں آؤنا، آؤنوں دی نیتیں رہنا  
 ساتوں شکو موت موتی تے کیہہ آکھو  
 اٹکے اوہے دل چھل تے رہتے دتے ایس بھلیکھے  
 آکھے باجھوں دی اوہ جانو ڈوہنگا اے، کیہہ دیکھو  
 دیکھو چاکھ کے ویچ بزارے حال حوال اوہ پچھدے  
 تاں جے آپے چا آکھے رہ دگدا اے، کیہہ آکھو  
 تینوں تے نیتیں بچ دے ڈوہ سرے دی سارنڈا دی  
 ساڈے ہتھ کچھ اڑیا اے پر اڑیا اے کیہہ آکھو  
 اوہنوں جنج سوالوں جھل بھلیکھے نیں، کیوں کھڑ بھو  
 ساتوں اینج جوابوں وائل جوابا اے، کیہہ آکھو  
 سولان تے پھسل شعراں وائل جاندا اے کیہہ کہنا  
 چوہباں، فن پھسل واڑی وائل پیندا اے، کیہہ آکھو  
 کیڑا آہندا اے پی غالب بھیرا تے نیتیں، پر کچھ  
 ایدوں دودھ نسیں بھورا کوہر پھریا اے، کیہہ آکھو



دیکھ کر درپردہ گرم دامن افشانی مجھے  
 کر گئی وابستہ تن، میری عربانی مجھے  
 بن گیا تیغِ نگار و یار کا سنگِ فساں  
 مرحبا میں، کیا مبارک ہے گرنجانی مجھے  
 کیوں نہ ہو بے اتفاق، اس کی خاطر جمع ہے  
 جانتا ہے محو پرشش ہاتے پہنانی مجھے  
 میرے غم خانے کی قسمت جب رقم ہونے لگی  
 بلکہ دیا منجملہ اسبابِ ویرانی مجھے  
 بد لگاں ہوتا ہے وہ کافر نہ ہوتا کاش کہ  
 اس قدر شوقِ نوائے مرغِ بُستانی مجھے  
 داتے، داں بھی شورِ عشرنے نہ دم لینے دیا  
 لے گیا تھا گور میں ذوقِ تن آسانی مجھے  
 وعدہ آنے کا وفا کیجے، یہ کیا انداز ہے  
 تم نے کیوں سوچی ہے میرے گھر کی درباری مجھے  
 ہاں نشاطِ آمدِ فصلِ بہاری واہ واہ  
 پھر تھرا ہے تازہ سودائے غزلخوانی مجھے  
 دی مرے بھائی کو حق نے از سرِ نو زندگی  
 میرزا یوسف ہے غالبِ یوسفخانی مجھے



ویکھدیاں اندھوں تھے تا، پلا چھنڈ دے مینوں  
 پنڈے بھٹل کر چھٹیا اے، ننگے پنڈے مینوں  
 میں ہیلی دی نین کشاری نئی سل پتھر ہو یا  
 رگڑے سسنی جان دے شاہا، اکھواٹکے مینوں  
 بے پردا ہتیاں کیوں نہ دے، اوہا دل تھاں تے دے  
 اوہنے جاتا، بچھا ہو یا وچلی مارے مینوں  
 میسری جھوک نمائی دی جد ازلوں کافی وگئی  
 سارے حرف آجاڑاں والے لائے تھے مینوں  
 شکاں پتیا شک کر دیا اے، چنگاسی نہ لگدے  
 ایڈے چنگے بلبس موتی دے کر لائے مینوں  
 آخر دی گڑ گچ اتھے دی ساہ نہ کدھن دتا  
 پنڈے داسکھ بھالن نے وڑیا سی قبرے مینوں  
 کر دیو وعدہ آون دا پورا، ایہہ کیسہ چالا ہویا  
 میرے گھر دی بڑے راکھی کیوں نہت بھانسی مینوں  
 آئی رت بہاراں بکھڑیاں ہر پاسے گلزاراں !  
 فیرا ج سجرے ہونے خیرے بھل غزل دے مینوں  
 رب نے میرے دیر نوں دتی تو یوں سرے جاتی  
 مرزا یوسف غالب، یوسف دوجا لگے مینوں





یاد ہے شادی میں بھی ہنگامہ یارب مجھے  
 سچہ زائد ہوا ہے خندہ زیر لب مجھے

ہے کشادہ خاطر و وابستہ در رہن سخن  
 تھا طلسم قفل ابجد، خانہ مکتب مجھے

یارب اس اشتغلی کی داوکس سے چاہئے؟  
 رشک آسائش پہ ہے زندانیوں کی اب مجھے

طبع ہے مشتاق لذت ہائے حسرت، کیا کروں  
 آرزو سے ہے شکست آرزو مطلب مجھے

دل لگا کر آپ بھی غالب بھی سے ہو گئے  
 عشق سے آتے تھے مانع میرزا صاحب مجھے



خوشیاں دیے دی نئیں تجلیاں رُب رُب تہا ہر مینوں  
 مٹلاں دی تہی دے دے دتے ہاسے دنداں مینوں  
 کھولن دل دے جند دے وا کجی سر ٹول سخن دی  
 حرفی جند دے دی اُستادی، درس کتاباں مینوں  
 رُبا، اُکھڑی چال نوں میسری کیڑا شا با آکھے  
 بندی واناں دُرگی مَوج دیاں ہُن ریکھاں مینوں  
 سُدھسراں چُکے تھکھی ایڈی طبع، کراں کیدا پیدا  
 آسوں دی تیں، آس لڑی تیں دیاں آساں مینوں  
 ریتوں لا کے ہُن آپ دی غالب میرے حالوں جوئے  
 مرزا جی کر دے سو عشقوں آپ نصیحتاں مینوں



حضورِ شاہ میں اہلِ سخن کی آزمائش ہے  
 چمن میں خوش نوا یانِ چمن کی آزمائش ہے  
 قد و گیسو میں قیس و کوہن کی آزمائش ہے  
 جہاں ہم ہیں وہاں وار و رس کی آزمائش ہے  
 کریں گے کوہن کے حوصلے کا امتحاں آخر  
 ہنوز اس خستہ کے نیر وئے تن کی آزمائش ہے  
 نسیمِ مصر کو کیا پسیر کنگاں کی ہوا خواہی  
 اسے یوسف کی بوئے پیرہن کی آزمائش ہے  
 وہ آیا بزم میں، دیکھو، نہ کہیو پھر کو غافل تھے  
 فکیب و صبر اہلِ انجمن کی آزمائش ہے  
 رہے دل ہی میں تیرا چھا، جگر کے پار ہو بہتر  
 غرضِ شصت و بتِ نادرِ فگن کی آزمائش ہے  
 نہیں کچھ سجدہ و زتار کے پھندے میں گیرائی  
 وفاداری میں شیخ و برہمن کی آزمائش ہے  
 پڑا رہ اسے دل و ابستہ بیتابی سے کیا حاصل  
 مگر پھر تابِ زلف پر شکن کی آزمائش ہے  
 لگ وپے میں جب اترے زہرِ غم پھر دیکھتے کیا ہو  
 ابھی تو تختی کام و دہن کی آزمائش ہے  
 وہ آئیں گے مرے گھر و وعدہ کیا، دیکھنا غالب  
 نئے نقونوں میں اب چرخِ کمن کی آزمائش ہے



شاہراں و بارے آج کویاں دے مان دیاں آزمیشاں میں  
 باگے وچ باغ دے اک اک خورش الحان دیاں آزمیشاں میں  
 قدشیریں تے ٹٹ پیٹے عرب ایران دیاں آزمیشاں میں  
 ساڈے دل بھائییاں تے سولی چڑھ جان دیاں آزمیشاں میں  
 آخر نوں تے فرہاد ہوراں دا جسگراوی آواون گے  
 حالی تے اس مٹھ پڑیاں دی چند جان دیاں آزمیشاں میں  
 مصری فادے پتے نے کبیر یعقوب دی کا بجائینی سی  
 اوہنوں یوسف دے چولے دی مکان دیاں آزمیشاں میں  
 اوہ محفل وچ آڈڑیا جے، فیسہ اکھونہ پئی دستیانہ  
 محفل دے سب جی واراں دے جر جان دیاں آزمیشاں میں !  
 دل وچ دی رہے کالی دل لے دے دتھ کلیجیاں چنگا  
 ہر ساڈے سینے عسلم دے تیر کمان دیاں آزمیشاں میں  
 جھوٹے تہی دے گھیرے گل کوئی دی دل پھس دی نہیں  
 باہن تے مکاں دے پتے ایساں دیاں آزمیشاں میں  
 جے بھجیا۔ اس تے روتھ بھجیا، کبیر لاجہ ولاہن پھڑکن دا  
 یافیر آج کٹڈل زلفاں دے کچھ لان دیاں آزمیشاں میں  
 نس وچ نوہر غماں دا جد ایہہ نسیا تے کبیر درتے گی  
 پر حالی تے جھہ تا نو نوں ٹر فان دیاں آزمیشاں میں  
 کبیر دی آؤنا، کبیر لارے میں غالب توں آگے دیکھی جا !  
 سحرے قہراں ہی ہنڈھ درتے آسمان دیاں آزمیشاں میں



کبھی نیکی بھی اُس کے جی میں گر آجائے ہے مجھ سے  
 جفا تیں کر کے اپنی یاد شدہ ما جائے ہے مجھ سے  
 خُدا یا جذبہٴ دل کی مگر تاثیر اُٹھی ہے  
 کہ جتنا کھیچتا ہوں اور کھیچتا جائے ہے مجھ سے  
 وہ بدخو اور میری داستانِ عشق طولانی  
 عبارتِ مختصر، قاصد بھی گھبرا جائے ہے مجھ سے  
 اُدھر وہ بدگمانی ہے، ادھر یہ ناتوانی ہے  
 نہ پوچھا جائے ہے اُس سے نہ بولا جائے ہے مجھ سے  
 سنبھلنے دے مجھے اے نا اُمیدی کیا قیامت ہے  
 کہ واماں خیالِ یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے  
 تلفِ برطرف، نظارگی میں بھی سہی ایسکن  
 وہ دیکھا جائے، کب یہ ظلم دیکھا جائے ہے مجھ سے  
 ہوتے ہیں پاؤں ہی پہلے نبردِ عشق میں زخمی  
 نہ بھاگا جائے ہے مجھ سے نہ ٹھہرا جائے ہے مجھ سے  
 قیامت ہے کہ ہووے مدعی کا ہمسفر غالب  
 وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے



کدی بہر کرن دا میرے تے جے اوہ بے دل وچ آجاوے  
 کر چیتے اُنیاں کیتیاں توں اس نیکیوں دی شرمہا جاوے  
 رُب سائیاں دل دیاں کھچاں دی منوں تے پُتھیاں پتیاں نہیں  
 میں اوہنوں چنا کھنساں واں، اوہ میرے توں کھچدا آجاوے  
 اوہ اتھرا لے کیویں دے گل پیار دی لٹی چوڑی اے  
 گل ملدی اے گل سن سن کے ہر کارا دی دل چا جاوے  
 اوہ ہرا یہ بے اتباری اے، ایدھر ایڈی چند ماڑی لے  
 کجھ اوہوی، کجھ جو گانٹیں، کجھ میتھوں نہ دُسیا جاوے  
 کیہہ قسہ پایا توں یے نی، کتے میرے پیر دی لگن دے  
 میرے ہتھوں اوہ دیاں یاداں داہن پلا دی چھدا آجاوے  
 میں وی سہتی دیکھن والیاں وچ پر ایہہ گل ننگی ننگی لے  
 ہوراں توں دی دتے، ایہہ ظلم کدوں میتھوں تکیا جاوے  
 ایس عشق مدانے چڑھ دیاں، جوئے پہلاں پتھر پیراپنے  
 بجھتے تے نینس بھجیا جاوے، ہوئے تے نہ بیٹھا جاوے  
 غالب ایہہ اُدھی دسدی لے سنگ دیری کیویں ٹور دیاں  
 اوہ کافر بھولے وی جو میتھوں نہ لیتا جاوے



زبسکہ مشق تماشا، جنوں علامت ہے

کشاد و بست مژہ سیلِ ندامت ہے

نہ جانوں کیونکہ مٹے داغِ طبعی بد عہدی

تجھے کہ آئینہ بھی در طہ علامت ہے

بہ پیچ و تاب ہو س، سلکِ عافیت مت توڑ

لگاؤ عجز، سر رشته سلامت ہے

وفا مقابل و دعوائے عشق بے بنیاد

جنوں ساختہ و فصل گل قیامت ہے



دیکھے نوں مڑ ویکی جانا، وڈ نشانی جھتیاں دی  
اکھ دی چینی میٹن کھولن، چند پورے پئی شریاں دی

خبرے کیوں دھپنا دھتہ بولوں پھرن دی بولی دا  
تینوں سیشے شکارا دی، گمٹن گھیٹری پھسکاں دی

اکھ دی نچکھوں چاہڑ مروڑے ڈور بھلے دی تردٹیں نہ  
رجی ہوئی اکھ اشارے ڈوری امن آماناں دی

ایدھر سچی پریت تے اددھر عشق رقیب دا اکا جھوٹ  
نقلی جھل تے دوجے پاسے، اصلی آخر پھسلاں دی





لاغر اتنا ہوں کہ گر تو بزم میں جا دے مجھے  
میرا ذمہ، دیکھ کر گر کوئی بتلا دے مجھے

کیا تعجب ہے کہ اس کو، دیکھ کر آجائے رحم  
واں تلک کوئی کسی حیلے سے پہنچا دے مجھے

منہ نہ دکھلا دے، نہ دکھلا، پر باندا ز عتاب  
کھول کر پردہ، زرا آنکھیں ہی دکھلا دے مجھے

یاں تلک میری گرفتاری سے وہ خوش ہے کہ میں  
زلف گر بن جاؤں ترشانے میں اُجھا دے مجھے



اینا لاغر ہویاں جے توں بزم بٹھائے مینوں  
میرے تے سٹ جے کوئی دیکھدیاں بُخ جائے مینوں

گل بڑی نیس دیکھدیاں اوہدے مَن مہر پوے چا  
اوہدے تیسرے کسے طراں کوئی اپڑائے مینوں

مکھ دکھاندائیں تے نہ سہی، پر مٹھے وٹ پا کے  
گھنڈ ہٹا کے اکھاں ای چا کڈھ دکھائے مینوں

ایتھوں تیسرے میری پھڑنی تے اوہ رہنداراضی  
جے کر زلف بُناں تے گنگھی نال گٹھائے مینوں



بازیچہ اطفال ہے دُنیا مرے آگے  
 ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے  
 اک کھیل ہے اور نگِ سلیمان مرے نزدیک  
 اک بات ہے اعجازِ مسیحا مرے آگے  
 جز نام نہیں صورتِ عالم مجھے منظور  
 جز وہم نہیں ہستیِ اشیاء مرے آگے  
 ہوتا ہے نہاں گردِیں صحرا مرے ہوتے  
 گستا ہے جبینِ خاک پہ دریا مرے آگے  
 مت پوچھ کہ کیا حال ہے میرا ترے پیچھے  
 تو دیکھ کہ کیا رنگ ہے تیرا مرے آگے  
 سچ کہتے ہو خود بین و خود آرا ہوں، نہ کیوں ہوں  
 بیٹھا ہے بُتِ آئینہ سیما مرے آگے  
 پھر دیکھئے اندازِ گل افشانیِ گفتار  
 رکھ دے کوئی پہاں نہ صہب مرے آگے



کھیڑ آیا نے بالاں وِرگی دُنیا میرے اُگے  
 اُٹھے پُرتما شاہندا رُہندا میرے اُگے  
 کھیڑ نری اے تخت سلیمانی دی میرے کیتے  
 گل نری لے، جو کر دے سُن عیسیٰ میرے اُگے  
 وُکھو وُکھ ناناں دے باجوں مینوں کچھ نہ دتے  
 جا پے دہم نرا ای ہونڈ کھلارا میرے اُگے  
 دُھوڑاں پچھتے ہندا ریت بریا میرے ہندیاں  
 را دی نکت لکیراں کدھدا جاندا میرے اُگے  
 پچھ نہ کیہ اے حالت میری تیری کٹھ دے پچھتے  
 وکھہ ذرا کیہ رنگ بھلا لے تیرا میرے اُگے  
 ٹھیک اے اپنے آپ نوں دیکھن والا کیوں نہ ہواں  
 بیٹھا اے اک مادھو شیشے مڑھیا میرے اُگے  
 فیر ذرا گفتاراں دی پھل کھڑنی دے دنگ وکھو  
 دُھر کے، مٹ شراباں نال پیالہ میرے اُگے

نفرت کا گماں گڑھے ہے میں رشک سے گزرا  
 کیوں کر کہوں ، لو نام نہ اُن کا مرے آگے  
 ایسا مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے مجھے کفر  
 کعبہ مرے پیچھے ہے ، کلیسا مرے آگے  
 عاشق ہوں پہ معشوق فدا ہے مرا کام  
 مجنوں کو بُرا کہتی ہے لیسلی مرے آگے  
 خوش ہوتے ہیں پردصل میں یوں مرنے جاتے  
 اَلّی شبِ جہاں کی تمنا مرے آگے  
 ہے موجزن اک مُسلم خوں کا شہ ہی ہو  
 آتا ہے ابھی دیکھتے کیسا کیا مرے آگے  
 گو ہاتھ میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے  
 رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے  
 ہم پیشہ و ہم مشرب و ہم ماز ہے میرا  
 غالب کو بُرا کیوں کہو ؟ اچھا مرے آگے

انج آکھن گے رجا پھر دالے میں سولوں رجا  
 کیوں آکھاں نام کوونہ اوہا میرے اگے  
 پچھوں کچھ ایمان دی مینوں کچھ کفر اگیے  
 خانہ کعبہ کند دے پچھے، گرجا میرے اگے  
 عاشق سہی پر معشوقاں نوں تھڑکانا ہنڈ میرے  
 مینوں دی پئی کرے نکھیندی سیلی میرے اگے  
 چار چڑھدے نیں دلبر بیاں انج پر مردا کوئی تیں  
 رات جدائیاں دی جو منگیا، آیا میرے اگے  
 رت چنٹاں اک ٹھاٹھاں بلے ایتھوں تیکر خیرے  
 اگے اگے دیکھو کیسہ کیسہ آؤندا میرے اگے  
 ہنڈ جے کرنیں ہلدے اکھاں مچ تے ساہنت سہانا  
 رہن دیو پیسا جے شراب پیالہ میرے اگے  
 پیٹی بند اسے پیر جزاسے نالے مخم ساڈا  
 غالب نوں کیوں بھیرا آکھیں بھلیا میرے اگے



کہوں جو حال تو کہتے ہو مدعا کہتے  
تمہی کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیا کہتے

نہ کہو طعن سے پھر تم کہ ہم سہمگر ہیں  
مجھے تو خوب ہے کہ جو کچھ کہو، جب کہتے

وہ بیشتر سہی، پر دل میں جب اتر جاوے  
نگاہ ناز کو پھر کیوں نہ آشنا کہتے

نہیں ذریعہ راحت، جس راحت پکیاں  
وہ زخم تیغ ہے جس کو کہ دلکش کہتے

جو ممد علی بنے اس کے نہ ممد علی بنے  
جو نامزاکھے، اس کو نہ ناسزا کہتے

کہیں حقیقت جانکا ہی مرض لکھتے  
کہیں مصیبت ناسازی دوا کہتے



ٹوڑیے جے گل تے آکھیں ، حال دل دا اکھنا  
توں دی رنج آکھیں تے دس خاں کیر تے کاہدا اکھنا

فیر نہ آکھیں ٹنڈ کے لاکے "چند بے آں اسی"  
مینوں مِت لے جو دی آکھیں تینوں سچا اکھنا

بھادیں بشت ہو دے پر جے دل دے دج کھجے جاتے تے  
تیز تے مہٹھی نظر نوں یار پیندا اکھنا

پہن دا اک چیسر دی پاتے نہ چیرا تیر دا  
پھٹ جے برہی دا ہو دے تاں کرا را اکھنا

جیہڑا مید نے دنگارے مِت دنگارو اوس نوں  
جیہڑا مندا آکھ لے اوہنوں نہ مندا اکھنا

جا کے کدھرے روگ دی چند کھوڑ گل اُلیکنا  
جا کے کدھرے بھوگ دا رو دی خطا دا اکھنا



کبھی شکایتِ رنجِ گراں نشیں کیجے  
کبھی حکایتِ صبرِ گریزِ پا کئے

رہے نہ جان تو تل کوخوں بہا دیجے  
کٹے زبان تو خنجر کو مرجھا لئے

انہیں نگار کو آفت نہ ہو نگار تو ہے  
روانیِ روش و مستی ادا کئے

نہیں بہار کو فرصت نہ ہو بہار تو ہے  
طراوتِ چمن و غزلِ ہوا کئے

سفینہ جبکہ کنارے پہ آ لگا غالب  
خدا سے کیا ستم و جورِ ناخدا کئے

یا کدی بیہ سوگ کرنا سینے غم دی لاش دا  
یا کدی بیہ جوگ جونا، دل بے صبرا اکھنا

جان جتے جے نہ رہے سرکپ نوں لستو چا تارنا<sup>۱</sup>  
جیسو ٹمک سٹے تے تاں خنجر نوں شابا اکھنا

یار نوں جے پیار نہیں تے کہہ اے، ہے تے یار نا  
ٹور موراں چایاں نخرنا شیدا اکھنا

نئیں بہاراں نوں قساراں، پر بہاراں ہین تے  
باغ دی ہریالیاں پُریاں نوں واہ دا اکھنا

بیٹھی بنے آن جو لگی تے غالب شکر  
کہہ خدا نوں ناخدا دا بھیڑا چنگا اکھنا



رونے سے اور عشق میں بیباک ہو گئے  
دھوئے گئے ہم ایسے کہ بس پاک ہو گئے

مغرب بہاتے مئے ہوئے آلاست مئے کشی  
تھے یہ ہی دو حساب سوئوں پاک ہو گئے

رُسوائے دہر گو ہوئے آوارگی سے تم  
بارے طبیعتوں کے تو چالاک ہو گئے

کہتا ہے کون نالہ مبلبل کو بے اثر  
پردے میں گل کے لاکھ جگر چاک ہو گئے

پوچھے ہے کیسا وجود و عدم اہل شوق کا  
آپ اپنی آگ کے خس و خاشاک ہو گئے



ہنچو وِسیاں، ہر دی عشقوں ننگے ہو گئے  
ایڈے دھو تے گئے آں، اصلوں چٹے ہو گئے

بھٹھی، بھبکا ویچ کے تر گئے مل شراباں  
مرتے ایسے دو بھارے سن اینج ہولے ہو گئے

جگ تے بھنڈے گئے او بجاویں ہر ہجاں  
خیریں، گلوں باتوں تے ہن سہقرے ہو گئے

کیڑا آکھے بلبس دے کڑلاٹ نے اچھل  
پھل دے پر دے لکھاں جگر لنگارے ہو گئے

ہونڈ نہونڈ کیڑے پھنچیں شوق و گتیاں دی توں  
آپے اپنے بھانڈ دے لگھ تیلے ہو گئے

مرنے گئے تھے اُس سے تغافل کا ہم گلہ  
کی ایک ہی نگاہ کہ بس خاک ہو گئے

اِس رنگ سے اُٹھائی کل اُس نے اسد کی نعش  
دُشمن بھی جس کو دیکھ کے غمناک ہو گئے



نشہ ہا شادابِ رنگ و ساز ہا مستِ طرب  
شیشہ نئے سر و سبز جو تب رِ نغمہ ہے

ہم نشیں مت کہہ کہ برہم کرنے بزمِ عیشِ دوست  
واں تو میسرے نالہ کو بھی اعتبارِ نغمہ ہے

جھورا جھرن گئے ساں اکجہ پرتانی دا جد  
اک دکھالی جھبلی! مٹی ورگے ہو گئے

انج اوہنے کل پکلی لاش اسد اللہ خاں دی  
تھیراں دے وی دیکھدیاں دل ٹوٹے ہو گئے



مستیاں ہریالیاں، سازاں نوں لہرے عیش دے  
مے پری ساوا مڑو پلکھو کنارے گیٹراں

یار دی محفل دے رنگ بھنگ پانوں ڈک نہ گھٹیا  
اوس تھاں کڑلاٹ وی میرا شمارے گیٹراں!



عرضِ نازِ شوخیِ دندانِ برائے خندہ ہے  
دعوائیِ جمعیتِ احبابِ بجائے خندہ ہے

ہے عدم میں غنچہ محرابِ بندِ انجامِ گل  
یک جہاں زائو تاملِ درِ قفائے خندہ ہے

کلفتِ افسردگی کو عیشِ بے تابِ حرام  
ورنہ دندانِ دردِ دلِ افسردنِ برائے خندہ ہے

سوزشِ باطنِ کسے ہیں احبابِ منکر ورنہ یاں  
دلِ محیطِ گریہ و لبِ آشنائے خندہ ہے



حسنِ بے پروا، خمدیدارِ متاعِ جلوہ ہے  
آئینہ، زائوئے فکرِ اختراعِ جلوہ ہے

تا کجا اے آگہی! رنگِ تماشا باستن  
چشمِ داگردیدہ آغوشِ وداعِ جلوہ ہے



چھتے دند چوین نیس ہنسوں ر ہندے، مائے ہاسے دے  
 سبجاں دی بل بہنی، دعوے بھندے بندے ہاسے دے  
 کلی کر و بل اند پھسل دی دیکھ خیر انج سوچے پئی  
 ہر گوڑیں دے ہندی جیویں خلقت پچھے ہاسے دے  
 غم دی بھٹی اندر کھیا تیاں دی موج حسد ام سہی  
 ونداں تھتے دل پتیاں دی کھڑ دے ونے ہاسے دے  
 اندر بلدی آگ دے، ہیلی آکا نابڑ ہو گئے، پر  
 دل دیا اک رنجواں دا بھجے تھہ و خمارے ہاسے دے



سوہنا بے پرواہیاں سڑیا، گاکب اے گھریں دکھالی دا  
 شیشہ، گوڑیں ہر دے سوچے نویں تریں دکھالی دا  
 سرتاں آخر کتھوں توڑی رنگا رنگ نظارے لین  
 آڈی آکھ، کرے پئی ودعیب آپے نکلیں دکھالی دا





جب تک دہان زخم نہ پیدا کرے کوئی  
مشکل کہ تجھ سے راہِ سخن وا کرے کوئی

عالم غبارِ وحشتِ مجنوں ہے سرسبز  
کب تک خیالِ طرۂ یسلی کرے کوئی

افسردگی نہیں طرب افشائے التفات  
ہاں دردِ بن کے دل میں مگر جا کرے کوئی

رونے سے اے ندیم، غلامت نہ کر مجھے  
آخر کبھی تو عقدۂ دل وا کرے کوئی

نحسِ جگر سے ہے رگِ ہر خار، شاخِ گل  
تا چند باغبانیِ محسوس کرے کوئی

چاکِ جگر سے جب رو پرش نہ وا ہوئی  
کیا فائدہ کہ جیب کو رسوا کرے کوئی



جتنے توڑی عشق دی بُرجی، پھٹ دامنہ نہ کھولے کوئی  
اُوکھی گل اے گل کرن دی تیرے ول راہ ٹورے کوئی

جگ پسارا، مجنوں دی دشت دیاں دُھرڈاں اڑیاں نہیں  
کد کو تیسکر سیل دے کُنڈلاں دی سوچ دچائے کوئی

کدی نراساں توں نیس آساں، اوہدے جھال پان دیاں دی  
پر جے درد سراپا ہووے تاں اوہدے من وُتے کوئی

سُجھ بیل ایں تے مینوں رونوں پھٹک نہ پائیں سگیا  
اُکھیا ہو یا کدی تے آخِر دل دی گھنڈی کھوٹے کوئی

کُنڈے کُنڈے دی رگ بھُل دی شہنی جگر چوہاراں پاؤں  
کھنوں تیسکر ریڑسوکے، کردا رہوے تروکے کوئی

جگر لنگارے لاہیاں دی جے کچھ کچھ داتیں بُوہا کھلا  
کیہ حاصل جے گلے دی وی اینویں قدر گوائے کوئی

ناکامی نگاہ ہے برقِ نظارہ سوز  
تو وہ نہیں کہ تجھ کو تماشا کرے کوئی

ہر سنگ و خشت ہے صدفِ گوہرِ شکست  
نقصاں نہیں، جنوں سے جو سودا کرے کوئی

سربر ہوئی نہ وعدہ صبر آزمائے عمر  
فرصت کہاں کہ تیری تمنا کرے کوئی

ہے وحشتِ طبیعتِ ایجاد، یاس خیز  
یہ درد وہ نہیں کہ نہ پیدا کرے کوئی

بے کاری جنوں کو ہے سرپٹنے کا شغل  
جب ہاتھ ٹوٹ جائیں تو پھر کیا کرے کوئی

حسنِ فسادِ شمعِ سخن دُور ہے اسد  
پہلے دل گداختہ پیدا کرے کوئی

ہارِ نظرِ دی آپے ہوئی دیکھنیاں توں ٹوہنی بجلی  
توں اوہ تے نتیں جتھوں اکھ سلامت رہ کے دیکھے کوئی

اُٹاں، پتھر، وٹے جانورِ پتیاں موتی ہارِ دیاں نہیں  
گھاٹا نہیں جے انجدا سودا کردا عشق و ہارے کوئی

عمر وں لئے لارے توڑی کدوں حیاتی اپڑا پندی  
دیلا بکتھے؟ تیسری اچھیا کردا کیہڑے دیلے کوئی

توہیاں توہیاں گلاں کر دی طبع کھلا رہے، یاہو سی اے  
ایہہ اوہ درد نہ ہو یا جتھوں آپ نہ سینے لائے کوئی

عشق نکارا کیتا تے ہُن ہر دے چن مال و ہار اے!  
باتہواں بھجتن تے تاں بندہ کیہڑی کار کھل دے کوئی

شعر سخن دا دیوا بالن، اسد اللہ گل نیڑے دی نتیں  
پہلاں اپنا دل تے بالے جے ایہہ جانن منگے کوئی



ابن مریم ہوا کرے کوئی	میرے دکھ کی دوا کرے کوئی
شرع و آئین پر مدار سہی	ایسے قاتل کا کیا کرے کوئی
چال جیسے کڑی کہاں کا تیر	دل میں ایسے کے جا کرے کوئی
بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ	کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی
بات پرواں زبان کشتی ہے	وہ کہیں اور سنا کرے کوئی
نہ سُنو، گر بُرا کہے کوئی	نہ کہو گر بُرا کرے کوئی
روک لو گر غلط چلے کوئی	بخش دو گر خطا کرے کوئی
کون ہے جو نہیں ہے حاجت مند	کس کی حاجت دوا کرے کوئی
کیا کیا خضر نے سکندر سے	اب کسے رہنا کرے کوئی

جب ترقع ہی اٹھ گئی غالب  
کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی



مریم جابا لکھ آکھوایا کرے کوئی  
 بجاویں سب قانون شریعت برتے نیں  
 ٹور چیدی اک تیر کمانوں مئے دی  
 جھل پئے وچ خبرے کیر کیر بکاں پیا  
 گل کرو تے اتھے جیہہ کپندی لے  
 نہ گز لو جے کوئی بھیرا آکھے وی  
 ڈک لو جے کوئی ڈنگا ٹردا لے  
 کیرٹا لے جو آکھے پودی پندی لے  
 جھل نئیں جو کیتی خضر سکندر تال  
 میرے دکھ دا دارو ملکھا کرے کوئی  
 انجہے خونی سر کیرہ دعویٰ کرے کوئی  
 اوہدے دل نوں پریت نشا نہ کرے کوئی  
 شالامیسرا گوہ نہ ایڈا کرے کوئی  
 اوہو بولے ساہ نہ آچا کرے کوئی  
 نہ آکھو جے بھیرا وی بھیرا کرے کوئی  
 جان دیو جے غلطی بندا کرے کوئی  
 کیرٹا کیرٹے دا گھر پورا کرے کوئی  
 ہن کیرٹے آگوتے تقویٰ کرے کوئی

بچتے دعوے غالب کئے ہون جہدوں  
 کاہنوں یار کبے دا جھورا کرے کوئی



بہت سی غم گیتی ، شراب کم کیا ہے  
غلام ساقی کوثر ہوں مجھ کو غم کیا ہے

تمھاری طرزِ درویش جانتے ہیں ہم کیا ہے  
رقیب پر ہے اگر لطف تو بستم کیا ہے

سخن میں خامہ غالب کی آتش افشانی  
یقین ہے ہم کو بھی لیکن اب اس میں دم کیا ہے



جگ دے دکھ سہی ڈھیر، شرابوں ساٹوں گھانا کیہ لے  
 کوثر دے ساقی دا چاکر ہاں میں ، ایڈا کیہ اے  
 تیرے ٹورے چالے داہن ساتھوں نکلیا کیہ اے  
 غیراں نال کریں جے چنگا ایڈا بھیسہ اڑ کیہ اے  
 نوک مسلم غالب تھیں شعراں دے چنگیاڑے جھڑے  
 من لیا پرہن تے ایہنوں دیکھو، ٹھریا کیہ اے





باغِ پاکِ خفقانی ، یہ ڈراتا ہے مجھے  
سایہٴ شاخِ گلِ افعی نظر آتا ہے مجھے

جو ہر تیغ بہ سرِ چشمہٴ دیگر معلوم  
ہوں میں وہ سبزہ کہ زہرابِ گاتا ہے مجھے

مُدعا محوِ تماشاے شکستِ دل ہے  
آئینہٴ خانہٴ میں کوئی لئے جاتا ہے مجھے

نالہٴ سرمایہٴ یک عالم و عالم کفِ خاک  
آسماں بیضہٴ قمری نظر آتا ہے مجھے

زندگی میں تو وہ محفلِ شادِ اٹھاتے تھے  
دیکھوں بے مرگئے پر کون اٹھاتا ہے مجھے



باگے روگ مراق دا روگی اینج ڈرائے مینوں  
بھل دی تہنی دا پرٹھاداں سب ڈرائے مینوں

برہی دے چلکارے دی نسیں پان بگانے پانی  
میں آں اوہ ہریالی ڈوبازہدا گائے مینوں

سدھراں رُج رُج دیکھیں ڈھکیاں دل توں ٹوٹے ٹوٹے  
شیش مکانے لے کے کوئی ٹریا جائے مینوں

ہا ہواں، ہو کے جگ دی پونجی، جگ سارا سٹھرتی  
گھوگی دا اہڑا آسمان نظر پیا اے مینوں

جیوندے جی اوہ غفل دچوں آپ اٹھاندے رہے نہیں  
دیکھو ہن جے مڑھلیساں تے کون اٹھائے مینوں



روندی ہوئی ہے کوکبہ شہسار کی  
اترائے کیوں نہ خاک سبِ رنگزار کی

جب اس کے دیکھنے کے لئے آئیں بادشاہ  
لوگوں میں کیوں نمود نہ ہو لالہ زار کی

بھوکے نہیں ہیں سیرِ گلستاں کے ہم ولے  
کیونکر نہ کھائے کہ ہوا ہے ہسار کی



پیراں ہیٹھ مدھولی اے شاہواں دے عملے قیلے دی  
 مان کرے نہ کاہنوں ہُن بُجھاں تے مٹی لانگھے دی

والی ملک دا آپ جسدوں آجائے اوہنوں دیکھن لئی  
 کیوں نہ کرن موالی سارے عزت باغ بیغچے دی

باغ دیاں سیراں دی سائوں اکا ائی بُکھ نئیں تاں دی  
 کیوں نہ پھلکے ایسہ پُریاں دی وَا بے چیتر میلے دی



ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے  
 بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے  
 ڈرے کیوں میرا قاتل؟ کیا رہے گا اس کی گردن پہ  
 وہ خوں جو چشم تر سے عمر بھر ٹوئیں دمدم نکلے  
 بکٹنا خلد سے آدم کا سُنتے آتے تھے لیکن  
 بہت بے ابرؤ ہو کر ترے کوچہ سے ہم نکلے  
 بھرم کھل جاتے ظالم تیرے قامت کی درازی کا  
 اگر اس طرۂ پُر پیچ و خم کا پیچ و خم نکلے  
 مگر لکھواتے کوئی اس کو خط تو ہم سے لکھواتے  
 ہوتی صبح اور گھر سے کان پر رکھ کر تسلیم نکلے  
 ہوتی اس دور میں منسوب مجھ سے بادہ آسانی  
 پھر آیا وہ زمانہ جب جہاں میں جامِ جم نکلے



ڈھیر اُننگاں اُنجدیاں سینے جند پی اک اک دلوں نکلے  
منج بتیرے نکلے میرے تاں دی گھٹ حسابوں نکلے

میرے ہر کپ نوں بھنّو کا ہر اکیمہ پیتا اے اوہے بہرتے  
جیٹرا خون حیاتی ساری ساہواں دانگوں اکھوں نکلے

آدم دے جنتوں نکلن دی گل تے سُن دے آونے آں پر  
اسی کہتے دودھ ہولے پئے کے سجن، تیری گلیوں نکلے

دیکھ سنے گڈی لہر جائے تیرے قد میرے دی وی  
جے کر گنجھل گنجھل تیسری گنجھل کھاہی زکفوں نکلے

خبرے کوئی اوہنوں خط لکھواندا ساتھوں آ لکھواتے  
سوچ نکلیاں ای کن تے رکھ قلم نت بوہویوں نکلے

ایس زمانے میرے نانویں برنداں دی سرداری لگی  
فیر آیا ادھ ویلا جگ تے جم داناں شرابوں نکلے

ہوئی جن سے توقع خشکی کی وار پانے کی  
 وہ ہم سے بھی زیادہ کشتہ تیغِ ستم نکلے  
 محبت میں نہیں ہے فرق مرنے اور جینے کا  
 اسی کو دیکھ کر جیتے ہیں جس کا فسہ پر دم نکلے  
 خدا کے واسطے، پردہ نہ کعبہ کا اٹھا واعظ  
 کہیں ایسا نہ ہو، یاں بھی وہی کا فسہ صنم نکلے  
 کہاں میخانہ کا دروازہ غالب اور کہاں واعظ  
 پر اتنا جانتے ہیں کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے



کوہ کے ہوں بارِ خاطر گر صدا ہو جائیے  
 بے تکلف اے شرابِ جستہ کیا ہو جائیے  
 بیضہ آسا، ننگِ بال و پر ہے یہ گنجِ قفس  
 از سر نو زندگی ہو کر رہا ہو جائیے

مرنگن دی شا بالین دیاں سن آساں جتھاں کولوں  
اوہ بلی ساتھوں دی بڑھتے غلم کشاری دھاروں نکلے

گوڑ پڑیتاں اندر فرق نہ کوئی موت حیاقی والے  
دیکھ اوہ نوں جیونے آں جس دے دم ساہ قلمبوتوں نکلے

رہن دے مٹاں کدھرے پردہ چمک ہوئیں نہ کعبے دا توں  
ایج نہ ہو دے ایٹھوں دی اوہو بت نکلیا ہیٹھوں نکلے

کیہ مٹاں تے میخانہ کیہ، پر ایسا کو یاد اسے غالب  
اوہ پایا او دھر جاندا سی کل آں اسی دی آگوں نکلے



پر بت نوں دی بھارے لگتے بھادیں ہر آواز جاسے  
ٹھنڈے دل جے چنگے سوچیں، فیر اسی کیڑے دا جاتے

کھب کھبراں وا دی گھانا پنجرے دی لگھ آئڈے انگوں  
نویں ہریوں نویں حیاقی ہو کے تے ڈھا پنجرہ اجاتے





مستی، بذوق غفلتِ ساقی، ہلاک ہے  
 موجِ شراب، یکِ مژدہِ خوابِ ناک ہے  
 جز زخمِ تیغِ ناز، نہیں دل میں آرزو  
 جیبِ خیال بھی ترے ہاتھوں سے چاک ہے  
 جوشِ جنوں سے کچھ نظر آتا نہیں اسد  
 صحرایِ ہماری آنکھ میں اک مُشتِ خاک ہے



لبِ عیسیٰ کی جنبش کرتی ہے گوارہِ جنبانی  
 قیامت، کشہٗ لعلِ بیتاں کا خوابِ بگنیں ہے



مستی، ساقی دی غفلت دے چُکے، پچھتے مَر دی اے  
 پھل شرابوں، جا پے اک اک پپنی، نیندر ڈرتی اے  
 مان بھری برہمی دے پھٹ دے باجوں ول وچ سدھرتیں  
 سوچاں دی چولی وی تیرے ہتھوں پاٹی لکدی اے  
 جھل کھلا روں اسد اللہ ساتوں تے کچھ وی دسدائیں  
 تھل سستی دا ساڈی اکھ دے اندر اک سُٹھ مٹی اے



ہوٹھ ہلار ا جیسے دا وی سگوں پنگھوڑے دُور ہلائے  
 روز قیامت، ہوٹھ حقیقتاں مریاں دسے لسی نیندر ڈاڈھی



آندِ سیلاب، طوفانِ صدائے آب ہے  
نقشِ پا، جو کان میں رکھتا ہے انگلی جادہ سے  
بزمِ نئے وحشت کدہ ہے کس کی چشمِ مست کا  
بیشے میں نبضِ پری پنہاں ہے مریجِ بادہ سے



ہوں میں بھی تماشا ئی نیزنگ تماشا  
مطلب نہیں کچھ اس سے کہ مطلب ہی برائے



سیاہی جیسے گر جاتے دمِ تحذیر کا غدر  
مری قسمت میں یوں تصریر ہے شہائے ہجراں کی



ہڑھ دا دھڑکو، رد ہڑاں دی گر گئے کوک جھلھاراں دی  
 تاہیوں پسہ کھرے دا کتیں دیندا انگلی رستے دی  
 مے دی محفل، جھل حرلی کدھی، نشیلی اکھ سايوں  
 شیشے اندر لکی نبض، پری اے چھپل شرابے دی



میں دی آپ کر شمرہ دیکھاں سدھ سداں دی کرنی دا  
 ایہدا مطلب ایہہ نتیں، مطلب سر پر پورا ہووے



جیویں ڈگت سیاہی پیندی بکھرے دیلے ورقتے تے  
 میرے لیکھاں اندر مورت انجھدی جھر ناشاں دی



ہجومِ نالہ، حیرتِ عاجزہِ عرضِ یکِ انفاں ہے  
خموشی، ریشہ صد نیستیاں سے خسِ بندیاں ہے

تکلفِ برطرف ہے جانتاں تر لطفِ بدخویاں  
نگاہِ بے حجابِ ناز، تیغِ تیزِ عریاں ہے

ہوئی یہ کثرتِ غم سے تلفِ کیفیتِ شادی  
کہ صبحِ عیدِ مجھ کو بدتر از چاکِ گریباں ہے

دل و دیں نقدِ لا، ساقی سے گر سودا کیا چاہے  
کہ اس بازار میں ساغر، متاعِ دستِ گزداں ہے

غم، آغوشِ بلا میں پرورش دیتا ہے عاشق کو  
چراغِ روشنِ اپنا، قلمِ مصرعہ کا مرجاں ہے



پندھاں باہراں دی حیرانی، بٹھے منہ کمر لاٹاں دا  
 چپ، ترٹ لئی منہ جیویں پورا بیلا بانساں دا  
 سچی گل اے جندے جاندی ہر دی نخرے سڑیاں دی  
 تیز نظر گھنڈ لٹھی، کر دی اے کم سنگیاں تیقاں دا  
 دکھ دیاں فوجاں سکھ سواواں نوں پنج اکال لٹیاں میں  
 عید سویرا لگے جیویں پاٹا گھماں لیسہاں دا  
 دل تے دین ہی جے پئے، ساتی نال و ہار کریں  
 ایس بڑا سے، عشق پیالہ سودا بلدا نقداں دا  
 غم، جھٹکھ دی جھولی اندر پانہاوا عاشق دا  
 اپنا بلدا دیوا، مونگا جھلنجے چڑھے سمندراں دا



نموشیوں سے تماشا ادا نکلتی ہے  
نگاہِ دل سے تری سُرْمہ سا نکلتی ہے

قنارِ تنگیِ خلوت سے بنتی ہے شبنم  
مباحِ طہنجہ کے پردے میں جا نکلتی ہے

نہ پوچھ سینہ عاشق سے آبِ تیغِ نگاہ  
کہ زخیمِ روزِ در سے ہوا نکلتی ہے



چُپ دے اندروں دی پئی رنگارنگ ادا نکلی  
تیری اکھ دلوں سُرے دی دھاری کھانکلی

اکلا پے دی سوڑ پیڑے تاں ایہہ تریل بنے  
دارجے کر منہ میٹھے پھل دی بُکلی جانکلی

میں کشاری دے نہ جو ہر کچھ توں عاشق توں  
بُو ہے دے جھرنے دے زخموں چیر ہوا نکلی





جس جانِ نسیم شانہ کش زلفِ یار ہے  
نافہ، دماغِ آہوئے دشتِ تنار ہے

کس کا سراغِ جلوہ ہے حیرتِ کرے خدا  
آئینہٴ فرشِ ششِ جہتِ انتظار ہے

ہے ذرہ ذرہ، تنگیِ تجا سے غبارِ شوق  
گر دامِ یہ ہے، وسعتِ صحرانگار ہے

دلِ مدعی و دیدہ بنا مدعا علیہ  
نظارہ کا مقدمہ پھر ردِ بکار ہے

چھڑکے ہے شبنمِ آئینہٴ برگِ گل پہ آب  
اے عنذلیب! وقتِ وداع بہار ہے



دھتے پُرمے کنگھیاں دانگ سوارن زلفاں یار دیاں  
ادتھے نانے وٹن پتیاں بنگیاں برگ تار دیاں

کیڑے حُسن دا اُیر کھڑا پئی لُجھدی بربا حیرانی  
ٹھہر ٹھیشے دا، چارے خداں زین اڈیک منار دیاں

ڈرہ ڈرہ تھاں دی سوڈ نیڑے شوق دی ڈھوڑ بنی  
ایو جال تے پھسیاں سمجھو کھٹکھاں جگ سنسار دیاں

دل نے اکھیاں تے دیکھن دے جُرم کچھری کیتی اے  
وہج عداوت ہون گیاں اُج بٹھاں دوجی دار دیاں

دِتا تریل ترونکا پانی دا پھسل پتیاں سِیشے تے  
لبِسل مویے سرتے گھڑیاں کھڑیاں ٹرن بہار دیاں

تجّ آپڑی ہے وعدہ دہدار کی مجھے  
وہ آئے یا نہ آئے پر یاں انتظار ہے

بے پردہ سوتے دادی بچنوں گزر نہ کر  
ہر ذرہ کے نقاب میں دل بیکار ہے

اے عنذیب! یک کفِ خس بہرِ آشیاں  
طوفانِ آمد آمدِ فصلِ بہار ہے

دل مت گنوا، خبہ نہ سہی، سیر ہی سہی  
اے بے دماغ! آئینہ تماشال دار ہے

غفلت کفیلِ عمر و اسدِ ضامنِ نشاط  
اے مرگِ ناگہاں، تجھے کیا انتظار ہے

گل پئی گل میرے بیل آؤن وا لارا لایا اسے!  
 بوہڑے یا نہ بوہڑے ایتھے رہن اڈیکاں یار دیاں

منہ توں کپڑا لاہ کے بجنوں دی گھاٹی نہ منہ کرنا  
 ذرے ذرے دے گھنڈ مگروں لگیاں واہاں مار دیاں

بلبل جھلے آہنے دے تہی نکھاں دی مسٹھ سانجھ بوس  
 اک تیرا نئیں رہنا کانگاں چڑھیاں آؤن بہار دیاں

دل مت کہتے وںجائیں بندیا واماں نئیں تے جھاماں سہی  
 بے مٹیا شیشے اندر تصویراں بشکاں مار دیاں!

غافل دی بھل سدا حیاتی ، غالب ٹھیکے عیشاں دے  
 کس انا بیٹے مورتے! کیسہ نہیں دیراں ایس شکار دیاں



آئینہ کیوں نہ دُوں کہ تماشا کہیں جسے  
 ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے  
 حسرت نے لار کھا تری بزمِ خیال میں  
 گلہ مستہ نگاہ، سویدا کہیں جسے  
 پھونکا ہے کس نے گوشِ محبت میں اے خدا  
 افسوں انتظار، تمنا کہیں جسے  
 ہر پرے ہجومِ دردِ غریبی سے ڈالنے  
 وہ ایک مُشتِ خاک کہ صحرا کہیں جسے  
 ہے چشمِ تر میں حسرت دیدار سے نہاں  
 شوقِ عنایاں گیسختہ، دریا کہیں جسے  
 درکار ہے شگفتنِ گلہائے عیش کو  
 صبح بہار، پنبہ مینا کہیں جسے  
 غالبِ برآ نہ مان، جو واعظِ بُرا کہے  
 ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے



شیشہ کیوں نہ دیواں مکھ دکھاوا آکھن جنہوں  
 کہتوں لچہ لیاواں تیرے درگا، آکھن جنہوں  
 سدھراں تیری یاداں دی محض دج آن سمایا  
 نظراں دا پھل چھپا، سَل لکھکھا آکھن جنہوں  
 رتبا! کتھے پریت کٹونی دتا چوک ازل توں  
 منتر آس اڈکیاں والا اچھیا آکھن جنہوں  
 بھیڑ غماں دی ہتھوں رلے رلے برتے پاتے  
 اوہو، اک ٹٹھ مٹی، ریت بریا آکھن جنہوں  
 درشن دی تریہ پاروں شٹاٹھاں ماے لکھاں اندر  
 شوق اُتھو کڑیا لے ٹٹا، دریا آکھن جنہوں  
 عیساں دے پھل تاں کھڑے نیں میخو اراں دی کھاری  
 فجر کھڑے ادھ، تو مل دے منہ گوہڑا آکھن جنہوں  
 غالب دل نہ ڈھائیں جیکر مٹاں بھیڑا آکھی  
 جگ تے ہے کوئی انجدا سائے چوگلا آکھن جنہوں



شبِ نیم بہ گل لالہ نہ خیالی زادہ ہے  
داغِ دل بیدرد، نظرِ گاہِ حیا ہے

دلِ خوئے شدہ کشمکشِ حسرتِ دیدار  
آئینہ، بدستِ بُتِ بدستِ حنا ہے

شعلہ سے نہ ہوتی، ہو بس شعلہ نے جو کی  
جی کس قدر افسردگیِ دل پہ جلا ہے

تمثال میں تیری ہے وہ شوخی کہ بصدِ ذوق  
آئینہ، باندِ از گل، آغوشِ کشا ہے

قمری کفِ خاکِ تر و بلبِ قفسِ رنگ  
اے نالہ نشانِ جگر سوختہ کیا ہے

خوئے تری، افسردہ کیا وحشتِ دل کو  
معتوقی و بے حوصلگیِ طرفہ بلا ہے



لاے دے پھل تریل تریلی، ٹٹکا کدوں دکھا لا اے  
پناں وداگوں داغ ولے دا، شرم حیا دا گھانا اے

درشن دے نئی سسکیریاں کچیاں دل نوں رت رنگیا چا  
مستے مادھو دے ہتھ ہندی لگی، اگے شیشا اے

لُب کولوں نہ ہندی لُب دی منگ نے جو کچھ کہتی ہے  
بچھے ہوئے دل دی سادوں اندر کیڈا بلیا اے

تیری صورت دے ہسکارے پاروں سوسو بٹکاں سُو  
شیشہ وی پھسل دا نگوں اپنی جھولی آڈی بیٹھا اے

قسری اک مُٹھ ہستی دی تے بیل اک پنجا رنگ دا  
ہوکاں باہجوں سرے کھینچے دی دس پاندا کیڑا اے

تیرے ٹھنڈے گھوللاں دل دے ہلکاں سیرپانی پایا  
مشتوقی تے کبھی کوٹھی عاشق دے سر آرا اے



مجبوری و دعوائے گرفتاری اُلفت  
دستِ تہِ سنگِ آمدہ ، پیمانِ وفا ہے

معلوم ہوا حالِ شہیدانِ گزشتہ  
تینِ ستم آئینہٴ تصویرِ نما ہے

اسے پر تو خورشیدِ جہاں تابِ ادھر بھی  
سائے کی طرح ہم پہ عجب وقت پڑا ہے

ناکردہ گناہوں کی بھی حسرت کی طے داد  
یا رب اگر ان کردہ گناہوں کی سزا ہے

بیگانگیِ خلق سے بے دل نہ ہو غالب  
کوئی نہیں تیسرا تو مری جانِ خدا ہے

مَن مجبور کرے تے کاہدا مان پریت شکجے دا  
 بچ و ف دی پالن، جیویں پڑھتے ہتھ آیا اے  
 لگدا اے ساتھوں پہلاں دی کئی بے دوسے کُتھے نیں  
 تیری ظلم کشاری ریشیے اوہناں دامنہ دسا اے  
 جگ تے چان و نڈ دیا سرجا، اک بشکارا ایدھر دی  
 ساڈے تے پڑچھا دیں وانگوں ڈاڈا اوکھا ویلا اے  
 جیہڑے پاپ کمانتیں سکيا اوہناں دی شاہادی دے  
 ربا جے کجھ پاپ کمانتیاں بلنا دد نزخ بدلہ اے  
 دُنیا جے چھڈی تے غالب اکا دل نہ چھڈیں توں  
 جے کرنیں کوئی تیرے دل دا، رب تے تیرے دل دا لے



منظور تھی یہ شکل تجستی کو نور کی  
 قسمت کھل ترے قد و رخ سے نہ نور کی  
 اک خوشچکاں کفن میں کروڑوں بناؤ ہیں  
 پڑتی ہے آنکھ تیرے شہیدوں پر حور کی  
 واعظ نہ تم پیو نہ کسی کو پلاسکو!  
 کیا بات ہے تمہاری شرابِ طہور کی  
 لڑتا ہے مجھ سے خشر میں قاتل کہ کیوں اٹھا  
 گویا ابھی سنی نہیں آوازِ حضور کی  
 آمد ہمار کی ہے جو بلبل ہے نغمہ سنج  
 اڑتی سی اک خبہ ہے زبانی طہور کی  
 گواں نہیں پہ واں کے نکالے جوتے تو ہیں  
 کعبے سے ان بُتوں کو بھی نسبت ہے دُور کی  
 کیا فرض ہے کہ سب کوٹے ایک سا جواب  
 آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کہو طہور کی  
 گرمی سنی کلام میں یسکن نہ اس قدر  
 کی جس سے بات اس نے شکایتِ ضرور کی  
 غالب اگر سفر میں مجھے ساتھ لے چلیں  
 حج کا ثواب نذر کروں گا حضور کی!



ایہ صورت نظراں درج سی رکھی، لشکاں نورِ دیاں  
 تیرے مُکھو تے چھوٹے رکھیاں عجزِ تاں آن ظہورِ دیاں  
 اکو رتو رت کفن دے مکھ کردڑ کر شے میں  
 تیرے کُتھیاں آتے آکے ٹھہرنِ نظراں نورِ دیاں  
 مُلاں جی، نہ آپ پیو نہ ہرداں نوں گھٹ دے سکو  
 بڑیاں دُھماں بہن تہاڈی ایس شرابِ طہورِ دیاں  
 ہر کپ حشر دھاڑے میرے ہرنوں آدے اُٹھیا کیوں  
 جیویں داجاں سُنیاں نیس سدا سرا فیلی صورِ دیاں  
 ڈھکیاں آؤن بہاواں تاہیں بلبلِ کافورن پاندی ہے  
 اڈ دیاں اڈ دیاں خبراں میں منہ چڑی جیوڑیو دیاں  
 بہا دیں او تھے نیس پراو تھوں دے اسی کڈھے ہوتے نیس  
 کجے تے بُتاں دیاں سا کا چاریاں نکلی نورِ دیاں  
 ایسہ کوئی گل اُٹل نیس سبناں دے نئی اکو موڈا ہے  
 آؤ خاں اک دار اُسی دی کرے سیراں طہورِ دیاں  
 شَب بول بلارا سستی تیرا پر ایڈا کیسہ ہویا  
 چٹھاں نال کرد گل کرن شکایتاں ایس فتورِ دیاں  
 غالب جے کرکے دے ہینڈے مینوں دی لے ٹر دے  
 جج دیاں نیک کاسیاں کردانڈاں آپ حضورِ دیاں



غم کھانے میں بڑا دلِ ناکام بہت ہے  
 یہ رنج کہ کم ہے مئےِ گلغام بہت ہے  
 کہتے ہوتے ساقی سے حیا آتی ہے ورنہ  
 ہے یوں کہ مجھے دُرِ درِ تہِ جام بہت ہے  
 نے تیر کماں میں ہے نہ صیتا دکیں میں  
 گوشے میں قفس کے مجھے اکرام بہت ہے  
 کیا زہد کو مانوں؟ کہ نہو گر چہ ریائی  
 پاداشِ عمل کی طبعِ خام بہت ہے  
 ہیں اہلِ خرد کس روشنیِ خاص پہ نازاں  
 پابستگِ رسمِ درو عام بہت ہے  
 زمرم ہی پہ چھوڑو مجھے کیا طوفِ حرم سے  
 آلودہ رہے، جامہٴ احرام بہت ہے  
 ہے قہر، گر اب بھی نہ بنے بات کہ ان کو  
 انکار نہیں اور مجھے ابرام بہت ہے  
 نحوں ہو کے جگر آنکھ سے ٹپکانیں اے مرگ  
 رہنے دے مجھے یاں کہ ابھی کام بہت ہے  
 ہو گا کوئی ایسا بھی کہ غالب کو نہ جانے  
 شاعر تو وہ اچھا ہے پہ بدنام بہت ہے



غم کھان توں دل بھیسٹا بیزار بتیرا اے  
 تھڑ جان شدا باں دا، آزار بتیرا اے  
 گل دس دیاں ساقی نوں گھاٹ آؤندی لے پر مینوں  
 گل رنج دی اے پیالے دا تھلیا ر بتیرا اے  
 کوئی تیسرے کمانے نہیں، صیاد مچانے نہیں  
 بچ پنجرے ای دل میسا سرشار بتیرا اے  
 کیہ زہد مصطفیٰ دا، نسیں بھاویں دکھالے دا  
 پھل کیتیاں دا لالچ کچھڑا ر بتیرا اے  
 منت والیاں دی کیڑی، خاصاں دی ڈگر تلی!  
 عامان دیاں رسماں دا منجھار بتیرا اے  
 زمزم تے رہواں بیٹھا کیہ ریچ طوافاں دا  
 احرام منے بھجیا، سدکار بتیرا اے  
 ہے قسم جے ہن دی نہ گل بات بنے اوتھے  
 اوہ راضی تے مینوں دی اصرار بتیرا اے  
 رت ہو کے جگر اکھنوں دسیا نہ لے موتے  
 کچھ مہلت دے حالی کم کار بتیرا اے  
 انجدا دی کوئی ہوسی، غالب دا جو نہیں جاتو  
 شاعر تے بلا ہویا پر خوار بتیرا اے

۱۔ دود۔ تلچٹ۔ دھتے توں تھلیا میرا اپنا تصرف لے مرجم۔ ۲۔ غام۔ کھا توں  
 کھیلا دی میرا اپنا تصرف لے مرجم۔



مُدّت ہوئی ہے یار کو مہماں کئے ہوئے  
 جوشِ قدح سے بزمِ چراغاں کئے ہوئے  
 کرتا ہوں جمع پھر جسگرِ لُخت لُخت کو  
 عرصہ ہوا ہے دعوتِ مژگاں کئے ہوئے  
 پھر وضعِ احتیاط سے رُکنے لگا ہے دم  
 برسوں ہوئے ہیں چاکِ گریباں کئے ہوئے  
 پھر گرمِ نالہ ہاتے شہرِ بار ہے نفس  
 مُدّت ہوئی ہے سیرِ چراغاں کئے ہوئے  
 پھر پریشِ جراحِ دہا کو چلا ہے عشق  
 سہاں صد ہزار نمسکداں کئے ہوئے  
 پھر بھر رہا ہوں خامۂ مژگاں بخونِ دل  
 سازِ چمنِ طہرازیِ داماں کئے ہوئے  
 باہمِ گرہ ہونے ہیں دل و دیدہ پھر رقیب  
 نظارہ و خیال کا ساماں کئے ہوئے  
 دل پھر طوافِ کوئے ملامت کو جاتے ہے  
 پندار کا صنم کدہ دیراں کئے ہوئے



عمریں بیت گئیاں نہیں سُدیا یار پر وہناں کر کے  
 محفل بچ نہیں بالے دیوے ہتھ شراہاں کر کے  
 فیہ کراں پیاکٹھ اُج کلیجا بوٹی بوٹی!  
 پلکاں تیسرے دنگارے نہیں میں چرتوں آساں کر کے  
 فیر سنبھالاں کر دے کر دے دم گھٹ چلتا سائیاں  
 دُرھیاں سیتی ڈٹھانیں نہیں گھماں بیراں کر کے  
 فیر اُج تئیاں ہاتھواں بنیاں لبیاں دے شرلاٹے  
 اودر پئے ساں دیوالی دیاں موج ہساراں کر کے  
 فیر اُج زخمی دل دی سُرَت خبہ نوں عشق تیارے  
 پیسے نوں دیاں ہتھ پٹیاں دارو ساتاں کر کے  
 فیر اُج نوک پلک دی کافی ڈوباں دل دی رتے  
 جھولی نوں چسکاری کرنا چھیٹاں چھیٹاں کر کے  
 فیر اُج دل تے اکھیاں ہونے اک دوجے دے دوجی  
 اک خیالی اک دکھالی بتیاں بریاں کر کے  
 فیہ اُج دل بدنام لگی دیاں تھجاں نوں پیانے  
 آکر ٹھکانی دابٹ خانہ آکا مٹھیاں کر کے



پھر شوق کر رہا ہے خریدار کی طلب  
 عرضِ متاعِ عقل و دل و جاں کئے ہوئے  
 دوڑے ہے پھر ہر ایک گلِ دلالہ پر خیال  
 صد گستاں نگاہ کا سا ماں کئے ہوئے  
 پھر چاہتا ہوں نامہٴ دلدار کھولنا  
 جاں نذرِ دلفریبیِ عنقاں کئے ہوئے  
 مانگے ہے پھر کسی کو لبِ بام پر ہوس  
 زلفِ سیاہِ رُخ پہ پریشاں کئے ہوئے  
 چاہے ہے پھر کسی کو مقابل میں آرزو  
 سرمہ سے تیز دشمنہٴ مژگاں کئے ہوئے  
 اک نو بہارِ ناز کو تاکے ہے پھر نگاہ  
 چہرہٴ فردِ بخ سے گستاں کئے ہوئے  
 پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑے رہیں  
 سرِ ذریعہٴ بابرِ منتِ درباں کئے ہوئے  
 جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے راتِ دن  
 بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کئے ہوئے  
 غالب ہمیں نہ چھیڑ کہ پھر جویشِ اشک سے  
 بیٹھے ہیں ہم تہیتہٴ طوفاں کئے ہوئے

فیراج شوق وکن تے تلیا لبھدا حسن بپاری  
 دل چند جان تے سرتاں سو جہاں سب کجھ ننداں کر کے  
 فیر دھیمان پڑے ہر پاسے پھسل گلاباں آتے  
 رنگ رنگ دی پھلواری اکھ شیشے پڑ چھاواں کر کے  
 فیراج میسراجی کردا میں خط کھو ہاں دلبردا  
 من موہنے سرنا نویں توں صدقے سو جاتاں کر کے  
 فیراج کوہٹے اُتوں کوئی اکھیاں دی تریہ تھکے  
 کالیاں زلفاں جین ٹمکھڑے تے تاراں تاملہاں کر کے  
 فیراج بکت دی پکت تے بیہکے کوئی اکھیاں میلے  
 چھریاں پلکاں اُتوں کھلے دھار ترکتھیاں کر کے  
 فیراج نظریاں آوے کوئی سوہل ملوک جوانی  
 ٹمکھڑاں مال شہر اباں لالی، باغ ہاراں کر کے  
 فیرکے جی رنج کسے دے بوہے تے پے رہے  
 بسراپنا راکھے دے بجائے تھتے نیواں کر کے  
 فیہر طبیعت ادھو دیہلاں لبھدی اُٹھے پرے  
 بیٹھے رہے دلبر نوں سوچاں وچ کتھیاں کر کے  
 غالب ٹوہ نہ ساٹوں ہنجہ اکھیاں نوں پے آکھے  
 بھرے بھراتے بیٹھے آن اک ہڑھ واسا تاں کر کے



نویدِ امن ہے بیدارِ دوستِ جہل کے لئے  
 رہی نہ طرزِ ہستم کوئی آسماں کے لئے  
 بلا سے گر مژدہ یارِ تشنہٴ خوئے ہے  
 دکھوں کچھ اپنی بھی مرگانِ خونچکاں کے لئے  
 وہ زندہ ہم ہیں کہ میں رُوشناسِ خلق لے خضر  
 نہ تم کہ چور بنے عمرِ جبا و دال کے لئے  
 رہا بلا میں بھی میں مبتلا تے آفتِ رشک  
 بلا تے جاں ہے ادا تیری اک جہاں کے لئے  
 فلک نہ دور رکھ اس سے کہ ایک میں ہی نہیں  
 دراز دستیِ قاتل کے امتحان کے لئے  
 مثال یہ مری کوشش کی ہے کہ مرغِ امیر  
 کہے قفس میں فراہمِ خسِ آشیاں کے لئے  
 گدا سمجھ کے وہ چپ تھا مری جو شامت آئے  
 اٹھا اور اٹھ کے قدم میں نے پاسبان کے لئے



دلبر دے آزاروں دی شکھ سنجیا سا ہواں جوگا  
 ظلم تہ نہ بچیا نئیں کوئی آسماناں جوگا  
 ہرن پتیاں جے یار ویاں پلکاں نہیں لسو ترہیاں  
 کجھ تے سانجھاں اپنی وی رت دیاں پلکاں جوگا  
 جیونہ ساڈا، جیہڑے خضر اخلاقت ساہویں دے  
 تیرا کھب جیونہ، جو لگیوں جُگ جُگ عزاں جوگا  
 عشق دی پچا ہی اندر دی میں پچا ہتھاں ٹھول منہاں  
 جند ڈی دا پچا ہ بنیا تیرا خضر سنجناں جوگا  
 تقدیرے کر دور نہ اوہدے توں مینوں نئیں اتھے  
 سرکپ ہتھوں لیتاں ماراں دی آزمیشاں جوگا  
 میرا شکھ بھالن دی رنج اسے جیویں قیدی کھنڈ  
 پنجرے اندر آٹھنے لئی لکھ چکے قیساں جوگا  
 منگتا جان، رہیا اوہ ٹلیا ہیری ہوئی آئی  
 اٹھ کے جارا کھ دے قدمیں لگا خیراں جوگا

بقدر شوق نہیں غریب تنگنائے غزل  
 کچھ اور چاہتے دسعت مرے بیاں کے لئے  
 دیا ہے خلق کو بھی تا اسے نظر نہ لگے  
 بنا ہے عیش تجمل حسین خاں کے لئے  
 زباں پہ بارِ خدا یا یہ کس کا نام آیا؛  
 کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لئے  
 نصیرِ دولت و دیں اور معینِ بخت و ملک  
 بنا ہے چرخِ بریں جس کے آستان کے لئے  
 زمانہ عہد میں اس کے ہے محورِ آرائش  
 بنیں گے اور ہی تارے اب آسماں کے لئے  
 ورقِ تمام ہوا اور مدح باقی ہے  
 سفینہ چاہتے اس بحیرہ پیکراں کے لئے  
 ادائے خاص سے غالب ہوا ہے نکتہ سرا  
 صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

نہر غزل دی بٹہ نہ جھٹکتے ہٹا نہیں شوق برابر  
 ایمنوں کھلیاں کر جائیے کچھ ہو رہا بیاناں جو گکا  
 نظرے جان توں بچ رہے، تاہیوں ہو رہاں توں وی ٹٹیا  
 عیش افسند نہرا سی خان تجمل ہو رہاں جو گکا  
 صدقے جائیے رہا کیسٹا ناں آج لیا زبانون  
 میری جیسے دامنہ گفت راں چٹیا بھاگاں جو گکا  
 دین دنی دارا کھا دیں نکالے دے سرمٹھا اے  
 عرش برین بنایا رب نے جیدی برو نہاں جو گکا  
 جگ سارا ایسے جگ اندر لگا ہار شنگارے  
 مارے ہو رہے ہو رہے گے چن آسماناں جو گکا!  
 درقا لگ گیا پر حالے صفت ثنائیں مکتی  
 بیسٹا ہو دے ایڈے وڈے کھل سمندراں جو گکا  
 خاص نتارا کر کے غالب شعر الاپاں دکرے  
 عام ونگارا اے دانے پردھانے سبناں جو گکا

# منقبت

سازِ یک ذرہ نہیں فیضِ چمن سے بیکار  
 سایہ لالہ بیدارِخ، سویدائے بہار  
 مستیِ بادِ صبا سے ہے بعدِ ضیہ  
 ریزہ شیشے، جو ہر تیغِ کُمار  
 سبز ہے جامِ زمرود کی طرحِ دلِ پلنگ  
 تازہ ہے ریشہ نارنجِ صفت، روئے شرار  
 مستیِ ابر سے گلچینِ طرب ہے حسرت  
 کہ اس آغوش میں ممکن ہے دو عالمِ کافشار  
 کوہِ وصال ہمہ معموری شوقِ بلبَل  
 راہِ خوابیدہ ہوئی خندہ گل سے بیدار  
 سوئے ہے فیضِ ہوا، صورتِ شرکانِ قیم  
 سرِ نوشتِ دو جہاں ابر، بیکِ سطرِ خبار  
 کاٹ کر پھینکے ناخن تو بانڈازِ ہلال  
 قوتِ نامیہ اس کو بھی نہ چھوڑے بیکار

## امیر المومنین علی ابن ابی طالب دی شان وِچ

ذرے ذرے دُنڈیاں نیں تاں تیراں فیض بہاراں  
 پھل دی رتے چتر کھکھوں لائے پھل پُرجاناں  
 مستی بھجیاں پُریاں نے، ہریالی اِنج کھلاری  
 مے دی بوتل کرچاں وانگوں، جوہر تیغ بہاراں  
 چھتے دا ڈب ساوا جا پے چسویں جام زُمرّد  
 نارنگی دے ریشے وانگوں بس بس کردیاں چچکاں  
 بدلاں دی مستی میری دی سدھرتے پھل کیرے  
 اینتاں دی جھولی وِچ کر دے دوجا مَوج بہاراں  
 کیہ پرست کیہ جنگل بیلے تھاں تھاں بلبل چکے  
 سبیاں راسواں دے وِچ ہندے پھل پے کھولن اتھاں  
 چیت سے دے پُریاں نے اک ٹھٹھڑی اکھ وانگوں  
 سارے بدل یکھے لائے اکسے سطر غباراں  
 نوٹھ دی لاہ کے سٹھے، اوہنوں پہلی دے چن وانگوں  
 وادھے پین دیاں ہمتاں نے ہردم کرنا وڈیاں



کف ہر خاک بگردوں شدہ قمری پرواز  
 دایم ہر کاغذ آتش زدہ، طاؤس شکار  
 میکدے میں ہو اگر آرزوئے گل چینی  
 بھول جا یک قدح بادہ، بطنی گلزار  
 موج گل ڈھونڈ بخت کدہ غنچہ باغ  
 گم کرے گوشہ میخانہ میں گر تو دستار  
 کھینچے گرانی اندیشہ چمن کی تصویر  
 سبز مثل خط نوخیز ہو، خط پر کار  
 صل سے کی ہے پئے زمزمہ مدحت شاہ  
 طوطی سبز کھسار نے پیدا، منتظر  
 وہ شہنشاہ کہ جس کی پئے تعمیر سرا  
 چشم جبریل ہوئی قالبِ خشت دیوار  
 فلک العرش، ہجوم خم دوش مزدور  
 رشتہ قیض ازل، سازِ طناب معمار  
 سبز نہ چمن و یک خط پشت لب بام  
 رفعت ہمت صد عارف و یک اورج حصار  
 واں کے خاشاک سے حاصل ہو جسے یک پر گاہ  
 وہ رہے مروحہ بال پری سے بیزار

ہنسی دی مٹھ دل آسان اڈایاں گھگھکیاں اڈن  
 آگ سڑے کاغذ دی جہاں پھاہیاں پاندی موراں  
 جے میخانے اندر پچس رولن دی ستھر ہو دی  
 اک شراب کٹوہ رکھ کے دیکھ کدی وچ باگاں!  
 جے توں پت کھڑائیں بکھرے میخانے دی نمکری  
 باغ دیاں کلیاں دی بٹکوں تبتھیں چھل گلاہاں  
 جے منکراں دا مانی پچھتے پھلواڑی دی مورت  
 انس دی مس ہریالی وانگوں ہریاں ہوں لکیراں  
 شاہ علی دی صفت شہ دے گیت الاپن کیتے  
 پر بت ہریالی دے ہرل چنچھ گھڑائی لالاں  
 اوہ شاہاں دا شاہ جیہدا اک محل آسان دے لئی  
 جہرائیسل دی آکھ دا ڈیلا پہلی ات بنیاداں  
 نانواں عرش دی کامے وانگوں اڈاڑ کتا ہویا  
 ڈوری فیض ازل تھیں آئی ہسل بنائی راجاں  
 تہ باگاں دی ہریالی دا ساوا خط بنیرے  
 سو عارف دا زور اچیرا، اودھر کوٹ اچیاں  
 چٹھاں نوں اوتھوں دے کوڑے توں تبتے کھمب تیل  
 ہریاں دے پر پکتے دی نہ جھٹن عاشق جاتاں

خاکِ محمدائے بخت، جو ہر سیرِ عرفا  
چشمِ نقشِ قدم، آئینہٴ بختِ بیدار  
دردِ اس گرد کا، خوردِ شید کو آئینہٴ ناز  
گردِ اس دشت کی، امید کو احرامِ بہار  
آفتابِ نقشِ کو ہے داں سے طلبِ مستیِ ناز  
عرضِ خمیازہٴ ایباد ہے ہر موجِ غبار

## مطلع ثانی

فیض سے تیرے ہے اے شمعِ شبتانِ بہار  
دلِ پروانہٴ چہ راغاں، پیرِ بیلِ گلزار  
شکلِ طاووس کرے آئینہٴ خانہٴ پرواز  
ذوق میں جلوے کے تیرے ہوائے دیدار  
تیری اولاد کے غم سے ہے بڑے گردوں  
سلکِ اختریں، مہ نو، مژدہٴ گوہرِ بار  
ہم عبادت کو ترا نقشِ قدم، مہرِ نماز  
ہم ریاضت کو ترے حوصلے سے استغفار

خاکِ نجف دے ریتِ سوتے عاشقِ لشکاں جلدے  
 پیرِ کھرے دی آکھ دے شیشے بخت دکھائے شکلاں  
 ایہناں دھوڑاں دے شیشے وچ سوچ دی مُنہ دیکھے  
 ایس بریتے دُٹیاں، آساں لئی احرام بہاراں  
 خلیفتِ کاری نوں دی او تھوں مان نشے دی مُنگاے  
 مَوجِ غباراں اندر اکڑ لیں ایکسا دصنا تاں

### مطلعِ ثانی

چیت چبارے چن چراغاں تیرے دم دیاں کاراں  
 دل پروانے دا دیوالی بلبلس کھب گلاباں  
 شیش محل اڈاری مارن، سوراں اڈنی اڈوے  
 تیرے دیکھن دی تریہ لے کے نالے درشن بھکتاں  
 تیرے پتراں دے غم اندر، آسماناں تے جا پے  
 موتی وُسدی پپنی پسلی دا چن، تارے ڈودراں  
 دہرِ عبادت تیرا ایر کھرے دا سجدہ گاہ لے  
 زہدِ ریاضت اندر تیری ہمشر پشت پناہواں

مرج میں تیری نہاں ، زمزمہٴ نعتِ نبیؐ  
 جام سے تیرے عیاں بادۂ جوشِ اسرار  
 جوہرِ دستِ دعا آئینہٴ یمنی تاشید  
 یک طرف نازشِ مرگان و دگر سو، غمِ خار  
 مردِ ملک سے ہو عزائے اقبالِ نگاہ  
 خاکِ در کی تری ، جو چشمِ نہوا آئینہٴ دار  
 دشمنِ آلِ نبیؐ کو بطربِ خاندۂ دہر  
 عرضِ خمیازہٴ سیلاب ہو طاقِ دیوار  
 دیدہٴ تاولِ استد: آئینہٴ یک پر تو شوق  
 فیضِ معنی سے خطِ ساغرِ راقم بہرشار

تیری صفت سنا دے اندر نعت نبی سرور دی  
 تیرے پریم پیالے ڈبیاں، اذلی بحیت شرایاں  
 ہتھ دُعا دے شیشے جو ہر تاثیراں و تراوی  
 - زبجیاں پلکاں زں پُچل نازاں، ساٹے غم دیاں سولاں  
 ادھری دھیری اندر نظیراں بخت مگاناں جھکتی  
 جیہڑی اکھ شیشے زلنگن تیری برو نہریاں مٹیاں  
 آل نہی دا ویری جیہڑا جگ دے خوشیاں دیہڑے  
 اوہرے پوہویاں کندھاں دی چا آکر بھجن کاناں  
 پلکاں توں دل تیک اسدا اللہ ڈلھکے عشق حضوری  
 فیض حقیقی پاروں شاعر بھریاں پریم ضراحیاں

# منقبت

دہریز جملہ یکتاں معشوق نہیں  
 ہم کہاں ہوتے اگر حسن نہ ہوتا خودی  
 بیدل ہائے تماشا کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق  
 'بے کسی ہائے تمنا کہ نہ دنیا ہے نہ دیں  
 ہرزہ ہے نغمہ زیر و بم ہستی و عدم  
 لغو ہے آئینہ فرق جنوں و تمکیں  
 نقش معنی ہمہ خمیازہ عرض صورت  
 سخن حق ہمہ پیمانہ ذوقِ تحسین  
 لاف دانش غلط و نفع عبادت معلوم  
 دُردِ یک ساغرِ غفلت ہے چہ دنیا دہ دیں  
 مثل مضمون وفا باد بدست تسلیم  
 صورتِ نقشِ قدم، خاکِ بفرقِ تمکیں  
 عشق بے زبطی شیرازہ اجزائے حواس  
 وصل، زنگارِ رُخ آئینہ حسنِ نقیس

## امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ دی شانِ ٹیچ

جگ تے کجھ دی نیس، معشوق دیاں نیں سبھے بشکاں  
 اپنا آپ جے حُسن نہ دیندا، اسی دی کتھے ہیاں  
 بھجیاں دلاں نظارے لے نہ متاں تے نہ چتاں  
 ٹٹیاں دلاں ہمارے لے، دِج دُنیا نہ ایماناں  
 بے سُرَتی اے تھینا کول تیور موت حیات  
 بے شرمی اے جے دکھ جانو جھل پئے تے عقلّاں  
 اہل حقیقت سب ظاہر داری دی آکر ڈر کھدے  
 قول حقیقت سب ایہناں دے قول صفت دُویاتیاں  
 دانشمند دی پھڑھ جھوٹھی، نفعے نمازاں کاہے  
 غفلت جام دی تلچھٹ نیں کیہ عقلّاں کیہ ایماناں  
 نچ پالی دی گل دانگوں ساو ہونا دی مارے  
 اُیر کھرے دے دانگوں اکھاں دے سر گھٹے مٹیاں  
 عشق آج ہوش حواس دی بُکھر کھل جان داناں اے  
 وصل، یقین دے مکھ شیشے تے جیڑن زنگار جہانیاں



کو کہیں، اگر سنہ مزدورِ طرب گا و رقیب  
 بے ستوں، آئینہ خوابِ گراںِ شیریں  
 کس نے دیکھا نفسِ اہلِ وفا آتشِ خیز  
 کس نے پایا اثرِ نالہ و لہائے حزیں  
 سامعِ زمزمۂ اہلِ جہاں ہوں یہ سن  
 نہ سرورِ برگِ ستائش، نہ دماغِ نفیس  
 کس قدر ہرزہ سدا ہوں کہ عیاذ باللہ  
 یکے قلمِ خارجِ آدابِ دثار و تمکین  
 نقشِ لائحہ عملِ لکھ اسے خامۂ ہڈیاں تحریر  
 یا علی عرض کر اے فطرتِ دسواں قریں  
 منظرِ فیضِ خدا، جانِ ودل ختمِ چرچل  
 قبلۂ آلِ نبی، کعبۂ ایجادِ یقتیں  
 ہو وہ سدا مایۂ ایجاد، جہاں، گرمِ خدام  
 ہر کعبۂ خاک ہے داں گردۂ تصویرِ زمیں  
 جلوہ پرداز ہو نقشِ قدم اس کا جس جا  
 وہ کعبۂ خاک ہے، ناموسِ دو عالم کی امیں  
 نسبتِ نام سے اس کے ہے یہ رتبہ کہ رہے  
 ابدِ آپشتِ فلک، خم شدہ تازی زمیں

خسرو شاہ دی ماڑی سی مسرہ باد دہاڑی دارا  
 پرہت سی شیریں دی پتھر زیندہ سرنانواں  
 بکنے ڈٹھے عاشق دی ہاتھوں دے لمبوں دے  
 کتنے ڈٹھیاں دل سٹریاں دیاں ہوکاں وچ تاشیراں  
 جگ دسنیکاں دے سب اچھے بول تے سن داہاں میں  
 پر میں نہ ڈڈیا تیاں جوگا، نہ میں نک چڑھاناں  
 میں وی کیڈا منہ پھٹ ہویاں، رُب بچائے مینوں  
 اکو تک میں اُردی بھتی جاتاں اوہ آداہاں !  
 بلکہ تعونید للاحول ولأدا بول بکاندے تے  
 نعرہ مار علی دا طبع ڈراکل نوں پیا آکھاں  
 منہر فیض جلی دا اوہ چند جان رسول اللہی  
 قبلہ آل نبی وانا لے کعبہ خلق یقیناں  
 خلقت کاری داتھنہ زادہ جتھے سیراں کردا  
 اوتھوں دی اک اک مُٹھ مٹی گھیرے نقش زمیناں  
 اوہا ایر کھڑے دا جتھے جتھے لشکاں مارے  
 اک مُٹھ مٹی پتے پنھدی عزت دوہاں جہاناں  
 اوہے ناں دی نسبت لے کے ایڈی اچھی ہوئی  
 حشراں تیسر کھنڈتیں کرنی مٹی ول آسماناں

فیض خلق اس کا ہی شال ہے کہ ہوتا ہے سدا  
 بُرے گل سے نفس بادِ صبا، عطسہ آگیاں  
 نبرش تیغ کا اس کی ہے جہاں میں چسپا  
 قطع ہو جائے نہ سرِ رشتہ ایجا و کسیں  
 کفرِ سوز اس کا وہ جلوہ ہے کہ جس سے ٹوٹے  
 رنگِ عاشق کی طرح، رونقِ بُت خانہ چیں  
 جاں پناہ! دل و جہاں! فیضِ رسا نا! شاہا  
 وصی ختمِ رسل تو ہے بفتوائے یقیں  
 جسمِ اطہر کو ترے، دوشِ پیمبرِ منبر  
 نامِ نامی کو ترے، ناجیہ عرش، نگیں  
 کس سے ممکن ہے تری مدح بغیرِ اذواجب  
 شمعِ شمع مگر شمع پہ باندھے آئیں  
 آستانِ پر ہے ترے، جوہرِ آئینہ سنگ  
 رقمِ بندگی حضرتِ جبریلِ امیں  
 تیرے در کے لئے اسبابِ تبارِ آمادہ  
 خاکبوں کو جو خدا نے دیئے جان و دل و دین  
 تیری مدحت کے لئے ہیں دل و جہاں کامِ مذاہن  
 تیری تسلیم کو ہیں لوح و قلم، دست و چین

ادھرے خلقِ وفا فیضِ ہمیشاں نالے رہندا تا ہمیں  
 پھلِ دلیِ خشبو توں پُریاں نے لٹائیاں نہیں خشبو داں  
 ادھر ہی تیغِ دی کاٹ کر اسی دُحماں پتیاں جگتے  
 کدھرے ایسے دھار و جودوں کٹیاں جان نہ ڈوواں  
 ادھر ہی جھلک پورے تے ساٹے کفر تے انج اولے  
 چینی بُت خانے دی رونق جیویں رنگِ عشاں  
 چند حوالے تیرے، فیضِ دلاں تے تیرے، شاہا!  
 ختمِ رسلِ دِا پاک دُئی ایں فتوے نال یقیناں  
 تیرے پاک بدن دی خاطر مثرِ نبوتِ منبر  
 تیرے اچھے ناں دی تختی لائی سبِ آسماناں  
 واجبِ باجوں تیریاں صنعتاں ممکن ہن کدے توں  
 لاٹ کتے دیوے دی خبرے دے اوہوں رشتائیاں  
 تیری سُرؤل تے پتھر دے شیشے اندر جوہر  
 جبرائیلِ امین دے مسجدے چمکن نقشِ نگاراں  
 تیرے درتوں وارن دے مئی جھولیاں دے بیج بھر کے  
 لے آتے میں رب دے بندے دینِ ایمان تے جاتاں  
 دلِ چند جان، زبانِ تیری صفتِ ثنا نوں حاضر  
 لوحِ قلم ہتھ رکھ متھے تے مینوں کرنِ سلاماں

کس سے ہو سکتی ہے مداحیِ مسدوحِ خدا  
 کس سے ہو سکتی ہے آتشیں فردوسِ بریں  
 جنسِ بازارِ معاصی، اسدُ اللہ اسد  
 کہ سوا تیرے کوئی اس کا خمدیدار نہیں  
 شوخیِ عرضِ مطالب میں ہے گستاخِ طلب  
 ہے ترے حوصلہٴ فضل پر ازب کہ یقین  
 دے دُعا کو مری وہ مرتبہٴ حسن قبول  
 کہ اجابت کئے ہر حرف پہ سو بار آئیں  
 غمِ شبیر سے ہو سینہٴ یماں تک لبریز  
 کہ رہیں خونِ جگر سے مری آنکھیں رنگیں  
 طبع کو آفتِ دُلدل میں یہ سدِ گریِ شوق  
 کہ جہاں تک چلے اس سے قدم اور مجھ سے جیس  
 دلِ آفتِ نسب و سینہٴ توحیدِ فضا  
 نگہِ جلوہ پرست و نفسِ صدق گزریں  
 صرفِ اعداءِ اثرِ شعلہٴ دُورِ دوزخ  
 وقفِ احبابِ گل و سنبل و فردوسِ بریں

کون اے جیڑا رنج ڈڈیاے چتھوں رُب ڈڈیاے  
 کون اے جیڑا ہور ددھائے رولق باغ ہشتاں  
 اسدا اللہ، اسدے جس گناہواں دے بازاسے  
 تیرے باجوں ایہدا کوئی گاہک نہ بھدا سائیاں  
 غرضاء عرض کرن اندر دی کیڑا ہاں منہ پاٹا  
 تیرے مہر کرم دے جگرے مینوں لیاں آساں  
 میری رنج دُعا دی جھولی پادے شرف قبُولوں  
 اک اک حرفے سوسو دار آمین کرن تاشیداں  
 میرا سینہ غم شبیری نال رہوے رنج بھسریا  
 رت جگر وی رو رو اٹھدا ہیئندا اگھیاں رنگاں  
 کر بل دے گھوڑے دی آلفت ایڈے تار دے مینوں  
 چتھوں تیسرا اوہدیاں ٹاپاں او تھوں تیکر سیساں  
 دل وچ پیار دا ڈیرا، سینے رتے توحید بسیرا  
 نظراں حُسن پجاری تے دم سچ دا مارن ساہواں  
 منکر جہر گے، بلدے دوزخ لبھاں ساڈھواتے  
 مومن کہیتے، جنت میوے، کھلیاں، پھل گلاہاں

# شاہ خفسر کی مدح میں عید الفطر کے موقع پر لکھا گیا

ہاں مہر تو! سنیں ہم اس کا نام  
 جس کو تو جھک کے کر رہا ہے سلام  
 دو دن آیا ہے تو نظر، دم صبح!  
 یہی انداز اور یہی اندام  
 بارے دو دن کہاں رہا غائب  
 بندہ عاجز ہے، گردشِ ایام  
 اڑ کے جاتا کہاں کہ تاروں کا  
 آسماں نے بچپا رکھا تھا دام  
 مرجبا اے سرورِ خاص خواص  
 حبذا اے نشاطِ عام عوام  
 عذر میں تین دن نہ آنے کے  
 لے کے آیا ہے عید کا پیغام  
 اس کو بھولا نہ چاہئے کہن  
 صبح جو عبادے اور آوے شام

# بہادر شاہ ظفر دی شان وِچ قصیدہ عید الفطر دے موقعے تے

دُتس پسل ویا چُتّا! کون اے سیٹھ آسماناں؛  
 چُتھوں توں پیا نیوَل نیوَل کے اُج کریں سلاساں  
 دو دِن دُھمی دیلے شکل و کھائی اے توں!  
 ایہو تیرا دُرگ تے ہے سیں ایسے حالاں  
 پر دو ڈنگ رہیا ایں رکھتے یار کھڑا چا  
 بندے بھٹ نہ آتیاں سہستی دیلے دیاں واگاں  
 مار اڈا رہی جاندوں کتھے؟ آسماناں تے  
 تاریاں جال بنا کے گڈیاں ہے سُن پچاہیاں  
 خاصاں دے لئی خاص نشے دی شابا تینوں  
 عامان دے لئی عام خوشی دیاں تینوں بسیاں  
 تن دھاڑے نہ دُتن دی شدہ مو شدی  
 بعید خوشی دی لے کے آئیں ہوسیاں عیداں  
 اوہ بھلیا دی کاہنوں آکھو بھلیا بندہ  
 جیہڑا فخری جا کے شایں موٹے واگاں



ایک میں کیا کہ سب نے جان لیا  
 تیسرا آغاز اور ترا انجام  
 رازِ دل مجھ سے کیوں چھپاتا ہے  
 مجھ کو سمجھ ہے کیا کہیں تمام؟  
 جانتا ہوں کہ آج دُنیا میں  
 ایک ہی ہے امید گاہِ اَنام  
 میں نے مانا کہ تو ہے حلقہٴ بگوش  
 غالبِ اُس کا مگر نہیں ہے غلام  
 جانتا ہوں کہ جانتا ہے تُو  
 تب کہا ہے بطورِ استفہام  
 مسرتا ہاں کہ ہو تو ہوا سے ماہ  
 قُربِ ہر روزہ بر سبیلِ دوام  
 تجھ کو کیا پایہٴ رُوشناسی کا  
 جُز بتقریبِ عیدِ ماہِ صیام  
 جانتا ہوں کہ اس کے فیض سے تُو  
 پھر بنا چاہتا ہے ماہِ تمام  
 ماہِ بن ، ماہِ تاب بن ، میں کون  
 مجھ کو کیا بانٹ دے گا تو انعام؟

کئی میسری گل نہیں ساری دُنیا جانے  
 کیسہ نہیں تیریاں پہلیاں کیسہ نہیں پشیاں راتاں  
 میسٹروں کا ہنوں دل دی گل کُکائی رکھیں  
 مینوں کیسہ جاتا اُمی میں کوئی چغلی خود آں؟  
 میں دی جاناں اُج تے سارے جگ دے اندر  
 اِکو بُو ہے توں سُبھ لوکاں رکھیاں آساں  
 تیرے کُن دی اوہدیاں مُندراں، مَن لیا میں  
 غالب داناں ہے نہیں جیویں وِچ غلاماں؛  
 مینوں پکت اے اپنا کو تے توں دی جانیں  
 تاہیوں تیرے اُگتے پائیاں میں میں باتاں  
 سورج دی اے قسمت چتا، جے چمکے تے  
 ڈھک ڈھک نیڑے بہینا اوہدی بہت ہیشاں  
 بکئی عید بنس اک واری سالوں پہچتے  
 تینوں مُتھے لان دیاں نہ دے اوہ شرفاں  
 میں جاناں پئی ہُن تے اوہدی ہر دے صدقے  
 پودا چن توں فیہد بنیں گا وِچ آسماناں؛  
 پہلی داچن ہویا چودھویں داچن، تاں کیہر؟  
 مینوں کیڑا دُٹدیاں پا دیں گا بخشیشاں؟

میرا اپنا جہاں معاملہ ہے  
 اور کے لین دین سے کیا کام  
 ہے مجھے آرزوئے بخشش خاص  
 گر تجھے ہے اُمیدِ رحمتِ عام  
 جو کہ بخشے گا تجھ کو فرسودہ  
 کیا نہ دے گا مجھے مئے گلِ عام  
 جب کہ چودہ منازلِ نسلی  
 کر چکے قطع، تیری تیسری گام  
 تیرے پر تو سے ہوں فرسودہ پذیر  
 کوئے و مشکوئے و صحن و منظر و بام  
 دیکھنا میرے ہاتھ میں بسریز  
 اپنی صورت کا اک بلوریں جام  
 پھر غزل کی روشنی پہ چل نکلا  
 تو سنِ طبع چاہتا تھا لگام

میرا اوہدا اپنا دکھرا دید لحاظ اے  
 اپنے لینے بھاگ کسے، کیہہ مینوں ہوداں  
 مینوں خاص کرم دی آس اے اوہدے کولوں  
 جے نیں تینوں عام عطا دیاں لگیاں آساں !  
 جیسے پاتے گا رُشنا تیاں تیری بھولی  
 مینوں بھلا نہ دے گا بھر کے جام شراباں  
 جیسے دن نوں آسناں دی چودھویں منزل  
 پیراں ہیٹھ لتاڑی تیریاں ڈگراں چھوٹاں  
 تیرے نور دیاں رُشنا تیاں آچمکانے  
 محل منارے، کندھاں بُوہے، کوٹھے گلیاں  
 میرے ہتھ وچ دیکھیں کتو کت بھرتیا  
 اپنے رنگا شیشے دا اک جام شراباں  
 فیہ غزل دی پٹری تے جام سپٹ ہویا  
 بلیاں جہدوں طبیعت دے گھوڑے نوں داگاں

## غزل

نہ ہر غم کر چکا تھا میرا کام  
 تجھ کو کس نے کہا کہ ہو بدنام  
 نے ہی پھر کیوں نہ میں پتے جاؤں  
 غم سے جب ہو گئی ہو زلیست حرام  
 بوسہ کیسا؟ یہی غنیمت ہے  
 کہ نہ سمجھیں وہ لذتِ دشنام  
 کعبہ میں جا، بجائیں گے ناقوس  
 اب تو باندھا ہے دیر میں احرام  
 اس قدر کا ہے دور مجھ کو نقد  
 چرخ نے لی ہے جس سے گردشِ دام  
 بوسہ دینے میں ان کو ہے انکار  
 دل کے لینے میں جن کو تھا ابرام  
 چھیرتا ہوں کہ ان کو غصہ آئے  
 کیوں رکھوں ورنہ غالب اپنا نام  
 کہہ چکا میں تو سب کچھ اب تو کہہ  
 اے پری چہرہ پیکِ تیز خرام

## غزل

میرا کم تے کر گئیاں سَن غم دیاں زہراں  
 تینوں بھیر کمان دیاں کس دتیاں مَتاں  
 کاہنوں فیر شراب اسی نہ جاواں میں چیتی  
 جیون حرام جے کیتا میرا دکھ آزاراں  
 مَنہ چھپ تے کاہدا ایوی بوہت غنیمت  
 نِخ نہ جائے کہہ کرے گا لاں وی میں مٹیاں  
 کبے اندر سَنکھ و جاواں ہُن میں جا کے  
 بُت خانے وچ جُتے تے احرام سجاواں  
 نقد و نقدی دُور پلے اس جام دامنوں  
 جیڑے جام توں گردش قرض لئی آسماناں  
 اپنی داری آٹے رہے جو مُکھ چمپاں نوں  
 ساڈا دل مُنگن تے کروے رہے میں اڑیاں  
 پھیڑاں کرناں تاں جے لگے تارا و ہناں نوں  
 نیس تے کاہنوں غالب اپنا نام رکھاواں  
 یس تے گلّاں کر لئیاں ہُن تیرسی داری  
 قاصد چتا! تیرے مُکھ توں پُریاں واراں

کون ہے جس کے دُر پہ ناصیہ سا  
 ہیں مہر و مہر و زہرہ و ہیرام  
 تو نہیں جانتا تو مجھ سے سُن  
 نامِ شہنشاہِ بلند مقام  
 قبلہ چشمِ دول بہادر شاہ  
 منظرِ ذوالجلال والاکرام  
 شہسوارِ طریقہ انصاف  
 تو بہارِ حدیقہ اسلام  
 جس کا ہر فعل، صورتِ اعجاز  
 جس کا ہر قول، معنیِ الہام  
 بزم میں میزبانِ قیصر و جم  
 رزم میں اُستادِ رستم و سام  
 اے ترا لطف، زندگی افشا  
 اے ترا عمل، فرخیِ فہر جام  
 چشمِ بد و بد، خسروانہ شکوہ  
 لوحِ شمس اللہ، عارفانہ کلام  
 جاں نثاروں میں تیرے قیصرِ روم  
 جرّحہ خواروں میں تیرے مہرِ حرام

کیڑی ہستی دے بُو ہے تے مُتھے رُگڑن !  
 سُو رُج، چُن، ستارے کیہ اُسمانِ زمیناں  
 نئیوں سمجھ رلی تے سُن میں دُستاں تینوں  
 ناں شاہواں دے شاہِ دا جیدیاں اُچیاں شانوں  
 اُکھتے ول دا کعبہ نام بہادر شاہ اسے  
 ربِ کریم جلال دکھالی اوہ دیاں دُکھاں  
 عدل نیاں دی لیسہ اُتے جو گھوڑے چڑھیا  
 دین اسلام دی پُسلواری جو باغ بہاراں  
 جس دا ہر اک فعل تے کم کرامت دُرگا  
 جس دا ہر اک قول سخنِ الہام پہچاناں  
 رنگاں میلے، قیصر تے جُم جیسے پر و ہنہ  
 جنگاں اندر پٹھے اوہے رستم، گاماں  
 تیرے مسد کرم تھیں مانے مَوجِ حیاتی  
 تیسرا حکم تے شاہی مانے لیاں عمرّاں  
 نظرے جان نہ تیرے کنگرے شاہیاں والے  
 شِعْر سخنِ عرفان بھرے نوں رُب دیاں رکھاں  
 تیرے تے چند وارن قیصر رومی دُرگے  
 مُرشد جامی کی تیتھوں مُنگے گھٹ شراہاں



وارث ملک جانتے ہیں تجھے  
 اُیرج و تور و خسرو و ہرام  
 زور بازو میں مانتے ہیں تجھے  
 گیو، گودرز، بیسن و رہام  
 مرجبا! موشگافی ناک  
 آفریں! آبداری مصم  
 تیر کو تیرے، تیر غیہ بد  
 تیغ کو تیرے، تیغ خصم، نیام  
 رعد کا کر رہی ہے کیا دم بند  
 برق کو دے رہا ہے کیا الزام  
 تیرے فیصل گراں جسد کی صدا  
 تیرے خشک لبک عنای کا خرام  
 فتن صورت گرمی میں تیرا گزند  
 گردہ رکھتا ہو دستگاہ تمام  
 اس کے مضروب کے مردق سے  
 کیوں نمایاں ہو صورت ادغام  
 جب ازل میں رستم پزیر ہوئے  
 صفحہ ہائے یسالی و ایام

تینوں اپنے راج تاج دا وارث جانن  
 ایرنج، تُوڑتے خسرو تے بہرام ہزاراں  
 تیرے دُنداں تے پُٹاں دا اہل مقیا اے  
 رستم، گیو تے بیژن دے گے سبھ پلو اناں  
 بچے تیر دے اچیسہ دکھاندا وال دی جیڑا  
 اُشکے تیسری تیغ دیاں چمکاں تے ڈلھکاں  
 تیرا تیسر کرے دشمن دے تیر نشانہ  
 تیسری تیغ لئی دشمن دی تیغ نیساں  
 بجلی دے کڑکارے دا دی ساہ پیتا اے  
 بجلی دے چمکارے نوں دتیاں نیں ماتاں  
 تیرے کوٹھے جیڈے ہاتھی دی کڑ گنج نے  
 تیرے گھوڑے جدوں مدانے وٹیاں چھوٹاں  
 صورت گریاں دے فن اندر گز ایہ تیسرا  
 جے نئیں رکھدا فنکاری دیاں چنگیاں جاچاں  
 ایہ دے پھتے بچتے دے سرتے سینے دا!  
 منہ ہر اکو کیوں لگے جیوں ٹھکیاں پچالان  
 وگلی روز ازل نوں تقدیراں دی کانی!  
 لکھے گئے سن ورتے کیہ دن تے کیہ راتاں

اور ان اوراق میں ہلکے قضا  
 مجھلاً مندرج ہوئے احکام  
 لکھ دیا شاہروں کو عاشق کش  
 لکھ دیا عاشقوں کو دشمن کام  
 آسمان کو کسایا کہ کہیں  
 گنبد تیز گرد نیلی فام  
 حکم ناطق لکھا گیا کہ کہیں  
 خال کو دانہ اور زلف کو دام  
 آتش و آب و باد و خاک نے لی  
 وضع سوز و غم و دم و آرام؛  
 مسدِ رخشاں کا نام، خسرو روز  
 ماہ تاباں کا اسم، شمعِ شام  
 تیسری تو قیغِ سلطنت کو بھی  
 وی بدستور صورتِ ارتسام  
 کاتبِ حکم نے بموجبِ حکم  
 اس رقم کو دیا طرزِ ودام  
 ہے اندل سے روانی آغاز  
 ہوا بد تک رسائی انجام

ایساں ورتیاں اُتے تقدیراں دی کانی  
 حکم قضا دے کُن کے لکھیاں ایہہ تقدیراں  
 لکھیا معشوقاں نوں، تے تل عشاقاں دے  
 لکھیا عشاقاں نوں ویری رہن براتاں  
 ہر یا حکم آسماناں دے لئی ایہہ درد گاہوں  
 نیلا گنبد گولا چکریں چڑھے ہمیشاں !  
 ہر یا حکم اُتل سُنھن تے شعراں اند !  
 تل نوں دانہ آکھو، زلف نوں آکھو پھیاں  
 آگ، پانی تے وار مٹی دے لیکھے لگے  
 سیکے، کوثر، دُر کاں تے سکھ چین اداواں  
 رشکے سُورج داناں آج توں، دن دا راجا  
 روشن چن داناں لکھیا، کتواں نماشاں  
 تیری شاہی دے فرمان دے دے اُتے  
 ایسے دن توں لاگو ہریاں سُن تحسیراں  
 حکم قضا دے کاتبِ کُن کے حکم قضا دا  
 تحسیراں تے لایا تھپّا حکم دواں  
 جیڑی شاہی ازل دہاڑے نال شروع اے  
 رُبا حشر دہاڑے تیکر جان آنھیراں !

## شاہ ظفر کی مدح میں

صبح دم دروازہٴ خسار کھلا  
 ہر عالم تاب کا منظر کھلا  
 خسرو انجم کے آیا صرف میں  
 شب کو تھا گنجینہٴ گوہر کھلا  
 وہ بھی تھی اک سیما کی سی نمود  
 صبح کو رازِ مہ داختر کھلا  
 ہیں کواکب کچھ، نظر آتے ہیں کچھ  
 دیتے ہیں دھوکا یہ باز گیر کھلا  
 سطحِ گردوں پر پڑا تھا رات کو  
 موتیوں کا ہر طرف زیور کھلا  
 صبح آیا جانبِ مشرق نظر  
 اک نگارِ آتشیں رخ، سر کھلا

## بہادر شاہ ظفر دی شان و بیچ قصیدہ

فجران دیلے چڑھدے داروازہ کھلا  
 جاگ شکاندے سورج دا لشکار کھلا  
 تاریاں دے سلطان نے آن کٹیاں سارا  
 موتی بھریا رات خندانہ جیٹا کھلا  
 اوہ تے ہنسی جاؤ دا اک کھیٹ کھلا  
 فجریں چن تے تارے واسا بولا کھلا  
 تارے کچھ نہیں آپ دکھالی کجھ دیندے نہیں  
 دھوکھا دیندے ایسے بازی گر کھلا کھلا  
 راتیں آسمان دی چادرتے ہر پاسے  
 موتی موتی گنن سہی ہر اک بولا کھلا  
 فجران آسیاں چڑھدے وکھور نظری آیا  
 تار جیہیں مکھ بھنڈا دل بس جھانک کھلا

تھی نظر بندی کیا جب رُخِ سحر  
 بادۂ گلِ رنگ کا سا غر کھلا  
 لا کے ساتی نے صُبحی کے لئے  
 رکھ دیا ہے ایک جامِ زر کھلا  
 بزمِ سلطانی ہوئی آراستہ  
 کعبۂ امن و اماں کا در کھلا  
 تاجِ زرّیں، مسرتاباں سے سوا  
 خسر در آفاق کے مُونہ پر کھلا  
 شاہِ روشنِ دل، ببادِ رشہ کہ ہے  
 رازِ ہستی اس پر سر تا سر کھلا  
 وہ کہ جس کی صورتِ تکوین میں  
 مقصدِ نہ چرخ و ہفت اختر کھلا  
 وہ کہ جس کے ناخنِ تاویل سے  
 عقدۂ احکام پیغمبہ کھلا  
 پہلے دارا کا بکل آیا ہے نام!  
 اس کے سر ہنگوں کا جب دفتر کھلا  
 روشناسوں کی جہاں قدرت ہے  
 واں لکھا ہے چہرۂ قیصر کھلا

اگھر دھوکے تے کیا توڑ جدوں جاؤ دَا  
 لال گلاب شراباں دا اک پیالا کھٹا  
 ساقی فجر صُبحی دے لئی پیٹ نہ تے  
 آندا جام صُراحی میسے جو گا کھٹا  
 شاہی محفل جگ جگ جگ جگ سجدی دیکھو  
 امن آناں دے کعبے دا بوہا کھٹا  
 سرسوںے داتاچ، سوایا سوسج کولوں  
 شاہ دے مکھڑے اُتے دُون سوایا کھٹا  
 شاہ بہادر شاہ، جیہدا دل روشن ایڈا  
 راز حیاقی دا ادب دے تے سارا کھٹا  
 ادب ہی ہستی انجیدی لے جس دے جتن توں  
 بھییت نرمی آسماناں دی خلقت دا کھٹا  
 گنڈھاں کھولن والے ادب دے نو تہہ دے جتھوں  
 پاک نبی دے حکماں دا ہر عقدہ کھٹا  
 داتا ورگے داناں سجد توں اُتے دِستیا  
 ایہدی فوج دے یکھے دا جد ورتا کھٹا  
 نوکر چاکر درج نہیں جیڑے ورتے اُتے  
 اوتھے قیصر جیے دا دُٹھا حکیم کھٹا



تو سن شہر میں ہے وہ خوں کی کہ جب  
 تھکان سے وہ غیر تہ صبر کھلا  
 نقشِ پاکی صورتیں وہ دلفریب  
 تو کہے، بُت خانہ آذر کھلا  
 مجھ پہ فیضِ تربیت سے شاہ کے  
 منصبِ سرور و مدح کھلا  
 لاکھ عقدے دل میں تھے لیکن ہر ایک  
 میری حسرت و سح سے باہر کھلا  
 تھا دلِ وابستہ تغل بے کلید  
 کس نے کھولا؟ کب کھلا؟ کیونکر کھلا  
 بارغِ معنی کی دکھاؤں کا ہمار  
 مجھ سے گر شاہِ سخن گستر کھلا  
 ہو جہاں گرم غزل خوانی، نفس  
 لوگ جانیں، طبلہ سخنبر کھلا

گھوڑا شاہ ظفر وا ایڈے بچ کھلا رہے  
 اصطبلوں جے کدی دروے درگا کھلا  
 ایہدے چتر کھرے دے شکلاں ادہ گھڑیاں نہیں  
 جیویں آذر دا بُت نہانہ بھریا کھلا  
 شاہ دے فیض دیاں تاثیراں پاروں میں تے  
 بھیبت نرمی آسمان تے چن سورج دا کھلا  
 لکھاں عقدے میرے سینے ڈکے سن پر  
 اک اک عقدہ میری ہمتوں باہرا کھلا  
 میٹھی مٹھ سی دل، جیویں جندرا چابی باہجوں  
 رکتے کھول دکھایا، کیویں، کدے دا کھلا  
 کراں ہساراں شعر سخن پھلواڑی اندر  
 میرے نال جے شاہ سخن و نجات کھلا  
 جتھے تے تہا، اکیکاں شعر غزل دے  
 لوکی جانن کستوری دا کپتہ کھلا

## غزل

کنج میں بیٹھا رہوں یوں پر کھلا  
 کاشکے ہوتا قفس کا در کھلا  
 ہم نکاریں اور کھلے، یوں کون جائے  
 یاد کا دروازہ پاویں، مگر کھلا  
 ہم کو ہے اس رازداری پر گھنٹہ  
 دوست کا ہے راز، دشمن پر کھلا  
 واقعی دل پر بھلا لگتا تھا داغ  
 زخم لیکن داغ سے بہتر کھلا  
 ہاتھ سے رکھ دی کب ابڑونے کہاں  
 کب کر سے غمزے کی خنجر کھلا  
 مفت کا کس کو برا ہے بدرقہ  
 رہبری میں پروہ رہبر کھلا  
 سوزِ دل کا کیا کرے، بارانِ اشک  
 آگ بھڑکی، میٹھ اگر دم بھر کھلا  
 نامے کے ساتھ آگیا پیغامِ مرگ  
 رہ گیا خط، میری چھاتی پر کھلا

## غزل

کھنڈ الار کے اینج کیوں گوشے بہیندا کھٹلا  
 ہنسدا آج کدی پنجہ سے وا یو ہا کھٹلا  
 ساڈے کھڑکاتیاں کھٹے، اینج کیسٹا جاتے  
 سجنھاں دا جے ویکڑ لیا دروازہ کھٹلا  
 سینے ڈک ڈک بھیت اسی پے تڑ تڑ بہتے !  
 دیری تائیں بھیت سجن داسارا کھٹلا  
 داغ وی اینج تے دل اُتے سی بلدا دیوا  
 پچھت دے دا داغ مہراں توں بڑہا کھٹلا  
 ہتھوں کدی کمان بھواں نے چھڈی کھٹے  
 خھرے دے نک خنجر بچھیا کیسٹا کھٹلا  
 مفتو مفتی آگڑ کھنوں وارا نسیں جے  
 پینڈے پے تے آگڑ وادی پردا کھٹلا  
 سنجواں دا میٹھ دل دی دھونی دا کیہ کردا  
 بھڑکی لب کدی جے میٹھ اک لحظہ کھٹلا  
 خط آیا نالے ای موت سنیاوڑا آیا  
 دھریا رہیا خط سینے تے کھٹے دا کھٹلا

دیکھیو! غالب سے گرا لہجہ کوئی  
 ہے دلی پوشیدہ اور کافہ کھلا  
 پھر مہرِ مدحت طہ ازلی کا خیال  
 پھر مرہ و خورشید کا دفتہ کھلا  
 خامہ نے پائی طبیعت سے مدد  
 بادباں بھی، اُٹھتے ہی لنگر کھلا  
 مدح سے مدوح کی دیکھی شکوہ  
 عرض سے یاں رُتبہ جو ہر کھلا  
 مہر کا نپا، چرخ چکر کھا گیا  
 پادشہ کا رایتِ شکر کھلا  
 پادشہ کا نام لیتا ہے خطیب  
 اب عکسِ پایہ منبر کھلا  
 سکّہ شہ کا ٹہوا ہے روشناس  
 اب عیارِ آبرو تے زر کھلا  
 شاہ کے آگے دھرا ہے آئینہ  
 اب مالِ سعی اسکندر کھلا  
 ملک کے وارث کو دیکھا خلق نے  
 اب فہرستِ طغزل و سنجر کھلا

غالبِ نولں مہتہ پائے تے کوئی دیکھ کے پائے  
 دیوں ولی اے اُنوں کافہ کھلا کھلا  
 فیہ طبیعت صفت ثنا دے وارے آئی  
 سورج تے چن والا فیہ آیکھا کھلا  
 فیہ قلم امداد طبیعت کولوں منگی  
 لشکر چکیا بادبان دا پردہ کھلا  
 صفتاں نے موصوف دی کیتی شان اُچیری  
 عرض وسیلے جوہر دا وی رتبہ کھلا  
 سورج کُتب گیا، آسمان بھوالی کھاہی  
 شاہی لشکر دا جہد آن پھیرا کھلا  
 شاہ دا نام خطیب پکارن خطبے اندر  
 منصبہ دی وڈیائی دا وی ادبلا کھلا  
 شاہ دی مورت دا اے ٹپا سکے لے تے  
 سونے دی آدر دا آج نکھیڑا کھلا  
 شاہ دے آگے شیشہ مکھ دکھاندا ہندا  
 آج سکند دی کرنی دا قصہ کھلا  
 جگ نے دیکھ لیا اے وارث ملک قدیمی  
 طغسل تے سنجہ دا پول لنگا کھلا

ہو سکے کیا مدح؟ ہاں اک نام ہے  
 دفترِ مدح جہاں ڈاؤر کھلا  
 نکر پتھی، پر ستائش نا تمام  
 عجزِ اعجازِ ستائش گر کھلا  
 جانتا ہوں، ہے خطِ لوحِ ازل  
 تم پر اے خاقانِ نام آور کھلا  
 تم کرو صاحبِ قرانی، جب تک  
 ہے تسلیمِ روز و شب کا در کھلا

## قِطْعہ

گئے وہ دن کہ نادانستہ غیروں کی وفاداری  
 کیا کرتے تھے تم تقریر، ہم خاموش رہتے تھے  
 بس اب بگڑے یہ کیا شرمندگی، جلنے و دہل جاؤ  
 قسم کو ہم سے، گریہ بھی کیوں ہم نہ کہتے تھے

صفت نہ کہیتی جاتے بس اک ناں بکھوایا  
 جگ دے شاہ دی صفتاں دا آج لیکیا کھلا  
 میری نکر اچیری سستی پر صفت اڈھوری  
 آن اعجاز صفتاں توں عجز و چار کھلا  
 جو دی بکھتاں یں ازل دی تختی اُتے  
 تیرے آگے شاہ اوہ سبھ شیشہ کھلا  
 تیری صاحبقتاں چمکے اوئے تیسر  
 چتے تیسر بڑا رات و ناں دا کھلا

## قِطْعہ

لَدَ گئے دن جسدِ نادانی وِج غیساں دی یادی دے  
 توں گئیں گاندائیں سیں تھکدا اُسی چھپیتے دہندے ساں  
 بسر نہ سٹ ہن پائنت پے گئی آ، تے ساڈے نال بنا  
 سونہ لے لے جے ایہوی کہیے، اُسی دی یاد اسی کندے ساں



# چکنی ڈلی

ہے جو صاحب کے کھنڈ دست پہ یہ چکنی ڈلی  
 نریب دیتا ہے اسے جس قدر اچھا لگئے  
 خامہ انگشت بندھاں کہ اسے کیا لگئے  
 ناطقہ سرگرمیاں کہ اسے کیا لگئے  
 مُسک مکتوبِ عزیزانِ گرامی لکھئے  
 حزنِ بازوئے شکر فانی خود آرا کیئے  
 مئی آلود سر انگشتِ حسناں لکھئے  
 داغِ طرفِ جگر عاشقِ شیدا کیئے  
 خاتمِ دستِ سلیمان کے مشابہ لکھئے  
 ہر پستانِ پری زاد سے مانا کیئے  
 اختہِ سوختہ قیس سے نسبت دیجے  
 خالِ مشکینِ رُخِ دلکش لیسلا کیئے  
 جھمکِ الاسودِ دیوارِ حرم کیجے فرض  
 نافہ آہوئے بیابانِ ختن کا کیئے

## سپاری دانہ

آپ ہواں نے ہتھ تلی تے دھری سپاری جیٹری  
 ایہنوں سبھ کچھ بھیدا اے جیڈا وی چنگا آکھو  
 قلماں انگلاں منہ ویچ پائیاں، کیہ لکھتے چا ایہنوں  
 جیہجاں نے منہ بکے دتے ایہنوں کیہ چا آکھو  
 لکھتے ایہنوں، مہر پارے سوناں دے خط لگی  
 میٹھے دا تعویذ کسے دیس دی بائسہ دا آکھو  
 دیس دی انگلی دا پڑنا مندی رنگیا، لگتے  
 یا سینے تے داغ کسے عاشق دے، سبھیا آکھو  
 دیکھیں ویچ سیمانی مندی وری پئی جا پے  
 یا پستان پری تے ایہنوں چوسی وری گلا آکھو  
 مجبوں دے بختاں دے سر گئے تارے داناں فیتے  
 لیسلا دے سندر مکھڑے اُتے تل کالآ آکھو  
 کسے دی کندھ اُتے حجر اسود جے من لیتے  
 فیہر ختن دے ہرن دی دھنی بچھیا نافہ آکھو

وضع میں اس کو اگر جانئے قافِ تریاق  
 رنگ میں ہرزہ نوخیزِ میحا کیئے  
 صومعے میں اسے ٹھہرا تیے گرمِ نماز  
 مے کدے میں اسے خشتِ خمِ صہبا کیئے  
 کیوں اسے قفلِ درِ گنجِ محبت رکھئے  
 کیوں اسے نقطہٴ پرکارِ تما کیئے  
 کیوں اسے گوہرِ نایاب تصور کیجئے  
 کیوں اسے مردِ کمبِ دیدہٴ عنق کیئے  
 کیوں اسے تکرۂ پیساہن لیا لکھئے  
 کیوں اسے نقشِ پے ناقدِ سلا کیئے  
 بندہ پرور کے کفِ دست کو دل کیجئے فرض  
 اور اس چکنی سپاری کو سودا کیئے!

شکلوں جے پئی لگے ایہہ تریاق دے قاف طراں ہی  
 رنگوں ایہنوں بیٹی دی ہنسی دے دُرگا اکھو  
 جے ایہنوں مسجد دے اندر جانو سجدہ گاہے  
 میخانے وچ مٹ شہراہاں تھکے ٹھٹھ اکھو  
 کاہنوں لکھتے، پیار خزانے دے بوسے دا چندرا  
 کاہنوں ایہنوں سترہ دی پرکار دا نقطہ اکھو  
 کاہنوں ایہنوں سوچاں اندر سمجھو نادر منکا  
 کاہنوں ایہنوں عنقا دی اکھ دھیری دُرگا اکھو  
 کاہنوں لکھتے ایہنوں لیلا دے چولے دا بیڑا  
 کاہنوں ایہنوں سلما دی ڈاچی دا پیڑا اکھو  
 آپ جوداں دی ہتھ تلی نوں جے کر دل من لیئے  
 تال فیہ ایس سپاری تائیں داغ دے دا اکھو

## قطعہ معذرت

منظور ہے گزارش احوال واقعی !  
اپنا بیان حسن طبیعت نہیں مجھے

سو پُشت سے ہے پیشہ آبِ سپہ گری  
کچھ شاعری ذریعہ عزت نہیں مجھے

آزادہ رُو ہوں اور مراسلک ہے صلح کُل  
ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

کیا کم ہے یہ شرف کہ خلفہ کا غلام ہوں  
مانا کہ جاہ و منصب و ثروت نہیں مجھے

اُستادِ شہ سے ہو مجھے پر خاش کا خیال !  
یہ تاب ، یہ بحال ، یہ طاقت نہیں مجھے

جامِ جہاں نما ہے شہنشاہ کا ضمیر  
سو گند اور گواہ کی حاجت نہیں مجھے

# حقی گل

میں تے اسل حقیقت گل دی عرض کراں درگا ہے  
بھلیاں اپنے آپ دیاں ای وڈیاں نیں مینوں

سو پشستاں توں وڈکے میرے دے لشکر دے موہری  
نہیاں شعر سخن و آووں بلیاں جزاں نیں مینوں

میں تے دل دا کھٹاں میرا ندھب پریم خدائی  
کدی کہے دے دیر دیاں بیٹے رڑکاں نیں مینوں

ایہہ کوئی گھٹ شرف نیں ہوياں چاکر آپ ظفر دا  
مقیب دولت، کرسی دلی آج بختاں نیں مینوں

شاہواں دے استاد ہوراں دا سول کراں میں کیوں  
ایڈ کلیجا، ایڈا جگرا، ایہہ ہمتاں نیں مینوں

جھم دے ساغر شیشے وانگوں شاہ دا صاف ضمیر اے  
قساں نال گواہیاں دین دیاں لوڑاں نیں مینوں

میں کون، اور ریختہ؛ ہاں اس سے مدعا  
 جز انبساطِ خاطرِ حضرت نہیں مجھے  
 سہرا لکھا گیارہ روز امتثالِ امر  
 دیکھا کہ چارہ غیر اطاعت نہیں مجھے  
 مقطع میں آ پڑی ہے سخن گسترانہ بات  
 مقصود اس سے قطع محبت نہیں مجھے  
 روتے سخن کسی کی حرف ہو تو رُوسیاہ  
 سودا نہیں، جنوں نہیں، وحشت نہیں مجھے  
 قسمت، بری سہی پہ طبیعت بری نہیں  
 ہے شکر کی جگہ کہ شکایت نہیں مجھے  
 صادق ہوں اپنے قول میں غالبِ خدا گواہ  
 کتا ہوں سچ کہ مجھوٹ کی عادت نہیں مجھے

میں آں کیسہ؟ تے ریختہ کا ہوا جو کچھ وی میں کرناں  
 آپ دیاں خوشیاں توں آگے کچھ خوشیاں نہیں مینوں  
 سہرا لکھیا سی میں ڈر دے، ہن کے حکم مھوڑاں  
 دیکھو لیا ہن تھاں لہجی بکھرے بھتیاں نہیں مینوں  
 مقطع اندر آن پئی اے اینویں گل مہٹانی۔  
 ڈور محبت تھے، ایتھوں امید غرضاں نہیں مینوں  
 گل ہٹاڑ کے دل ہووے تے منہ کالا ہووے  
 جھل، مراق نہ مینوں، جن دا پڑچھاواں نہیں مینوں  
 لیکھ نہ ہوئے چنگے پرنتیں طبع طبیعت بھڑی  
 شکر خدا دا، کرن شکایتاں وی آئیاں نہیں مینوں  
 قول اپنے واسچاں غالب، رب نوں خاص کر کے  
 سچی آکھاں، جھوٹ دیاں پتیاں غلٹاں نہیں مینوں

۱۔ چہڑے سہے دل اشارہ اے اور ہمارا شاہ عظیم دے پارے پتر جہاں بخت دی  
 شادی تے بادشاہ بیگم نواب زینت محل دے حکم تے لکھیا گیا سی۔ ۲۔ سنی گھر نہ بات رگل، مانی  
 دا قصہ مشہور اے ایس لئی تفصیل وچ جان دی لوڑ نہیں۔ ۳۔ روئے سخن۔



مدعاے ضروری الاظہار

ہما در شاہ ظفر کی خدمت میں

اے شہنشاہ آسماں اوزنگ  
 اے ہند ابر آفتاب آثار  
 تھامیں اک بیوائے گوشہ نشیں  
 تھامیں اک درد مند سینہ نگار  
 تم نے مجھ کو جو آبرو بخشی  
 ہوتی میری وہ گرمی بازار  
 کہ ہوا مجھ سا ذرۂ ناچیز  
 رد شناس ثوابت و سیار  
 گرچہ از روئے ننگ بے ہنری  
 ہوں خود اپنی نظریں آنا خوار  
 کہ گر اپنے کو میں کسوں خاکی  
 جانتا ہوں کہ آئے خاک کو عار

## حالِ پیکار

### بہادر شاہ ظفر دی خدمتِ بیچ

شاہ! تیرا عرشاں اُتے تخت ہمارے  
 سلطانا! سورج قیامتوں مگے چکاراں  
 میں ساں کھونچے لگا اک فقیہ زمانا!  
 دُکھاں دی تلواروں سینے زخم ہزاراں  
 مینوں آپ ہوراں نے جیڑی آور بخشی  
 اوہنے دُھم دُھمائی گلیاں تے بازاراں  
 اوہدے صدقے میرے جیسے اک فقے دی می  
 لٹک پچھان لئی اسے ثابت تے سیاراں  
 بہادری شرم کچھ پئے دی ایڑی مینوں  
 اپنی آپ نظروں دے بیچ بتیرا خوار آں!  
 ایتھوں تیسرے جے میں خود نوں اکھاں خاک  
 خاک دچادی دی ہر پلے مٹیاں عاراں

شاد ہوں لیکن اپنے جی میں کہ ہوں  
 بادشہ کا غلام کار گزار  
 خانہ زاد اور مرید اور مداح  
 تھا ہمیشہ سے یہ عریضہ نگار  
 بارے نوکر بھی ہو گیا صد شکر  
 نسبتیں ہو گئیں مشخص چار  
 نہ کہوں آپ سے تو کس سے کہوں  
 مدد عسائی ضروری الاطہار  
 پیر و مرشد اگرچہ مجھ کو نہیں  
 ذوقِ آرائش سر و دستار  
 کچھ تو جاڑے میں چاہیئے آخر  
 تانہ دے بادِ زمہ سریر آزار  
 کیوں نہ درکار ہو مجھے پریش  
 جسم رکھتا ہوں ہے اگرچہ نزار  
 کچھ خریدائیں ہے اب کے سال  
 کچھ بنسایا نہیں ہے اب کی بار  
 رات کو آگ اور دھن کو دھوپ  
 بھاڑ میں جاتیں ایسے لیس و نمل

پر میں دلِ درِج بوسے مان ترانِ وسائے  
 شاہِ دا چاکر ہو کے آیاں درِجِ شماراں  
 میں تے آپ مریہ، شمسِ گرِ نالے بُردا  
 حمد یوں لآ ایسے درگا ہے عرضِ گزاراں :  
 شکرِ خدا دا کرناں ہُن تے نوکروں آں  
 ہُن تے بچیاں میں مینوں ایہہ چاہے تاراں  
 آپ ہوداں نوں دُستاں نہ تے کتھوں فُستاں  
 دلِ دیاں مٹلاں، کتھے کرے حالِ پکاراں  
 مرشدِ سائیں مینوں بجاویں اُکاں تیں کجھ  
 بسر تے بچنے آؤندے شملے تے دستاراں  
 فیروں ٹھنڈیا لے اندر کجھ تے ہودے  
 تماں جے ہیٹ ہوانہ کتھے جُتھیں آراں  
 مینوں کاہنوں بیڑا اتا لوڑی دانسیں  
 جسم تے ہے نا، بھاویں دانگِ نحیفِ گزاراں  
 ایس دُھ تے کوئی غرضِ خریدی نہیں میں  
 گھر دا کجھ وی کرنیں سکیا میں اس داراں  
 راتاں نوں اگ سیکاں تے دن چڑھدیں مچپاں  
 بھٹی اندر پائے انجھ دے سیل نہاراں

اُنکے تاپے کہاں ملک انساں؟  
 دُھوپ کھائے کہاں ملک جاندار؟  
 دُھوپ کہتا بَش اُنک کی گرمی  
 وَقَيْنَارَبَّنَا عَذَابَ النَّارِ  
 میسری تنخواہ جو مقدر ہے  
 اس کے ملنے کا ہے عجب ہنجار  
 رسم ہے مردے کی چھ ماہی ایک  
 نعلین کا ہے اسی چلن پر مدار  
 مجھ کو دیکھو تو ہوں بقیدِ حیات  
 اور چھ ماہی ہوسال میں دوبار  
 بس کہ لیتا ہوں ہر مہینے قرض  
 اور رہتی ہے سود کی تکرار  
 میسری تنخواہ میں تسائی کا  
 ہو گیا ہے شریک سا ہر کار  
 آج مجھ سانہیں زمانے میں  
 شاعر نغمہ گوئے خوش گفتار  
 رزم کی داستان اگر سُنیے  
 ہے زباں میسری تیغ جو ہر دار

بکتوں تیسکر بندہ آگت دے سکے جھٹے  
 بکتوں تیسکر چند جڑے دھپاں دیاں ماراں  
 دھپاں دے سکے تے توہ آگ دیاں لاساں  
 زبا! آگ غذاہوں سانوں دے چھٹکاراں  
 میری جیہڑی سہکاروں تنخواہ بھجی اے  
 ادھسے ہن دیاں نیں کوئی عجیب بہاراں  
 رسم چماہی مڑ دے دی کر دے اک داری  
 ایسے ڈگرے ٹردی جان دی خلیق ہزاراں  
 میرے دقوں دیکھو میں تے جیونہاں حالے  
 میری کر د چماہی اک دھسے، دودھاراں  
 بھینے بھینے قرض پڑے چنٹاں داسرتے  
 کر دے نیں ادھ سوہیاں دیاں ٹکڑاں  
 میری ساری تنخواہ دے تریکے جھٹے تے  
 مار لیا اے تے جھٹے توں سہاہو گاراں  
 آج زمانے اتے نیں کوئی میرے ددگا  
 شاعر جیہڑا رنج کرے بھٹیاں گنڈاراں  
 جنگاں دی جے کہانی سنو زبانی میری  
 میری پیچھ کرے جو کم کرن تلواراں

بزم کا التزام گر کیجئے !  
 ہے قلم میسر ابر گو ہر بار  
 قلم ہے گرنہ دو سخن کی داد  
 قلم ہے گر کرو نہ مجھ کو پیار  
 آپ کا بندہ اور بھڑوں ننگا؟  
 آپ کا نوکر اور کھٹاؤں اوجھاؤ  
 میسر تخواہ کیجئے ماہ بہ ماہ  
 تانہ ہو مجھ کو زندگی دُشوار  
 ختم کرتا ہوں اب دُعا پہ کلام  
 شاعری سے نہیں مجھے سروکار  
 تم سلامت رہو ہزار برس  
 ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

رنگاں میلے دی جے لکھتے کتھا سہانی  
 میسری قلموں موتی نوسن اُبر بھوہاراں  
 ظلم خُدا دے نہ داو سخن دی دیریں  
 تہر خُدا دے نہ جتیں نال پیسداں  
 آپ ہوداں دا بندہ ہو کے، ہوداں نہگا  
 آپ دا نوکر ہو کے، وقت اُچار گزاراں !  
 میسری جو تنخواہ اے تارو مہینے مہینے  
 تاں جے مینوں جیون بنے نہ اوکھیاں کاراں  
 بیس دُعائے اپنی ساری گلی مُکاتاں  
 شعر سخن تے میں کوئی ایڑا دھیان نہ ماراں  
 تیری رب ہزار دُرھے دی کرے حیاتی  
 دُرھے دُرھے دُرھے دُرھیاں دے دن لکھ ہزاراں



## متفرقات

اب رہا ہے کب ہمیں حُور و بشر کا امتیاز  
دیکھ کر جاتا رہا تجھ کو نظر کا امتیاز

آگے اپنے یار کے غالب ہمیں معیوب ہیں  
ورنہ ہے کس کے اُسے عیب و ہنر کا امتیاز



پانی سے لگ گزیدہ ڈرے جس طرح اسد  
ڈرتا ہوں آئینے سے کہ مردم گزیدہ ہوں



اسد اٹھنا قیامت کا متوں کا وقتِ آرائش  
لباسِ شعر میں بالیدنِ مضمونِ عالی ہے

## متفرق شعر

ہن رکتھے نیں سالوں بندیاں خوداں وچ کچھاناں  
دڑتھا تینوں کھلر گئیاں اکھاں وچ پچھاناں

غالب اپنے بچن لیتی تے اسیو بوہتے عیسی  
عیب ثوابوں ہوتیاں نیں سوہراں وچ کچھاناں



پانی کو لوں جیویں تریندا ہلکائے دا دڑھیا  
شیٹے توں پیا تریناں مینوں لوکاں واڑھ لیا جے



قد قامت یار قیامت جیسے کہ ہار شکار اسدا اُٹھدے  
وچ شعر بیا دے ہر چھلکا جیویں مضمون اُچھا اے

دیدہ خونبار ہے مدت سے دلے آج ندیم  
دل کے ٹکڑے بھی کئی خون کے شامل آتے

---

ابر روتا ہے کہ بزمِ طرب آمادہ کرد  
برق ہنستی ہے کہ فرصت کوئی دم ہے ہم کو

---

کمالِ حسن اگر موقوفِ اندازِ تغافل ہو  
تکلفِ برطرف! تجھ سے تری تصویرِ بتر ہے

---

شکوہِ یاراں غبارِ دل میں پنہاں کر دیا  
غالب ایسے گنج کے شایاں یہی ویرانہ تھا

اکھیاں نوں رت و مسدیاں عمراں ہوئیاں، پر اج سبھا!  
دل دیاں پھنجرّاں دی کجّ رزل کے رت پھوہارے آئیاں

---

بدل رووے، ہمیشہ پیچھے چھپتی کر دتیاں  
بجلی ہنس کے آکے فرصت ہے اک دم دی سائوں

---

بے پرواہیاں کریاں جے کر ہووے حسن کمٹل  
فیرا یہ سنئے! تیتھوں تیری مورت سوہنی جا پے

---

یاراں دا شکوہ وی پیا دل دے ڈھیر غباراں  
غالب ایس خزانے لائق ہسی ایہہ دیرانہ

---

